تنبیہ الحائرین

(بحمایۃ الکتاب المبین)

الملقب بہ

سوط العذاب علیٰ اعداء الکتاب

امام اہلِ سنّت حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب

فاروقی لکھنوی نعمہ اللہ تعالیٰ برحمتہ

الناشر:

مکتبہ فاروقِ اعظم چک 5/14-L ڈاکخانہ خاص براستہ کسووال ضلع ساہیوال

ملتان میں ملنے کا پتہ: مکتبہ مجیدیہ۔ بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان

عقیدہ لائبریری
www.aqeedeh.com

یہ کتاب عقیدہ لائبریری سے ڈاؤن لوڈ کی گئی ہے.

www.aqeedeh.com/ur/

E-mail: book@aqeedeh.com

بعض مفید اسلامی ویب سائٹس:

www.aqeedeh.com	www.islamic-forum.net
www.sadaislam.com	www.khatm-e-nubuwwat.com
www.zekr.tv	www.kitabosunnat.com
www.kalemeh.tv	www.muhammadilibrary.com
www.ahlehaq.org/hq	www.islamqa.info/ur
www.islamhouse.com	www.quran-o-sunnah.com
www.eeqaz.com	www.deeneislam.com
www.tauheed-sunnat.com	www.nadwatululama.org

تنبیہ الحائرین

(بحمایۃ الکتاب المبین)

الملقب بہ

سوط العذاب علیٰ اعداء الکتاب

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب
فاروقی لکھنوی تغمدہ اللہ تعالیٰ برحمتہ

الناشر:
مکتبہ فاروق اعظمؓ چک 5/14 ایل ڈاکخانہ خاص
براستہ کسووال ضلع ساہیوال

ملتان میں ملنے کا پتہ: مکتبہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ

الحمد للہ کہ یہ رسالہ ہدایت مقالہ مثبت حفاظت کتاب مبین و منفی اوہام مرتدین

موسوم بہ

تنبیہ الحائرین

المقلب بہ

سوط العذاب علی اعداء الکتاب

یعنی

قبلہ شیعیان علامہ سید علی حائری مجتہد پنجاب کے وعظ موسومہ "موعظہ تحریف القرآن"

کا جواب

بافادات

رئیس المناظرین سید المتکلمین امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب فاروقی

لکھنوی تغمدہ اللہ تعالیٰ برحمتہٖ

الناشر

مکتبہ فاروق اعظم

چک ۵/۱۴-ایل ڈاکخانہ خاص، براستہ کسووال، ضلع ساہیوال

نوٹ: اس کتاب "تنبیہ الحائرین" کا تعارف ملاحظہ ہو کتاب "گمراہ کن عقائد و نظریات اور صراط مستقیم" مولانا یوسف لدھیانوی رح
ص ۱۲۶ تا ۱۵۲

نوٹ: مزید سوال جواب - از مولانا لکھنوی رح ملاحظہ ہوں
عنوان: عقیدہ تحریف قرآن
قسط اول انوار مدینہ مئی ۱۹۸۷ء، جلد ۱۵، شمارہ ۱۲
قسط دوم انوار مدینہ جون ۱۹۸۷ء جلد ۱۶، شمارہ ۱ ص ۹

○ قرآن میں "ولاصلبنکم" واؤ کے ساتھ یا بغیر واؤ کے، تحقیق ملاحظہ ہو ماہنامہ بینات کراچی دسمبر ۲۰۰۷ء جلد ۷۰ شمارہ ۱۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

ہر قسم کی حمد وثنا اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے قرآن مجید پر ایمان لانے کی ہمیں توفیق دی اور اس مقدس کتاب کی خدمتیں بلا شرکت غیرے ہمیں سے لیں ہمارے ہی سینوں اور سفینوں کو اس کا محافظ بنایا اور ہماری گردنوں میں اس کے عشق ومحبت کا طوق پہنایا اور صلوٰۃ وسلام ہو اس امام الرسل پر جس کے وسیلہ سے یہ پاک کتاب ہم کو ملی جس نے ہمیں یہ خوشخبری سنائی کہ ہر زمانے میں تمہاری بہترین نسلیں اس امانت الٰہی کی حفاظت کریں گی اور اس کے دشمن تمہارے ہاتھوں سے ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے رہیں گے۔ اور خدا کی رحمت بے حساب نازل ہو ان کے آل اخیار خصوصًا صحابہ کبار پر جن کے نقل وروایت سے قرآن شریف بلکہ دین وایمان کی ہر چیز ہم تک پہنچی۔ فالحمد للہ اولاً وآخراً

امابعد۔ ہندوستان کے تمام باخبر اصحاب اس بات سے واقف ہیں کہ تقریبًا بیس بائیس سال سے النجم میں نہایت کامل تحقیقات کی بنیاد پر پے درپے یہ اعلان ہو رہا ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ بھی اعلان دیا گیا کہ اگر کوئی مجتہد شیعہ اس بات کا اطمینان دلادیں کہ شیعہ ہونے کے بعد قرآن مجید پر ایمان ہو سکے گا تو قسم ہے رب العرش کی میں اسی وقت فی الفور شیعہ ہونے کے لئے آمادہ ہوں۔ ان اعلانات سے سرزمین ہند کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا۔ مگر کسی شیعہ مجتہد کی رگ حمیت کو جنبش نہ ہوئی۔ اڈیٹر صاحبان اصلاح والشمس زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ملاتے تھک کر خاموش ہو گئے مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا سوا اس کے کہ الزام اور قوی ہو گیا جرم اور سنگین بن گیا۔ صاف صاف بایں الفاظ ان کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ "یہ قرآن چند جہلائے عرب کا جمع کیا ہوا ہے اس پر اعتراض نہ ہو تو کیا ہو" نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ۔

آخر آخر میں امروہہ ضلع مرادآباد کے شیعوں کو کچھ غیرت آئی اور دسمبر ۱۹۲۰ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۹ھ میں ایک بڑے معرکہ کا مناظرہ ہوا۔ اور اس میں ہم نے یہ قیامت خیز سوال پیش کیا کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ہے یا ہو سکتا ہے اور صرف سوال ہی نہیں بلکہ مذہب شیعہ کا مکمل فوٹو کھینچ کر سب کے سامنے رکھ دیا گیا کہ یہ وجوہ ہیں جن سے شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ شیعہ مناظر یعنی صدر الافاضل مولوی سبط حسن صاحب مجتہد جوحائری صاحب مجتہد پنجاب سے علمی قابلیت میں بدرجہا فوقیت رکھتے ہیں اس سوال کے جواب میں چار روز تک سرگردان و

پریشان رہے مگر ره بجائے نبرد ند جیسی شکست عظیم اعدائے قرآن کریم کو اس مناظرہ میں ہوئی سارا زمانہ جانتا ہے۔ ختم مناظرہ کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر ہماری طرف سے وہ سوال مع ان وجوہ کے چھاپکر شائع کر دیا گیا اور اعلان دیدیا گیا کہ شیعوں کے قبلہ وکعبہ نے اگر کوئی جواب اس سوال کی وجوہ کا مناظرہ میں دیا ہو یا اب اپنے علماء ومجتہدین کی متفقہ قوت سے مدد لیکر دے سکتے ہوں تو اس کو جلد سے جلد چھاپکر شائع کر دیں۔ مگر اب تک چوتھا سال ختم ہونیکو ہے صدائے برنخاست۔

پھر یہی اعلان کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے بمبئی میں بھی دیا گیا اور بڑے بڑے شیعہ تاجروں کے سامنے جن کو ملک التجار کہنا چاہیئے بآواز بلند کہا گیا کہ وہ اپنے مکان پر کسی شیعہ مجتہد کو بلالیں۔ میں بھی بلا تکلف آجاؤں گا۔ اس مسئلے کا پورا اطمینان کرلیں مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر یہی اعلان پنجاب میں اور پنجاب کے صدر مقام لاہور میں دیا گیا۔ لاہور باوجودیکہ مجتہد پنجاب جناب حائری صاحب کا مستقر ہے مگر وہاں بھی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ واقعی یہ مسئلہ اسی قابل ہے کہ اس کا جسقدر اعلان دیا جائے کم ہے اور اس کی تحقیقات میں جتنی کوشش کی جائے بجا ہے کیونکہ اس مسئلہ نے مذہب شیعہ کی حقیقت بالکل بے پردہ کردی۔ جب قرآن پر ایمان نہیں تو رہ کیا گیا۔ دنیا میں کوئی بیوقوف بھی اس شخص کو جس کا ایمان قرآن شریف پر نہ ہو مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ صدیوں تک شیعوں کا یہ عقیدہ تقیہ کے پردے میں رہا۔ عام طور پر علماء اہل سنت کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ اسی وجہ سے شیعوں کی تکفیر میں اختلاف رہا۔ ملک العلماء علامہ بحر العلوم فرنگی محلی کو شیعوں کی تفسیر مجمع البیان کہیں سے دیکھنے کو مل گئی۔ گو اس تفسیر کا مصنف منجملہ ان چار اشخاص کے جو اپنے مذہب کے خلاف قرآن پر ایمان رکھنے کے مدعی ہوئے ہیں اور عقیدہ تحریف کو بہت ہلکا کر کے دکھلاتے ہیں تاہم اس تفسیر کے دیکھنے سے علامہ ممدوح کو تھوڑا اور بہت تھوڑا سراغ شیعوں کے اس عقیدہ کا مل گیا اور انہوں نے بڑے زور سے اپنی مشہور کتاب شرح مسلم الثبوت میں ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور لکھا کہ قرآن شریف کے ایک حرف میں جو شک کرے وہ قطعًا کافر ہے۔

اس مسئلہ نے اب دوسرے مسائل میں شیعوں سے بحث کرنے کی حاجت نہیں رکھی اب نہ شیعوں کے مطاعن صحابہ کی بابت بحث کرنے کی حاجت نہ مسئلہ امامت وخلافت کے بحث کی ضرورت نہ توہین انبیاء میں ان سے الجھنے کی حاجت، نہ متعہ وزنا وشرالجواری وتقیہ وغیرہ پر رد وکد کی حاجت۔ جب ان کا ایمان ہی قرآن شریف پر نہیں ہے تو ان مباحث سے ان کو کیا تعلق۔

چوں ترک قرآں کردۂ آخر مسلمانی کجا خود شمع ایماں کشتۂ پس نور ایمانی کجا

ممکن ہے کہ یہ مسئلہ عوام کی سمجھ میں آجائے تو ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے کیونکہ غالباً اکثر عوام نے اس مذہب کو اسلام کی شاخ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ علمائے شیعہ اپنے مذہب کی اصلی باتیں اپنے لوگوں سے بھی چھپاتے ہیں۔ ان کے ائمہ معصومین نے ان کو مذہب کو چھپانے کی بڑی تاکید کی ہے۔ امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ اے شیعو! تمہارا مذہب ایک ایسا مذہب ہے کہ جو اس کو ظاہر کریگا اللہ اس کو ذلیل کریگا اور جو اس کو چھپائے گا اللہ اس کو عزت دے گا۔ (دیکھو اصول کافی ۴۸۶) یہ مسئلہ اب منقح بھی خوب ہوگیا ہے۔ ہر پہلو سے اس کی تحقیقات نہایت کامل ہو گئی ہے۔ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس مسئلہ میں قول فیصل بآسانی معلوم کر سکتا ہے۔ علمائے اہل سنت میں علامہ خواجہ نصر اللہ کابلی نے صواعق میں۔ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تحفۂ اثنا عشریہ میں۔ مولانا سیف اللہ ابن اسد اللہ ملتانی نے تنبیہ السفیہ رد صوارم میں۔ مولانا حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام و ازالۃ الغین میں۔ مولانا احتشام الدین صاحب مراد آبادی نے نصیحۃ الشیعہ میں اس مسئلہ پر خامہ فرسائی فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور علماء شیعہ میں مرزا محمد کشمیری نے نزہہ میں۔ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم نے صوارم میں شیعوں کے امام عالی مقام ان کے رئیس المناظرین مولوی حامد حسین نے استقصاء الافہام میں اس مسئلہ پر طبع آزمائی کی۔ اور ان سب کے بعد اس حقیر نے النجم میں بہت بسط اور تفصیل سے اس مسئلہ کے ہر پہلو پر تحقیق کی روشنی ڈالی۔ وکم ترک الاول للاخر کما لا یخفی علی المتتبع الماھر۔[1]

مجتہد پنجاب جناب حائری صاحب جن کے فرزند ارجمند ان کو ان خطابات سے یاد کرتے ہیں۔

اعلیحضرت رئیس الشیعہ مدار الشریعہ حجۃ الاسلام نائب امام سلطان المحدثین والمفسرین محی الملۃ و الدین سرکار شریعتمدار علامہ السید علی الحائری مجتہد العصر و الزمان۔[2] خدا جانے کس غار سامرہ میں راحت فرما رہے تھے کہ نہ ان کو النجم کے زلزلہ افگن مباحث کی خبر ہوئی۔ نہ امروہہ کا قیامت خیز مناظرہ آپ کی نظر سے گزرا جس کا ماتم اب تک شیعی دنیا میں برپا ہے۔ نہ اس ناچیز کے ان مواعظ کا علم ہوا جو خاص لاہور ان کے امام باڑہ کے قریب ہوئے۔ اب ایک مدت دراز کے بعد آپ اس غار

---

[1] بہت باتیں اگلوں نے پچھلوں کے لئے چھوڑ دی ہیں۔ چنانچہ جس شخص نے مذکورہ بالا تمام تحریرات دیکھی ہوں اُس پر یہ بات پوشیدہ نہیں [2] یہ خطابات رسالہ موعظہ تحریف اور حائری صاحب کی تمام تصنیفات مطبوعہ میں موجود ہیں۔ منہ

سے برآمد ہوتے ہیں تو ایک مختصر رسالہ جو انجمن دائرۃ الاصلاح لاہور نے شائع کیا ہے آپ کی نظر سے گذرتا ہے اس رسالہ میں بہت مختصر طریقہ سے محض عوام کی آگاہی کے لئے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے حائری صاحب کو بڑی غیرت آئی ہے اور آپ جلدی سے وہ رسالہ ہاتھ میں لیکر وعظ کہنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بزعم خود محققانہ طرز سے اس کا رد کر ڈالتے ہیں اور ان کے فرزند ارجمند اس کو ایک رسالہ کی شکل میں چھپوا کر شائع کرتے ہیں اور نام اس کا "موعظہ تحریف قرآن" رکھتے ہیں۔ اوّل تو تحریف کا لفظ قرآن شریف کے نام کے ساتھ دیکھ کر اہل ایمان کا خون یوں ہی جوش کرتا ہے۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ آجکل فتنۂ ارتداد کی وجہ سے آریوں اور مسلمانوں میں مقابلہ ہو رہا ہے۔ آریوں کو کس قدر مدد اس رسالہ سے ملی۔ ہمیشہ شیعوں کی عادت رہی کہ جب مسلمانوں اور کافروں سے مقابلہ ہوا تو اس فرقہ نے کافروں کا ساتھ دیا ان کو مدد پہنچائی ہزار ہا خونیں واقعات اس قسم کے صفحات تاریخ میں مرقوم ہیں۔ اسی وجہ سے علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں وبالجملۃ فایامھم في الاسلام كلها سود لم يزالوا موالين لاعداء الله ومعادين لاوليائه

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان شیعوں کے دن اسلام میں سب کے سب تاریک ہیں یہ لوگ ہمیشہ دشمنان خدا سے دوستی اور دوستان خدا سے دشمنی کرتے رہے۔ خدا کی قدرت اور اس کی غیرت تو دیکھو جو لوگ اس کے دوستوں کی مخالفت کرتے ہیں ان کو کس طرح اعلان جنگ دیتا ہے۔ بہترین انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کے دشمنوں کو اس نے کس طرح صحابہ کرام کے مقابلہ سے اپنی مقدس کتاب کے مقابلہ میں لا کر ڈال دیا ہے کہ ہمارے نبی کے اصحاب سے تم کیا لڑتے ہو آؤ ہم سے لڑو اور ہماری کتاب کا مقابلہ کرو اور اس کا مزہ چکھو کفی اللہ المومنین القتال اہل ایمان کی طرف سے لڑنے کو اللہ کافی ہے لہٰذا اب ہم کو لازم ہے کہ شیعوں کو کسی دوسرے مسئلہ میں ہرگز ہرگز گفتگو نہ کرنے دیں ان کو خدا کی کتاب کے مقابلے سے ہٹنے کی مہلت نہ ملے اور اس سنگین قلعہ سے ٹکرا ٹکرا کر ان کے سر پاش پاش ہو جائیں

ایک بات اس مقام پر غور طلب ہے، وہ یہ کہ آیا ان دونوں باتوں میں اصل اور مقدم کون ہے اور نتیجہ کون ہے۔ آیا اس فرقہ کو اصالتاً عداوت قرآن کریم سے ہے اور قرآن کریم کے مجروح کرنے کے لئے اس کے اول راویوں یعنی صحابہ کرام پر طعن کئے گئے یا اصالتاً صحابہ کرام سے عداوت ہے اور ان کی ضد میں قرآن شریف پر حملے کئے گئے۔ اور قرآن پر ایمان نہ رہا۔ راقم الحروف کی

تحقیق ہیں اول الذکر بات صحیح ہے کیونکہ کسی کو کسی سے عداوت ہونے کے لئے بنائے خصومت ضروری ہے اور صحابہ کرام سے بنائے خصومت کوئی بھی نہیں انہوں نے شیعوں کو کیا نقصان پہنچایا۔ شیعوں کا تو اس وقت وجود بھی نہ تھا۔ ہاں قرآن شریف سے بنائے خصومت ظاہر ہے کہ جس مذہب کی بنیاد ابن سبأ[1] اور اس کی ذریت ڈال رہے تھے قرآن شریف اس کی مزاحمت کر رہا ہے بہر حال کچھ بھی ہو خواہ عداوت قرآن اصل ہو یا عداوت صحابہ کرام، نتیجہ ایک ہے۔ یہ دونوں عداوتیں لازم ملزوم ہیں جیسا کہ اب آنکھوں سے مشاہدہ ہو رہا ہے۔

المختصر یہ رسالہ موعظہ تحریف قرآن اشاعت سے بہت دنوں بعد اب مجھے ملا۔ میں نے اسکو دیکھا تو اول سے آخر تک جھوٹے حوالوں خیانتوں، غلط استدلالوں اور بے علمی کی باتوں سے لبریز پایا استقصاء الافہام کے مضامین مکذوبہ ومردودہ کا اردو میں ترجمہ کر دیا گیا ہے اور افسوس کہ وہ ترجمہ بھی صحیح نہیں۔ پھر جو جواب ان مضامین کا النجم میں دیا گیا اس کا تو کہیں خفیف سا رد بھی نہیں۔ ان مضامین کے علاوہ اگر کوئی بات حائری صاحب نے اپنی طرف سے بڑھائی ہے تو وہ ایسی ہے کہ کوئی عالم تو کیا کوئی جاہل بے وقوف بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ جا بجا حائری صاحب خود ایسی باتیں بھی زیب رقم فرما گئے ہیں جن سے مذہب شیعہ کا گھروندہ بالکل مٹا جاتا ہے۔ فالحمد للہ یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المومنین۔

[1] نا واقفوں کے سامنے شیعہ قطعی انکار کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں ابن سبا سے ہمیں کوئی تعلق نہیں۔ لہذا اس وقت ان کی ایک معتبر کتاب کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ رجال کشی (جس پر اسماء الرجال شیعہ کا دارو مدار ہے) کے ص۷۱ میں ہے ذکر بعض اھل العلم ان عبداللہ ابن سبا کان یھودیا فاسلم ووالی علیا علیہ السلام وکان یقول وھو علی یھودیتہ فی یوشع بن نون وصی موسٰی بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فی علی علیہ السلام مثل ذلک وکان اول من اشھر القول بفرض امامۃ علی واظھر البراءۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ واکفرھم فمن ھٰھنا قال من خالف الشیعۃ اصل التشیع ماخوذ من الیھودیۃ۔

ترجمہ۔ بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ ابن سبا یہودی تھا۔ پھر وہ اسلام لایا اور اس نے علی علیہ السلام سے محبت کی اور اپنے زمانہ یہودیت میں یوشع بن نون وصی موسیٰ کے بارے میں بہت غلو کرتا تھا پھر وہ اپنے اسلام کے زمانے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد علی علیہ السلام کے متعلق بھی ویسا ہی غلو کرنے لگا اور یہ ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے امامت علی رضی اللہ عنہ کے فرض ہونے کو مشہور کیا اور ان کے دشمنوں پر تبرا کیا اور ان کے مخالفوں سے کھل کھیلا اور ان کو کافر کیا۔ اسی وجہ سے جو لوگ مذہب شیعہ کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ تشیع کی بنیاد یہودیت سے لی گئی ہے۔ منہ

چونکہ اس رسالہ سے بے خبر لوگوں کے بہک جانے کا اندیشہ تھا اور مجتہد صاحب کو اس پر ناز بھی بہت ہے۔ جا بجا اس کی لاجوابی کا راگ گایا ہے اور بڑی تحدی کے ساتھ لکھا ہے کہ کوئی شخص اس کا جواب نہیں لکھ سکتا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ہم جواب کے منتظر ہیں اس لئے اس کے جواب کی طرف توجہ کی گئی اور چونکہ بمقام ڈیرہ غازیخان حائری صاحب نے میرے مقابلہ میں تقریری مناظرہ سے فرار کرتے ہوئے تحریری مناظرہ کا وعدہ کیا تھا گو اس وعدے سے بھی اسیوقت انحراف کر گئے پھر لاہور پہنچکر بھی ان سے مطالبہ کیا گیا لیکن وہ ایفا نہ کر سکے تاہم اس خیال سے کہ شاید اب اس کا ایفا کریں میں نے خود اس کا جواب لکھا ورنہ بہت ممکن تھا کہ کسی طالب علم سے اس کا جواب لکھوا دیا جاتا نام اس جواب کا میں نے **تنبیہ الحائرین بحمایۃ الکتاب المبین** اور لقب **سوط العذاب علی اعداء الکتاب** رکھا۔

مجتہد بجاب اب اپنی اور اپنے فرقہ کے تمام علماء و مجتہدین کی پوری طاقت صرف کر کے اس کا جواب لکھیں۔ بلکہ ارواح طیبہ ابن سبأ اور زرارہ وابو بصیر وغیرہم بلکہ اپنے امام غیب کو بھی اپنی مدد کے لئے بلا لیں۔ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین۔

اس رسالہ میں چونکہ مجتہد صاحب نے شروع میں ایک تمہید لکھی ہے۔ اس کے بعد یہ بحث اٹھائی ہے کہ شیعوں پر یہ بیجا الزام ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا۔ کوئی شیعہ تحریف قرآن کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ اہل سنت کی روایات سے تحریف قرآن ثابت ہے لہذا میں اس جواب کو ایک مقدمہ اور دو بحثوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کرتا ہوں، **مقدمہ** میں ان کی تمہید کا جواب ہے اور **پہلی بحث** میں یہ ثابت کیا ہے کہ بلاشک کسی شیعہ کا ایمان قرآن مجید پر نہیں ہو سکتا۔ جو شیعہ ایمان بالقرآن کا دعویٰ کرتا ہے وہ موافق اپنی مذہبی تعلیم کے جھوٹ بولتا ہے۔ **دوسری بحث** میں یہ ثابت کیا ہے کہ اہل سنت پر یہ بہتان لگانا کہ معاذ اللہ ان کی کسی روایت سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے یہ ایک ایسا سیاہ جھوٹ ہے جو قیامت تک کبھی فروغ نہیں پا سکتا۔ خاتمہ میں کچھ لطائف مذہب شیعہ کے بیان کئے ہیں۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مقدمہ ، رسالہ تحریف کی تمہید کا جواب

اس رسالہ کی تمہید میں کچھ باتیں تو محض جھوٹ اور بے اصل ہیں اور کچھ باتیں ایسی ہیں کہ ان سے مذہب شیعہ نیست و نابود ہو جاتا ہے نمونہ کے طور پر چند نمبر ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا مضمون یہ ہے کہ چھیڑ کی ابتدا سنیوں کی طرف سے ہوئی شیعہ ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیتے رہے۔ اب بمجبوری مدافعت کے لئے آمادہ ہوئے۔ حالانکہ تمام دنیا جانتی ہے کہ ہر قسم کے شر و فساد کی ابتدا ہمیشہ شیعوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ مناظرہ و مباحثہ کی ابتدا بھی انھیں نے کی۔ پہلی کتاب مباحثہ شیعہ سنی نہج الحق ہے۔ جو شیعوں کے امام اعظم شیخ حلی نے لکھی۔ ساری بنیاد فساد یہ ہے کہ شیعہ تبرا کہتے ہیں۔ بزرگان دین الٰہی کو برا کہتے ہیں۔ اسی پر آئے دن تنازعات ہوتے ہیں۔ ہمارے مذہب میں کسی کو برا کہنا عبادت نہیں۔ لہٰذا چھیڑ ہماری طرف سے ہو نہیں سکتی۔ شیعوں نے سیکڑوں مرتبہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کے تحت میں سزائیں پائیں مگر پھر بھی باز نہیں آتے، لاہور میں ابتدا خود مجتہد پنجاب کی طرف سے ہوئی کہ انہوں نے اپنے وعظوں میں اپنے رسالوں میں ہمارے مذہب پر سخت نجس و ناپاک حملے کئے۔ اگرچہ ہم ان کی حرکات سے خوش ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے غافل بھائیوں کو بیدار کر دیا،

۲۔ اہلسنت جو ان لوگوں کو رافضی کہتے ہیں اس کے انتقام میں اس رسالہ تحریف و نیز دوسری مطبوعات میں ان کو خارجی کہا گیا ہے حالانکہ یہ سراسر حماقت و جہالت ہے۔ رافضی کی لفظ آپ کی پسند کی ہوئی لفظ ہے[1] آپکا نام معصوم کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے یہ لقب ہم کو ملا ہے۔ بخلاف اس کے خارجی کی لفظ نہ ہماری پسند کی ہوئی نہ یہ لقب ہماری کتابوں میں اختیار کیا گیا۔ اجی حضرت ابھی آپنے خارجی کو دیکھا نہیں۔ ایک خارجی لاہور میں آجائے تو آپ ہندوستان چھوڑ دیں۔ جیسے ناپاک الفاظ آپ بزرگوں کی شان میں استعمال کرتے ہیں اس سے ہزار چند وہ حضرت علی کو کہہ ڈالتے ہیں۔

[1] کافی کتاب الروضہ ط۱۶ میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا الرافضۃ قال قلت نعم قال لا واللہ ما سموکم بل اللہ سماکم یعنی تمہارا نام رافضی نہ لوگوں نے نہیں رکھا بلکہ خدا نے تمہارا نام رافضی رکھا۔ تعجب ہے کہ شیعہ اس نام سے کیوں چڑھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی روایات پر وہ خود بھی مطمئن نہیں۔ منہ

(۳) تمہید کے صفحہ ۳ میں حائری صاحب کی بڑی تعریف ہے۔ بڑے بڑے القاب ہیں خطابات تو شیعوں کے ہاں بہت سستے ہیں۔

(۴) تحریف کے وعظ سے ہندو مسلمانوں کی عام دلچسپی علماء و طلبہ اہل سنت کا شریک وعظ ہونا اور بعض انگریزی دان طلبہ کا نعوذ باللہ شیعہ ہو جانا بڑے فخر و مباہات سے بیان کیا ہے۔ ہندوؤں کی دلچسپی مسلم ہے کیونکہ آپکا وعظ ان کے لئے جس قدر مفید ہے ظاہر ہے مگر سنی علماء و طلبہ کا آپ کے وعظ میں جانا اگر سچ ہوتا تو آپ زمین پر پاؤں نہ رکھتے۔ بھلا یہ ممکن تھا کہ ان کے نام نہ چھاپتے جب کہ کسی نے تبدیل مذہب بھی کیا ہوتا۔ استغفر اللہ۔

(۵) تمہید کے صفحہ ۵ پر ایک شیعہ رئیس پر سخت تعریض کی ہے۔ غالباً وہ نواب فتح علی خان قزلباش ہیں۔ انہوں نے کئی مرتبہ عام طور پر اس کا اظہار کیا کہ لاہور میں شیعہ سنی کے تنازعات کی بنیاد حائری صاحب ہیں۔ سنا ہے کہ انہوں نے حائری صاحب سے ملاقات بھی ترک کر دی ہے۔

(۶) صفحہ ۱۲ ، ۱۳ پر شیعہ مشن کی کامیابی کے بڑے بڑے سبز باغ اپنی قوم کو دکھا کر ان سے چندہ طلب کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی مذہب شیعہ کا مطابق عقل و موافق فطرت ہونا بھی بیان کیا ہے۔ جناب حائری صاحب چندہ بھی خوب لیں، سبز باغ بھی دکھلائیں کیونکہ چندہ بغیر اس کے نہیں مل سکتا۔ مگر مذہب شیعہ کا مطابق عقل ہونا بیان کر کے انہوں نے اپنے کو مبتلائے مصیبت ہی کر دیا ؎

نگفتی نہ دارد کسے با تو کار ۔۔۔ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

مجتہد صاحب اگر مذہب شیعہ کا مطابق عقل ہونا ثابت کر دیں تو ہم بھی سمجھیں کہ وہ مجتہد ہیں۔ مگر یاد رہے کہ مذہب شیعہ کے برابر خلاف عقل کوئی مذہب دنیا میں نہیں۔ نہ اصول مطابق عقل ہیں نہ فروع

نے فروعت محکم آمد نے اصول ۔۔۔ شرم بادت از خدا و از رسول

بانیان مذہب شیعہ خود بھی جانتے تھے کہ جس مذہب کو وہ ایجاد کر رہے ہیں اس کی کوئی بات عقل کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے بطور پیش بندی کے انہوں نے یہ حدیث تصنیف کر لی کہ ائمہ معصومین فرماتے ہیں ان حدیثنا صعب مستصعب لا یحتمله الا نبی مرسل او ملك مقرب او عبد مومن امتحن الله قلبه للایمان اصول کافی ترجمہ ہماری حدیثیں سخت مشکل ہیں، سوا نبی مرسل یا فرشتہ مقرب کے یا اس بندۂ مومن کے جس کے قلب کو خدا نے ایمان کے لئے جانچ لیا ہو کوئی شخص ان کو سمجھ نہیں سکتا۔ یہ تو آپکے مذہب کی حالت ہے اس پر آپ کہہ رہے ہیں کہ یہی ایک مذہب عقل کے مطابق ہے اچھا فرمایئے

۱ خدا کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو بدا ہوتا ہے یعنی وہ جاہل ہے اور اسی وجہ سے اس کی اکثر پیشین گوئیاں غلط ہو جاتی ہیں اور وہ نادم و پشیمان ہوتا ہے ۔ اور پھر اس عقیدہ کو اس قدر ضروری بنایا کہ جب تک اس عقیدہ کا اقرار نہیں لیا گیا کسی نبی کو نبوت نہیں ملی ۔ کس عقل کے مطابق ہے ۔

۲ خدا کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ جب اس کو غصہ آتا ہے تو دوست و دشمن کی اس کو تمیز نہیں رہتی کس عقل کے مطابق ہے ؟

۳ خدا کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے ڈرتا تھا ۔ اس لئے اس نے بعض کام ان سے چھپا کر کئے ۔ کس عقل کے مطابق ہے ؟

۴ خدا کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ بندوں کی عقل کا محکوم ہے اور اس پر عدل واجب ہے ۔ اصلح واجب ہے ۔ یعنی بندوں کے حق میں جو کام زیادہ مفید ہو خدا پر واجب ہے کہ وہی کام کیا کرے ۔ اسی بناء پر خدا کے ذمہ واجب کیا گیا کہ ہر زمانے میں ایک امام معصوم کو قائم رکھے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شیعوں کا سوچا ہوا انتظام جب دنیا میں نہ پایا جائے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو خدا پر ترک واجب کا جرم قائم ہو ۔ آجکل بھی صدیوں سے خدا ترک واجب کا ارتکاب کر رہا ہے کہ کوئی امام معصوم اس نے قائم نہیں کیا ۔ ایک صاحب صدیوں سے کسی غار میں روپوش بیان کئے جاتے ہیں ۔ مگر ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ ان سے کسی کو فائدہ پہونچنا تو در کنار ملاقات تک نہیں ہو سکتی ۔ یہ عقیدہ کس عقل کے مطابق ہے ۔

۵ بہ تقلید مجوس یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا تمام چیزوں کا خالق نہیں بلکہ بندے بھی بہت سی چیزوں کے خالق ہیں ۔ صفت خالقیت میں خدا کے لاکھوں کروڑوں بے گنتی بے شمار شریک ہیں ادھر اپنے کو موحد کہنا کس عقل کے مطابق ہے ۔

سچ پوچھو تو شیعوں کا یہ عقیدہ مجوسیوں سے بدرجہا بڑھ گیا ۔ مجوسی صرف دو خالق کے قائل ہیں ایک یزداں دوسرا اہرمن ۔ مگر شیعہ تو بے گنتی بے شمار خالق بتلاتے ہیں ۔ پھر نہ معلوم کس قانون سے مجوسی بیچارے تو مشرک قرار دیئے جائیں اور شیعہ موحد ان ھذا لشیئ عجیب ۔

۶ نبیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان میں اصول کفر موجود رہتے ہیں کس عقل کے مطابق ہے

۷ نبیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان سے بعض ایسی خطائیں سرزد ہوتی ہیں کہ اس کی سزا میں ان سے نور نبوت چھن جاتا ہے ۔ کس عقل کے مطابق ہے ۔

۸ نبیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مخلوق سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ احکام خداوندی کی تبلیغ

مارے ڈر کے نہیں کرتے ۔ حتی کہ سید الانبیاء نے بہت سی آیتیں قرآن شریف کی صحابہ کے ڈر سے چھپا ڈالیں جن کا آج تک کسی کو علم نہیں ہوا نہ اب ہو سکتا ہے ۔ جب کوئی حکم خواہمخواہ تبلیغ کرانا ہوتا تو خدا کو بار بار تاکید کرنا پڑتی تھی ۔ اس پر بھی کام نہ نکلتا تو خدا کو وعدۂ حفاظت کرنا پڑتا تھا ، کس عقل کے مطابق ہے ؟

۹ نبیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ خدا کے انعام کو واپس کر دیتے تھے بار بار خدا انعام بھیجتا تھا اور وہ بار بار واپس کرتے تھے آخر خدا کو کچھ اور لالچ دینا پڑتا تھا اس وقت اس انعام کو قبول کرتے تھے کس عقل کے مطابق ہے ؟

۱۰ نبیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اپنی تعلیم کی اجرت مخلوق سے مانگتے تھے اور خدا نے ان کو ایسے قابل شرم کام کی اجازت دی تھی کس عقل کے مطابق ہے ۔

۱۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ نے اپنی رحلت کے قریب ایک بڑی آمدنی کی جائیداد جو بحیثیت جہاد حاصل ہوئی تھی اپنی بیٹی کو ہبہ کر دی تھی جبکہ حکومت اسلامیہ بالکل مفلس اور حاجتمند تھی کس عقل کے مطابق ہے ؟

۱۲ قرآن شریف کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس میں پانچ قسم کی تحریف ہوئی کم کر دیا گیا ۔ بڑھا دیا گیا الفاظ بدل دیئے گئے ، حرف بدل دیئے گئے ، اس کی ترتیب آیتوں اور سورتوں کی خراب کر دی گئی اور اب موجودہ قرآن میں نہ فصاحت و بلاغت ہے نہ وہ معجزہ ہے بلکہ وہ دین اسلام کی بیخکنی کر رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اس میں ہے ۔ پھر یہ بھی کہنا کہ باوجود ان سب باتوں کے دین اسلام باقی ہے کس عقل کے مطابق ہے ؟

۱۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جن کو قرآن شریف میں ایمان والوں کی ماں فرمایا اور نبی کو حکم دیا کہ اگر یہ طالب دنیا ہوں تو ان کو طلاق دیدیجئے ۔ ان کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ نعوذ باللہ منافقہ تھیں ، طالب دنیا تھیں اور باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی صحبت میں رکھتے ان سے اختلاط و ملاطفت فرماتے رہے کس عقل کی بات ہے ۔

۱۴ یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت علی رضؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے طلاق دینے کا اختیار تھا اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی نہیں بلکہ آپ کی وفات کے بعد اور بہت بعد حضرت عائشہ صدیقہ کو طلاق دیدی کس عقل کے مطابق ہے ۔

۱۵ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کرنا کس عقل کے مطابق ہے ؟ لفظ اہل بیت ازروئے قواعد ولغت عرب ومحاورۂ قرآنی زوجہ کے لئے مخصوص ہے شیعوں نے زوجہ کو تو اہل بیت سے خارج کردیا اور جن لوگوں کو مجازی طور پر ازراہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت فرمایا تھا ان کے لئے اس لفظ کو خاص کردیا۔

۱۶ صحابہ جنہوں نے تمام دنیا میں اسلام پھیلایا جو قبل ہجرت ایسے نازک وقت میں اسلام لائے کہ اس وقت کلمۂ اسلام کا پڑھنا اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالنا تھا اور جب کہ بظاہر اسباب کوئی امید نہ تھی کہ کبھی اس دین کا عروج ہوگا جنہوں نے دین کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں سالہا سال تک اٹھائیں جنہوں نے دین کے لئے اپنا وطن چھوڑا۔ اپنے اعزہ اقارب سے قطع تعلق کیا۔ جنہوں نے کافروں کی بڑی بڑی سلطنتیں زیروزبر کرکے اسلامی تعلیم کو وہاں رواج دیا جو تیئیس برس تک شب و روز سفر وحضر میں سمر کاٹ ہمصحبت سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے رہے ان حضرات کے بابت (جو ہزاروں لاکھوں تھے) یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ سب لوگ دین اسلام کے دشمن تھے۔ مال دنیا کے موہوم لالچ میں منافقانہ مسلمان ہوئے تھے اور نبی کے بعد سب کے سب سوا تین چار کے مرتد ہوگئے۔ قرآن میں تحریف کردی اور وہی محرف قرآن تمام دنیا میں رائج ہوگیا، نبی کی بیٹی کو انہوں نے مارا پیٹا حمل گرایا مار ڈالا۔ سیدالانبیاء کی تیئیس برس کی صحبت وتربیت نے ان پر ذرہ برابر اثر نہ کیا وغیرہ وغیرہ یہ اعتقاد کس عقل کے مطابق ہے؟

۱۷ اپنے خانہ ساز اماموں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ نبیوں کی طرح معصوم ومفترض الطاعۃ ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رتبہ اور باقی انبیاء سے افضل تھے باوجود اس کے کہ ان کو نبی نہ کہنا چاہیئے، کس عقل کے مطابق ہے؟

۱۸ اماموں کے بابت یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ ران سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کی پیشانی پر آیت لکھی ہوتی ہے کس عقل کے مطابق ہے؟

۱۹ امام مہدی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ چار برس کی عمر میں قرآن شریف اور تمام تبرکات لیکر بھاگ گئے اور سنیوں کے خوف سے ایک غار میں جاکر چھپ رہے اور صدیوں سے اسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں کسی کو نظر نہیں آتے کس عقل کے مطابق ہے؟

ف امام مہدی کے غائب ہونے کا قصہ تمام تر خلاف عقل باتوں سے بھرا ہوا ہے، بھلا بتلایئے تو اب کونسا خوف ہے جو وہ باہر نہیں نکلتے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ڈنکے کی چوٹ دعوے نبوت کا کرے اپنے کو انبیاء سے افضل کہے حضرت عیسیٰ کی توہین کرے۔ جھوٹی پیشین گوئیاں بیان کرے۔ اپنے نہ ماننے

والے مسلمان کو کافر کہے اور کوئی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ آپکے امام مہدی مرزا سے زیادہ کونسی ایسی بات کہتے۔ وہ بھی اپنے کو نبیوں سے افضل کہتے۔ صحابہ کرام کی توہین کرتے۔ جھوٹی پیشین گوئیاں بیان کرتے۔ اپنے کو معصوم مفترض الطاعۃ کہتے۔ اپنے نہ ماننے والوں کو ناری کہتے قرآن کی توہین کرتے تو بس پھر ان کو ایسا کیا خوف ہے کہ وہ باہر نہیں نکلتے۔

۲۰ اماموں کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کے پاس عصائے موسیٰ۔ انگشتری سلیمان اور بڑے بڑے معجزات اور بڑے بڑے لشکر جنات کے ہوتے ہیں اور ان کو اپنے مرنے کا وقت بھی معلوم ہوتا ہے اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے بالخصوص حضرت علی میں علاوہ ان اوصاف کے قوت جسمانی بھی مافوق الفطرت تھی کہ جبرئیل جیسے شدید القوی فرشتہ کے پر کاٹ ڈالے پھر باوجود ان عظیم الشان طاقتوں کے یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن محرف ہوگیا۔ فدک چھن گیا۔ حضرت فاطمہ پر مار پڑی حمل گرایا گیا، شہید کی گئیں۔ حضرت علی کی لڑکی بجبر چھین لی گئی۔ حضرت علی گردن میں رسی ڈالکر کھینچے گئے۔ زبردستی بیعت لی گئی مگر وہ کچھ نہ بولے نہ معجزات سے کام لیا نہ لشکر جنات سے نہ اسی پر کچھ دل مضبوط ہوا کہ میری موت کا تو فلاں وقت مقرر ہے اور وہ بھی میرے اختیار میں ہے کس عقل کے مطابق ہے؟

۲۱ باوجود ان سب قوتوں اور سامانوں کے یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت علی کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وصیت کر گئے تھے کہ اے علی چاہے قرآن محرف ہوجائے کعبہ گرادیا جائے تمہاری عزت خاک میں ملادی جائے مگر تم صبر کئے ہوئے خاموش بیٹھے رہنا کس عقل کے مطابق ہے؟

۲۲ باوجود وصیت رسول کے اور باوصف معصوم ہونے کے حضرت علی کا ام المؤمنین حضرت صدیقہ اور حضرت معاویہ سے اس بنیاد پر لڑنا کہ وہ لوگ بے دینی کا کام کرتے تھے کس عقل کے مطابق ہے؟

ام المؤمنین اور حضرت معاویہ نے کون سی بے دینی خلفائے ثلثہ سے بڑھ کر کی تھی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ معاذاللہ خلفائے ثلثہ کے کام حضرت معاویہ وغیرہ سے بدرجہا بڑھکر ہیں۔ قرآن میں تحریف کرنا۔ متعہ جیسی مرغوب عبادت کو حرام کرنا۔ نماز تراویح جیسے گناہ بے لذت کو رواج دینا۔ فدک چھینا۔ حضرت فاطمہ کو زدوکوب کرنا۔ حضرت علی کی گردن میں رسی ڈال کر زبردستی بیعت لینا۔ ام کلثوم کو غصب کرنا ان مظالم سے بڑھ کر بلکہ ان کے برابر کونسا ظلم حضرت معاویہ وغیرہ کا تھا۔ حضرت علی خلفائے ثلثہ سے نہ لڑے اور ان سے لڑے۔ زندگی بھر خلفائے ثلثہ کی خوشامد اور ان کی جھوٹی تعریفیں کرتے رہے اور حضرت معاویہ

سے بر سر پیکار ہو گئے جناب حائری صاحب صرف اسی ایک بات کو کسی طرح مطابق عقل کر کے دکھا دیں

[23] باوجود اس کے کہ حضرت علی کے حالات خلاف شجاعت و خلاف حمیت و غیرت کتب معتبرہ شیعہ میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے کچھ قدر قلیل اوپر بیان ہوئے ۔ بقول شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عمر بھر اپنا اصلی مذہب چھپائے رہے ہمیشہ جھوٹ بولا کئے لوگوں کو جھوٹے مسئلہ بتاتے رہے پھر ان کو اسد اللہ الغالب اور اشجع الاشجعین کہنا کس عقل کے مطابق ہے ؟

[24] باوجود حضرت علی کے ان حالات کے اور باوجود اس کے کہ حضرت علی سے زندگی بھر کوئی کارنمایاں نہیں ہوا زمانہ رسول میں جو کام انہوں نے کئے وہ رسول کی پشت پناہی اور ان کے اقبال سے ۔ ان کا ذاتی جوہر تو اس وقت معلوم ہوتا جب وہ رسول کے بعد کوئی کام کر کے دکھاتے مگر ایسا واقعہ بھی کوئی شیعہ نہیں پیش کر سکتا ۔ ایسے شخص کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ اصلاح عالم اسی کی خلافت میں تھی اور رسول نے اسی کو اپنا خلیفہ بنایا تھا کس عقل کے مطابق ہے ؟

[25] اصحاب ائمہ میں باہم نزاع ہوا اور باوصف امام کے زندہ موجود ہونے کے وہ نزاع رفع نہ ہو بلکہ ترک سلام و کلام کی نوبت آجائے مگر شیعہ ان میں سے کسی کو خاطی نہ کہیں سب کو اچھا سمجھیں اور اصحاب رسول میں اگر کوئی ایسا واقعہ ہو گیا ہو تو وہاں ایک فریق کو بُرا کہنا ضروری سمجھیں کس عقل کے مطابق ہے ؟

[26] اصحاب ائمہ میں باقرار شیعہ نہ امانت تھی نہ صدق ائمہ پر افترا بھی کرتے تھے ۔ ائمہ ان کی تکذیب بھی کرتے تھے ، ائمہ سے نہ انہوں نے اصول دین کو یقین کے ساتھ حاصل کیا تھا نہ فروع کو ائمہ ان سے تقیہ کرتے رہے اپنا اصلی مذہب ان سے چھپایا کئے باایں ہمہ ان اصحاب ائمہ کی روایات پر اعتبار کرنا اور مذہب شیعہ کی تعلیمات کو ائمہ کی طرف منسوب کرنا کس عقل کے مطابق ہے ؟

[27] اولاد رسول میں گنتی کے بارہ تیرہ اشخاص کو مان کر باقی سیکڑوں ہزاروں نفوس کو بُرا کہنا ۔ اُن سے عداوت رکھنا اُن پر تبرا بھیجنا اور اس حالت پر محبت آل رسول کا دعویٰ کرنا کس عقل کے مطابق ہے

یہاں تک تو آپ کے اعتقادات کا نمونہ یکے از ہزار و مشتے از خروار دکھایا گیا ۔ اب ذرا اعمال کی طرف توجہ فرمایئے ۔

[28] جھوٹ بولنا جس کو ہر زمانہ میں تمام دنیا کے عقلاء نے بدترین عیب قرار دیا تمام مذاہب نے اس کو گناہِ عظیم مانا اس کو عبادت قرار دیا اور پھر عبادت بھی اس درجہ کی کہ دین کے دس حصہ ہیں ان میں سے نو حصے جھوٹ میں ہیں اور ایک حصہ باقی عبادات نماز روزہ حج زکوٰۃ

جہاد وغیرہ میں ہے اور جو جھوٹ نہ بولے وہ بے دین و بے ایمان ہے اور انبیاء و ائمہ و پیشوایان دین مبلغین شریعت کا دین ہی تھا کہ وہ جھوٹ بولتے اور جھوٹے مسئلے لوگوں کو بتایا کرتے تھے کس عقل کے مطابق ہے ؟ ضرورت شدیدہ کے وقت جھوٹ بولنا اگر جائز ہوتا یعنی اس کے ارتکاب میں نہ گناہ ہوتا نہ ثواب تو اس میں کچھ اعتراض نہ ہوتا ۔

ضرورت شدیدہ کے وقت سور کا گوشت کھا لینا بھی جائز ہے جو کچھ اعتراض ہے وہ اس کے عبادت اور بے انتہا ثواب اور اس کے رکن اعظم دین ہونے پر اور اس پر کہ پیشوایان مذہب کا اس کو شیوہ گنا جاتا ہے اور وہ بھی دینی تعلیم میں ۔

[29] دین و مذہب کے چھپانے کی تاکید کرنا اور اپنا اصلی مذہب ظاہر کرنے کو بدترین گناہ قرار دینا کس عقل کے مطابق ہے ؟

[30] زنا کی اجازت دینا اور اس کو حلال کہنا عورت و مرد کی رضامندی کو نکاح کے لئے کافی قرار دینا نہ گواہ کی ضرورت نہ مہر کی نہ کسی اور شرط کی کس عقل کے مطابق ہے ؟

[31] متعہ کو نہ صرف حلال کہنا بلکہ اس کو ایسی اعلیٰ عبادت قرار دینا اور اس میں ایسا ثواب بیان کرنا کہ نکاح تو نکاح نماز و روزہ حج و زکوٰۃ میں بھی وہ ثواب ملتا نہیں کس عقل کے مطابق ہے کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ متعی مرد و عورت جو حرکات کرتے ہیں ہر حرکت پر ان کو ثواب ملتا ہے ۔ غسل کرتے ہیں تو غسالہ کے ہر قطرہ سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں اور یہ فرشتے قیامت تک تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اس کا ثواب متعی مرد و عورت کو ملتا ہے ۔ ایک مرتبہ متعہ کرے تو امام حسین کا دو مرتبہ کرے تو امام حسن کا تین مرتبہ کرے تو حضرت علی کا چار مرتبہ کرے تو رسول خدا کا رُتبہ ملتا ہے ۔ جو متعہ نہ کرے گا وہ قیامت کے دن نکٹا اٹھےگا ۔ استغفر اللہ ۔

[32] اصحاب رسول کو بُرا کہنا گالی دینا اور سب و دشنام کو اعلیٰ درجہ کی عبادت سمجھنا کس عقل کے مطابق ہے ؟

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد مذہب معلوم اہل مذہب معلوم

[33] کافر عورتوں کو ننگا دیکھنے کا جواز کس عقل کے مطابق ہے ؟

[34] ستر عورت صرف بدن کے رنگ کو قرار دینا اور کوئی ایسا ضماد وغیرہ جس سے صرف بدن کا رنگ بدل جائے لگا کر لوگوں کے سامنے برہنہ ہو جانا کس عقل کے مطابق ہے ؟

[35] عورتوں کے ساتھ وطی فی الدبر یعنی فعل خلاف وضع نظری کا ارتکاب جائز کہنا کس عقل

کے مطابق ہے ؟

۳۶ بے وضو و بلا غسل سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ کو جائز کہنا کس عقل کے مطابق ہے ؟

۳۷ کسی میت کی نماز جنازہ میں شریک ہو کر بجائے دعا کے اس کو بد دعا دینا سخت دغا فریب ہے کیونکہ نماز جنازہ دعائے خیر کے لئے ہے نہ دعائے بد کے لئے یہ دغا و فریب کس عقل کے مطابق ہے ؟

۳۸ نماز زیارت ائمہ ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے پڑھنا گو قبلہ کی طرف پیٹھ ہو جائے کس عقل کے مطابق ہے ؟

۳۹ نجاست میں غلیظ میں پڑی پڑی ہوئی روٹی کو ائمہ معصومین کی غذا بتانا اور یہ کہنا کہ جو ایسی غذا کھائے وہ جنتی ہے کس عقل کے مطابق ہے ؟

۴۰ احادیث ائمہ میں اس قدر اختلاف ہونا کہ کوئی مسئلہ نہیں جس میں اماموں نے مختلف و متضاد فتوے نہ دیئے ہوں کس عقل کے مطابق ہے ؟

اکابر مجتہدین شیعہ اپنی احادیث کے اس عظیم الشان اختلاف سے سخت حیران و پریشان ہیں واقعی ایسا اختلاف کسی مذہب کی روایت میں نہیں ہے۔ مجتہدین شیعہ کو مجبور ہو کر اس کا اقرار کرنا پڑا کہ ہمارے ائمہ معصومین کا اختلاف سنیوں کے شافعی حنفی کے اختلاف سے بدرجہا زائد ہے۔ بہت سے شیعہ جب اپنے اس مذہبی اختلاف سے واقف ہوئے تو مذہب شیعہ سے پھر گئے اس کا بھی اقرار مجتہدین شیعہ کی زبان سے موجود ہے۔

ان تمام مسائل کیلئے کتب شیعہ کا حوالہ ان کی کتابوں کی اصلی عبارتیں انشاء اللہ تعالے خاتمہ میں ملیں گی۔

جناب حائری صاحب نے مذہب شیعہ کے مطابق عقل ہونے کی چند مثالیں بھی پیش کی ہیں جن سے تعجب ہوتا ہے کہ اس قدر غلط بیانی سے آخر کیا نتیجہ ہوتا ہے **مثلاً** یہ کہ مذہب شیعہ اصول فرقہ بندی کے نزاعات سے ارفع ہے حالانکہ مذہب شیعہ نے جس قدر نزاعات برپا کئے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ اسی امامت کے لئے بھائی بھائی میں لڑائی چچا بھتیجے میں لڑائی وکشت و خون ہو گئے۔ مذہب شیعہ میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ خدا کی پناہ کوئی کسی کو امام کہتا ہے کوئی کسی کو اور مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ غیر معصوم کی پیروی سے نجات دیتا ہے کس قدر غلط بات ہے۔ اول تو

جن کو آپ معصوم کہتے ہیں وہ سب غیر معصوم تھے۔ دوسرے مجتہدوں کی تقلید جیسے آپکے یہاں ہے سب جانتے ہیں۔ اور مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ احبار پرستی کو مٹاتا ہے کیسا جھوٹ ہے۔ انسان پرستی تو آپ کے مذہب کی بنیاد ہے، ائمہ کو خدائی اختیارات دینا۔ تعزیہ پرستی کی تعلیم کرنا اور اس پر یہ دعویٰ آپ ہی کا کام ہے۔ اور مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ چند الفاظ کے دہرانے پر اعزام مذہب کو ختم نہیں بلکہ ہمہ وقت عبادت کی تعلیم دیتا ہے کیسا نمایاں دروغ ہے مذہب شیعہ میں عبادت کونسی ہے گالی دینا۔ جھوٹ بولنا متعہ کرنا زیادہ سے زیادہ تعزیئے نکالنا ماتم کرنا اور مثلاً یہ کہ مذہب شیعہ بڑی عمدہ صفات والا خدا پیش کرتا ہے۔ مذہب شیعہ کے خدا کی حالت اوپر معلوم ہو چکی اور **مثلاً** یہ کہ مذہب شیعہ قوم و ملک کا امتیاز نہیں کرتا۔ سب مسلمانوں کو ایک رتبے میں کر دیتا ہے کیسا تاریک جھوٹ ہے۔ سادات کی اس قدر فضیلت سید ہونے پر اتنا ماننا۔ اور پھر یہ دعویٰ۔ سبحان اللہ! اہل سنت البتہ نسب کی وجہ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے بلکہ مدار فضیلت تقویٰ ہے اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت عمر فاروق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور تمام صحابہ سے افضل مانا گیا غرض کہ جناب حائری صاحب نے مذہب اہل سنت کے تمام صفات اپنے مذہب کے لئے ثابت کر دیئے۔ ان کو کیا خبر تھی کہ کوئی ان خرافات کا جواب لکھے گا اور ان دروغ بیانیوں کی حقیقت کھل جائے گی۔

اب یہ دیکھئے کہ جناب حائری صاحب نے مذہب شیعہ کو کس طرح مٹایا ہے کہ اس کی خاک کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رکھا۔ قرآن شریف پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کر کے اس کے ثبوت میں ص۱۸ میں فرماتے ہیں۔

اس مقدس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت جس میں دنیا کی کوئی کتاب اس کے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی وہ حیرت انگیز روحانی انقلاب ہے جو اس کے ذریعہ سے دنیا میں نمودار ہوا اور اسی کی طرف اس کے ان پاک الفاظ میں اشارہ ہے جس سے یہ کتاب (قرآن) شروع ہوتی ہے ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين ط یعنی یہ کتاب (قرآن) اس میں کوئی شک نہیں۔ ایک عظیم الشان اور کامل ہدایت ہے متقیوں کے لئے یہ بات کہ جو انقلاب اس کتاب نے پیدا کیا اس کی کوئی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی سب کو مسلم ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام جو تمام نبیوں سے اور

"تمام مذہبی مصلحوں سے بڑھ کر کامیاب ہوئے تو یہ کامیابی اسی پاک کتاب قرآن کے ذریعہ سے دقوع میں آئی اس کے احکام نے ہر قسم کی خطرناک بدیوں کو جو ہزاروں سال سے جڑ پکڑے ہوئے تھیں جیسے بت پرستی، شراب خواری وغیرہ خس و خاشاک کی طرح نیست و نابود کردیا اور جزیرہ نمائے عرب میں ان کا نشان تک باقی نہ چھوڑا خطرناک جنگجو قوموں کو جنگی عداوتیں صدیوں سے چلی آتی تھیں ایک متحد قوم بنا دیا۔ اور ایک ان پڑھ قوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ علوم و تہذیب کے علم بردار بنا کر ان کو دنیا کا پیشرو بنا دیا۔

عزیزو! ایک غائر نظر ڈالو دیکھو قرآن کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کی شوکت و عظمت کا ایک ایسا مؤثر نقشہ کھینچتا ہے جس کی نظیر ہمیں کسی دوسری مقدس کتاب میں نظر نہیں آتی اور اس طرح پر یہ قرآن تحدی کرتا ہے فأتوا بسورة من مثله یعنی اس جیسی ایک ہی سورت پیدا کرو جس کا جواب دنیا میں نہ ہوسکا،

عرب کو چھوڑ و ساری نسل انسانی قرآن مجید کے نزول سے پہلے قعر مذلت میں گر پڑی تھی جہالت اور تاریکی کے بادل اخلاق اور روحانیت کے آسمان پر ایسے چھائے ہوئے تھے کہ روشنی کی شعاع نظر نہ آتی تھی۔ خدا کے قانون بڑی دلیری سے توڑے جاتے اور الٰہی حد بندیوں سے بڑی بیباکی کے ساتھ تجاوز کیا جاتا تھا۔ فسق و فجور کی حکومت ساری روئے زمین پر تھی مگر عرب کا ملک سب سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ نہ صرف ایک قسم کے فاحش امور ہی کے مرتکب ہوتے بلکہ ان کے ارتکاب پر اپنی مجلسوں میں اور اپنے اشعار میں فخر کرتے۔ ایک تھوڑے عرصہ کے اندر اسی قرآن کی تعلیم نے ان کو ایک خدا پرست راستباز انسانوں کی جماعت بنا کر دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کردیا، اور دوسروں میں بھی انہوں نے وہی روح پھونک دی جو قرآنی تعلیم کے مطابق خود ان کے اندر کام کر رہی تھی۔ قرآن کے متعلق بھی تمام شیعوں کا یہی عقیدہ ہے اس لئے شیعوں کو کہا جاتا ہے کہ قرآن پر ان کا ایمان نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔

اسی قسم کا مضمون رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۸ پر بھی ہے۔

حائری صاحب نے قرآن شریف کی عظمت اور اس کی عجیب و غریب تاثیرات کی بابت جو کچھ لکھا سچ لکھا ہے اور واقعی اگر شیعوں کا عقیدہ یہی ہے تو ان کا ایمان قرآن شریف پر ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ شیعوں کا عقیدہ اس کے بالکل خلاف ہے۔

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید نے حیرت انگیز روحانی انقلاب پیدا کیا جس میں دنیا کی کوئی قوم اس کی مشابہت کا دعویٰ نہیں کرسکتی ہرگز نہیں شیعوں کا مذہب تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم نے کچھ اثر نہیں کیا تیئیس برس میں صرف تین چار شخص مسلمان ہوئے باقی تمام لوگ طمع دنیا سے منافقانہ اسلام لائے تھے اور نبی کی وفات پاتے ہی علانیہ مرتد ہوگئے

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہوسکتا ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام سب نبیوں سے زیادہ کامیاب ہوئے۔ تین چار شخصوں کو تیئیس برس کی کوشش بلیغ میں مسلمان کرلیا وہ بھی اس طرح کہ کامل الایمان صرف دو ہی تھے۔ ایک علی اور دوسرے مقداد۔ رجال کشی ص ۸ میں ہے۔

ارتد الناس الا ثلثة نفر سلمان وابوذر ومقداد وان اردت الذی لم یشك ولم یدخله شیئ فالمقداد یعنی سب لوگ مرتد ہوگئے سوا تین اشخاص کے سلمان، ابوذر، مقداد۔ اور اگر تم ایک ایسا شخص چاہتے ہو جس نے بالکل شک نہ کیا ہو اور اس کے دل میں کوئی برائی نہ ہو تو وہ صرف مقداد تھے۔ پس بتلایئے یہ کونسی کامیابی ہے بلکہ آپ کے مذہب کے رُو سے تو پیغمبر اسلام سب نبیوں سے زیادہ ناکام رہے۔

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہوسکتا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب سے تمام خطرناک بدیاں بت پرستی و شراب خواری وغیرہ کا نشان قرآن نے مٹا دیا تھا۔ کیا صحابہ کرام کو تمام بدیوں سے پاک سمجھنا آپ کا مذہب ہے! آپ کا مذہب تو یہ ہے کہ تمام عرب سوا تین چار کے ان ہی بدیوں میں مبتلا رہا خلیفہ ثانی آخر وقت تک شراب پیتے رہے نعوذ باللہ۔

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام باہمی عداوت و جنگجوئی سے پاک ہو کر ایک متحد قوم بن گئے تھے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ آپ کا مذہب بالکل اس کے خلاف ہے۔ ان میں وہی دیرینہ عداوتیں آخر تک قائم رہیں اور آپس میں برابر لڑتے اور بغض و عناد رکھتے تھے۔

کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام اعلیٰ علوم اور تہذیب کے علمبردار

اور تمام دنیا کے پیشوا اور رہنما تھے، آپ کا مذہب تو یہ ہے کہ وہ علم دین سے بے بہرہ اور نعوذ باللہ گمراہ تھے اور انہوں نے وہ وہ ظلم کئے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ اپنے نبی کی بیٹی کو مارا حمل گرایا ان کا حق چھین لیا۔ خلیفہ برحق کو ذلیل و خوار کیا قرآن میں تحریف کر ڈالی۔ کیا اسی کا نام تہذیب و اعلیٰ علوم کی علمبرداری ہے۔ کیا یہ مذہب شیعوں کا ہے یا ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام خدا پرست اور راستباز انسانوں کی جماعت بن گئے تھے اور قرآنی تعلیم کی روح ان کے اندر کام کر رہی تھی اور وہی روح انہوں نے دوسروں میں پھونک دی تھی اور وہ تمام دنیا کے ہادی و مصلح تھے۔ تمام عالم جانتا ہے کہ صحابہ کرام کے یہ فضائل و مناقب جو آپ کی اس عبارت میں ہیں آپ کے مذہب کے بالکل خلاف ہے۔ یہ تمام چیزیں تو اہل سنت کے مذہب کی ہیں۔

جناب حائری صاحب قرآن شریف پر ایمان رکھنے کا جو آپ نے دعویٰ کیا ہے یہ اسکا نتیجہ ہے کہ آپ کو اہل سنت کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔ صحابہ کرام کے تمام بدیوں سے پاک ہونے اور اعلیٰ علوم و تہذیب کے علمبردار بن کر تمام عالم کے پیشوا ہونے خدا پرست اور راستباز خدا پرستی اور قرآنی تعلیم کے مروج ہونے کا اقرار کرنا پڑا۔ کیا ان سب اقراروں کے بعد مذہب شیعہ کا نام و نشان باقی رہ گیا اور کیا اب بھی اس میں کچھ شک ہے کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان بغیر اہل سنت کے دامن میں پناہ لئے ہوئے نصیب نہیں ہو سکتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بحث اول میں ہم اکابر علمائے شیعہ کا اقرار بھی اس مضمون کے متعلق نقل کریں گے کہ جن لوگوں نے قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ انہوں نے مذہب امامیہ کو مٹا دیا اور اہل سنت کے ان اعتراضات کو جو مسئلہ امامت پر ہیں دانستہ یا نادانستہ زندہ کر دیا۔

بحث اوّل اس بیان میں کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے

واضح ہو کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآن موجود پر ہو سکتا ہے نہ کسی اور موہوم فرضی قرآن پر اور ان کے ایمان نہ ہو سکنے کی وجہ صرف عقیدۂ تحریف نہیں بلکہ بہت سی وجوہ ہیں جن میں سے صرف وہی تین وجوہ اس وقت پیش کی جاتی ہیں جو آج سے چار برس پہلے مناظرہ امروہہ میں پیش ہو چکی ہیں۔ شاید اتنے دنوں کی غور و فکر کے بعد اب حائری صاحب یا کوئی اور مجتہد شیعہ ان کا جواب دے سکیں۔

وجہ اول یہ کہ حضرات شیعہ کا نہایت ضروری عقیدہ بلکہ ان کے مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ ناقلان قرآن و راویان دین و ایمان کی پہلی جماعت یعنی صحابہ کرام کی جماعت ساری کی ساری جھوٹی تھی ان میں ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا جو جھوٹا نہ ہو۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بخیال شیعہ اس جماعت میں دو گروہ تھے ایک[1] حضرات خلفائے ثلثہ اور ان کے ساتھیوں کا جو بڑا گروہ تھا۔ ہزاروں لاکھوں آدمی اس گروہ میں تھے۔ دوسرا[2] گروہ حضرت علی مرتضیٰ اور ان کے ساتھیوں کا جس میں گنتی کے چار پانچ آدمی بیان کئے جاتے ہیں۔ بنا بر مذہب شیعہ جھوٹے یہ دونوں گروہ تھے۔ مگر پہلے گروہ کے جھوٹ کا نام نفاق ہے اور دوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام تقیہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلا گروہ جھوٹ بولتا تھا مگر جھوٹ کو عبادت نہ جانتا تھا اور دوسرا گروہ یعنی حضرت علی اور ان کے ساتھ والے جھوٹ بولنے کو بہت بڑی عبادت[3] اور بہت ضروری فرض جانتے تھے۔ نیز پہلا گروہ بخیال شیعہ مافوق الفطرت قوت اپنے اندر رکھتا تھا کہ اپنے مختلف الطبائع اشخاص کو جن کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی بآسانی جھوٹ پر متفق کر لیتا تھا۔ حالانکہ اتنے بڑے

[1] کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران جو مذہب شیعہ کی معتبر کتاب ہے اس کے صفحہ ۸۴ میں ہے ما من الامة احد بایع مکرها غیر علی و أربعتنا یعنی امت میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے بغیر دلی رضامندی کے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ہو سوا علی اور ہمارے چار اشخاص۔ [2] مراد ابوذر سلمان مقداد عمار معلوم ہوا کہ تمام امت دل و زبان سے حضرت ابوبکر کے ساتھ تھی یہ پانچ شخص جن کا ظاہر و (باقی حاشیہ ص ۲۲ پر)

گروہ کو جھوٹ پر متفق کر لینا فطرۃً محال ہے ——— لہذا شیعوں کو نہ صرف قرآن کا بلکہ دین کی کسی چیز کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئے نبوت و دلائل نبوت وغیرہ کا کسی طرح یقین نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی ہر چیز صحابہ کرام ہی کے نقل و روایت سے مابعد والوں کو ملی ہے اور ظاہر ہے کہ جھوٹوں اور جھوٹ پر اتفاق کرنے والوں کی نقل و روایت پر کسی طرح یقین و ایمان نہیں ہو سکتا۔

وجہ دوم یہ کہ باقرار[1] شیعہ و مطابق روایات شیعہ یہ قرآن خلفائے ثلثہ کے اہتمام و انتظام سے جمع ہوا اور انہیں کے ذریعہ سے تمام عالم میں پھیلا اور اس کی کوئی قابل وثوق تصدیق ان حضرات سے جن کو شیعہ ائمہ معصومین کہتے ہیں شیعوں کی کتابوں میں منقول نہیں ہے اور حضرات خلفائے ثلثہ کے متعلق شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ وہ صرف مخالف دین نہیں بلکہ دشمن دین تھے۔ **لہذا** جو چیز دین کی دشمن دین کے ہاتھ سے ملے جو معاذ اللہ خائن بھی ہو کاذب بھی ہو تخریب دین کے درپے بھی ہو صاحب سلطنت و شوکت بھی ہو ایسی فوق الفطرت قوت بھی رکھتا ہو کہ جھوٹ پر سب کو متفق کر کے ایک بے بنیاد بات کو متواتر اور ایک متواتر کو بے بنیاد بنا دے اور اس دشمن کے سوا کوئی دوسرا نکاس بھی اس چیز کا نہ ہو کسی دوسرے معتبر ذریعہ سے اس کی تصدیق ہوئی ہو بھلا وہ چیز قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔ اس پر کسی سمجھ دار کا ایمان ہو سکتا ہے؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)
باطن یکساں نہ تھا زبان سے تو ابوبکر صدیق کے ساتھ تھے دل کسی اور طرف تھے۔ یہی مضمون دوسری کتب کافی وغیرہ میں بروایات کثیرہ منقول ہے ۱۲ [2] یہ مسئلہ خاتمہ میں بحوالہ کتب شیعہ مفصل بیان کیا جائے گا ۱۲ [3] اس کی مثالیں بنا بر مذہب شیعہ بہت ہیں منجملہ ان کے یہ کہ بقول شیعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام غدیر میں ستر ہزار کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا اعلان کر دیا مگر خلفائے ثلثہ نے اس واقعہ کو جھٹلا دیا اور سب کو اس بات پر متفق کر دیا کہ حضرت نے کسی کی خلافت کا اعلان نہیں دیا۔ اور مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں حضرت ابوبکر صدیق کو امام نماز نہ بنایا تھا مگر خلفائے ثلثہ نے سب کو اس جھوٹ پر متفق اور اس کی روایت کو متواتر بنا دیا ۱۲۔

[1] اقرار شیعہ کی قید اس لئے لگائی کہ اہل سنت میں تو اس کی بابت کچھ اختلاف بھی ہے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ قرآن خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع کیا ہوا ہے مگر شیعوں میں اس کی بابت کوئی اختلاف نہیں ہے ان کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ یہ قرآن جمع کیا ہوا خلفائے ثلثہ کا ہے جو شیعہ اس کے خلاف کہے وہ اپنے مذہب کی کوئی روایت اپنی تائید میں نہیں پیش کر سکتا ۱۲

حاشا ثم حاشا ہرگز نہیں۔

وہ زمانہ تو بالکل آغاز اسلام کا تھا آج اگر کوئی یہودی قرآن شریف لکھ کر فروخت کرے تو کوئی مسلمان اس پر اعتبار نہ کرے گا نہ اس کو خریدے گا تا وقتیکہ کسی معتبر حافظ کو دکھلا کر اس کی تصدیق نہ کرائے یا کسی صحیح نسخہ سے اس کا مقابلہ نہ کرائے۔ یہ بالکل بدیہی بات ہے لہذا شیعوں کا ایمان کسی طرح قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا۔

وجہ سوم یہ کہ شیعوں کی معتبر اور نہایت معتبر کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات قرآن شریف میں پانچ قسم کی تحریف کی موجود ہیں کمی و بیشی، تبدل الفاظ، تبدل حروف، خرابی ترتیب آیات و سور و کلمات اور یہ روایات ان تین اقراروں کے ساتھ ہیں۔ اقرار اول۔ علمائے شیعہ کا یہ کہ روایات کثیر اور متواتر ہیں، اقرار[1] دوم علمائے شیعہ کا یہ کہ یہ روایات تحریف قرآن پر صراحۃً دلالت کر رہی ہیں۔ اقرار سوم علمائے شیعہ کا یہ کہ انہیں روایات کے مطابق شیعہ تحریف قرآن کے معتقد بھی ہیں۔

نمونے کے طور پر ہر قسم کی تحریف کی روایتیں علیحدہ علیحدہ لکھتا ہوں اس کے بعد یہ تینوں اقرار نقل کروں گا۔ کتب شیعہ کے تتبع کی محنت اٹھا چکنے کے بعد جب کہ النجم میں بحث تحریف لکھی جا چکی ایک مفرد و بے نظیر کتاب بحث تحریف کی مجھے ملی جس کا نام فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب ہے یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں ایران میں چھپی ہے مصنف اس کے علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی اکابر علمائے شیعہ سے ہیں۔ واقعی یہ کتاب نہایت جامع کتاب ہے عقلی و نقلی ہر طریقے سے انہوں نے قرآن کا محرف ہونا اپنے مذہب کی بنا پر ثابت کر کے تمام روایات تحریف جمع کی ہیں اور شیعوں میں گنتی کے چار اشخاص جو جمیع اقسام تحریف کے منکر ہیں ان کی خوب خبر لی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ کوئی شیعہ تحریف کا منکر نہیں ہے نہ منکر ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کے بعض منقولات انشاء اللہ تعالیٰ مناسب موقع سے بیان کئے جائیں گے۔ اب ہر قسم کی روایتیں دیکھئے۔

قرآن شریف کے کم کئے جانے کی روایتیں

(۱) اصول کافی جو مذہب شیعہ کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے جس کے مصنف محمد بن یعقوب کلینی

ہیں جو بیک واسطہ امام معصوم مفترض الطاعۃ یعنی حضرت امام حسن عسکری کے شاگرد ہیں۔ یہ کتاب بذریعہ سفیروں کے امام غائب کے پاس غار میں بھیجی گئی اور امام غائب نے اس کو دیکھ کر تصدیق کی اور فرمایا ھذا کافٍ لشیعتنا یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے اسلئے اس کتاب کا نام کافی رکھا گیا۔ اس کتاب میں ایک باب ہے باب انه لم یجمع القرآن کله الا الائمة یعنی یہ باب ان حدیثوں کے بیان میں ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پورا قرآن سوا ائمہ کے کسی نے جمع نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ جو قرآن آجکل موجود ہے ائمہ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے لہذا اس کا ناقص ہونا ثابت ہوگیا۔

(۲) اسی کتاب میں ایک باب ہے باب فیه نکت ونتف من التنزیل فی الولایة یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ امامت کے متعلق قرآن میں قطع و برید کی گئی اسی باب کے صفحہ ۲۶۲ پر ایک روایت ہے

عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ علیه السلام فی قول اللہ عزوجل ومن یطع اللہ ورسوله فی ولایة علی فقد فاز فوزاً عظیماً هکذا نزلت	ابوبصیر امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرتا ہے کہ اللہ عزوجل کا قول ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی فقد فاز فوزاً عظیما۔ اسی طرح نازل ہوا تھا۔

ف اب قرآن شریف میں فی ولایۃ علی کا لفظ نہیں ہے بغیر اس لفظ کے آیۃ قرآنی کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ مگر اس لفظ کے ساتھ آیۃ کا یہ مطلب ہوا کہ کامیابی کا وعدہ صرف ان احکامات کی اطاعت پر ہے جو امامت حضرت علی سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۳) اسی کتاب کے باب مذکور میں عبداللہ بن سنان سے روایت ہے،

عن ابی عبداللہ علیه السلام فی قوله ولقد عهدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمة والحسن والحسین والائمة من ذریتهم فنسی هکذا واللہ انزلت علی محمد صلی اللہ علیه وآله ـ	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کہ اللہ تعالٰی کا قول ولقد عہدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمہ والحسن والحسین والائمۃ من ذریتہم فنسی۔ اللہ کی قسم اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل کیا گیا تھا۔

ف اب قرآن شریف میں کلمات فی محمد وعلی وفاطمہ والحسن والحسین والائمۃ من ذریتہم نہیں ہے۔ بغیر ان الفاظ کے آیت کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے آدم کو پہلے ہی حکم دیا تھا مگر وہ بھول گئے

اور وہ حکم دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک درخت کے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی مگر ان الفاظ کے ساتھ یہ مطلب ہوا کہ آدم کو محمد وعلی وفاطمہ وحسنین و دیگر ائمہ کے متعلق کوئی حکم دیا گیا تھا اور وہ حکم کافی کی دوسری روایات میں اور نیز اور بہت سی روایات میں مذکور رہے کہ حضرت آدم کو ائمہ پر حسد[ل] کرنے کی ممانعت کی گئی تھی مگر انہوں نے حسد کیا اور اسی کی سزا میں جنت سے نکال دیئے گئے۔

(۴) اسی کتاب کے باب مذکور میں جابر ی سے روایت ہے کہ

عن ابی جعفر علیه السلام قال نزل جبرئیل بهذه الآیة علی محمد صلی اللہ علیه وآله بئسما اشتروا به انفسهم ان یکفروا بما انزلنا فی علی بغیا ـ	امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبریل اس آیۃ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر اسطرح لیکر آئے تھے بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزلنا فی علی بغیا

ف اب قرآن مجید میں فی علی کے لفظ کا پتہ نہیں بغیر اس لفظ کے اس آیت میں خدا کی ہر نازل کی ہوئی چیز کے انکار کی مذمت تھی مگر اس لفظ کے ساتھ صرف امامت علی کے انکار کی مذمت ہوئی

(۵) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں کے فرمایا

نزل جبرئیل بهذه الآیة علی محمد صلی اللہ علیه وآله هکذا ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فأتوا بسورة من مثله	جبریل اس آیت کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسطرح لیکر آئے تھے ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فأتوا بسورۃ من مثلہ۔

ف اب اس آیت میں فی علی کا لفظ نہیں ہے۔ اس آیت میں قرآن شریف کا معجزہ ہونا بیان فرمایا ہے کہ اس کے مثل ایک سورت بھی کوئی نہیں بنا سکتا۔ فی علی کے لفظ سے معلوم ہوا کہ پورا قرآن معجزہ نہ تھا بلکہ اعجاز صرف ان آیتوں میں تھا جو حضرت علی کے متعلق تھیں مگر افسوس کہ اب وہ آیتیں قرآن میں نہیں ہیں۔

(۶) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے

فی قول اللہ عزوجل کبر علی المشرکین بولایة علی ما تدعوهم الیه یا محمد من ولایة علی هکذا فی الکتاب مخطوطة	اللہ عزوجل کا قول کبر علی المشرکین بولایۃ علی ما تدعوہم الیہ یا محمد من ولایۃ علی اسی طرح قرآن میں لکھا ہوا ہے۔

ف ائمہ کے قرآن میں اسی طرح ہوگا۔ مگر ہمارے قرآن پاک میں تو اب ولایۃ علی اور یا محمد من ولایۃ علی

[ل] حضرت آدم کے حسد کرنے کا اور ان کی تذلیل و توہین کا مختصر حال خاتمہ میں انشاء اللہ آئے گا۔

کہیں نہیں ہے۔ آیت کا تو مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دین ناگوار ہے مگر ان انوکھے الفاظ کے ملانے سے مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی کی امامت میں جو لوگ شرک کرتے ہیں صرف ان کو آپ کی دعوت دین اور وہ بھی فقط امامت علی کے متعلق ناگوار ہے باقی حصہ آپ کی دعوت کا کسی کو ناگوار نہیں نہ توحید ناگوار ہے نہ رسالت نہ اور کچھ۔

(۷) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ

فی قولہ سال سائل بعذاب واقع للکافرین بولایۃ علی لیس لہ دافع ھکذا واللہ نزل بھا جبریل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ۔	اللہ تعالیٰ کا قول سال سائل بعذاب واقع للکافرین بولایۃ علی لیس لہ دافع۔ اسی طرح اللہ کی قسم جبریل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لیکر نازل ہوئے تھے

ف اب بولایۃ علی کا لفظ آیت میں نہیں ہے۔ آیت میں مطلق کافروں کے عذاب کا ذکر تھا کہ اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ مگر اس لفظ کے ملانے سے آیت میں صرف امامت علی کے کفر کرنے والوں کا عذاب بیان ہوا کہ اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

(۸) اسی کتاب کے باب مذکور میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ۔

نزل جبریل بھذہ الآیۃ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ھکذا فبدل الذین ظلموا آل محمد حقھم قولاً غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا آل محمد حقھم رجزا من السماء بما کانوا یفسقون	جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اس طرح لیکر نازل ہوئے تھے فبدل الذین ظلموا آل محمد حقھم قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا آل محمد حقھم رجزا من السماء بما کانوا یفسقون

ف اب قرآن مجید میں اس آیت میں آل محمد حقھم کا لفظ دونوں جگہ سے نکلا ہوا ہے بغیر اس لفظ کے آیت میں بنی اسرائیل کے واقعہ کا بیان ہے کہ اُن سے خدا نے فرمایا تھا کہ اس بستی میں جاؤ اور بستی میں داخل ہوتے وقت حطۃ کہنا مگر انہوں نے از راہ شرارت اس لفظ کو بدل دیا جس کی وجہ سے ان پر عذاب آیا۔ مگر اس لفظ کے ملانے سے معلوم ہوا کہ آیت میں ذکر بنی اسرائیل کا نہیں بلکہ صحابہ کرام کا حال بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے آل محمد پر ظلم کیا اور اس کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب آیا۔ مگر افسوس کہ واقعات سے اس مطلب کی تائید نہیں ہوتی۔ براہِ عنایت کوئی مجتہد صاحب بتادیں کہ صحابہ کرام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

کونسا ظلم آل محمد پر کیا تھا اور کونسا عذاب ان پر آسمان سے آیا تھا۔

اسی قسم کی روایات اس کتاب کے باب مذکور میں بکثرت ہیں۔

(۹) اسی کتاب کے باب النوادر صـ۶۷۱ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

ان القرآن الذی جاء بہ جبریل علیہ السلام الیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سبعۃ عشر الف آیۃ	بہ تحقیق جو قرآن جبریل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر لیکر آئے تھے اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔

ف اب قرآن شریف میں علی اختلاف الروایات چھ ہزار چھ سو سولہ آیتیں ہیں لہذا آدھے سے بہت زیادہ قرآن نکل گیا۔

جناب حائری صاحب بڑی جرأت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ سنیوں کا افترا ہے کہ شیعہ چالیس پارہ قرآن کے قائل ہیں۔ اجی حضرت جس سنی نے کہا ہو اس نے افترا نہیں کیا بلکہ بڑی عنایت آپ لوگوں پر کی آپ لوگ تو چالیس پارہ سے بھی زیادہ کے قائل ہیں اسی روایت سے حساب لگا کر دیکھ لیجئے۔ حائری صاحب! سچی بات کو جھٹلانے کا نتیجہ سوا رسوائی کے اور کچھ نہیں

(۱۰) کتاب احتجاج کہ وہ بڑی معتبر کتاب مذہب شیعہ کی ہے اس کے مصنف شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے دیباچہ کتاب میں لکھ دیا ہے کہ اس کتاب میں سوا امام حسن عسکری کے اور جس قدر ائمہ کے اقوال ہیں ان پر اجماع ہے یا وہ عقل کے موافق ہیں یا اس قدر سیر وغیرہ کی کتب میں انکی شہرت ہے کہ مخالف و موافق سب کا ان پر اتفاق ہے۔ اس کتاب کے صـ۱۱۹ سے لیکر صـ۱۳۲ تک ایک طویل روایت حضرت علی مرتضیٰ سے منقول ہے کہ ایک زندیق نے آنجناب کے سامنے کچھ اعتراض قرآن پر کئے اور آپ نے قریب قریب ہر اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ قرآن میں تحریف ہوگئی ہے۔ اس روایت سے قرآن شریف میں پانچوں قسم کی تحریف ثابت ہوتی ہے۔ کمی کے متعلق جو مضامین اس روایت میں ہیں وہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک اعتراض ایک زندیق نے یہ کیا تھا کہ قرآن میں ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامیٰ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ یعنی اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو جن عورتوں سے چاہو نکاح کرلو۔ زندیق نے کہا کہ شرط و جزا میں کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا۔ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو تو عورتوں سے نکاح کرلو ایک بالکل بے جوڑ بات ہے۔ جناب امیر علیہ السلام اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں۔

وَاما ظہورک علی تناکر قولہ فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء ولیس یشبہ القسط فی الیتامی نکاح النساء ولا کل النساء ایتاما فھو مما قدمت ذکرہ من اسقاط المنافقین من القرآن وبین القول فی الیتامی وبین نکاح النساء من الخطاب والقصص اکثر من ثلث القرآن وھذا وما اشبھہ مما ظہرت حوادث المنافقین فیہ لاھل النظر والتامل ووجد المعطلون واھل الملل المخالفین للاسلام مساغا الی القدح فی القرآن۔

اور تجھ کو جو اللہ کا قول فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النسأ کے ناپسندیدہ ہونے پر اطلاع ہوئی اور تو کہتا ہے کہ یتیموں کے حق میں انصاف کرنا عورتوں سے نکاح کرنے کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا اور نہ کل عورتیں یتیم ہوتی ہیں پس اس کی وجہ بھی ہے جو میں پہلے تجھ سے بیان کر چکا ہوں کہ منافقوں نے قرآن سے بہت کچھ نکال ڈالا فی الیتامیٰ اور فانکحوا کے درمیان میں بہت سے احکام اور قصے تھے۔ تہائی قرآن (یعنی دس پارے) سے زیادہ وہ سب نکال ڈالے گئے۔ اسی وجہ سے بے ربطی ہو گئی۔ اس قسم کی منافقوں کی تحریفات کی وجہ سے جو اہل نظر و تامل کو ظاہر ہو جاتی ہیں بے دینوں اور اسلام کے مخالفوں کو قرآن پر اعتراض کرنے کا موقع مل گیا۔

ف جناب امیر اس زندیق کے کسی اعتراض کا جواب نہ دے سکے اس روایت کو دیکھ کر صاف کہنا پڑتا ہے کہ شیعوں کے طرح ان کے جناب امیر بھی قرآن کے سمجھنے سے عاجز و قاصر تھے۔ حائری صاحب کے دست و بازو مولوی مرزا احمد علی صاحب نے اپنے رسالہ "انصاف" میں اپنے جناب امیر کی اقتدا کر کے اس آیت کی بے ربطی پر اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ آج اہل سنت کے ایک ادنیٰ طالب علم سے پوچھو تو وہ بھی اس آیت کا ربط اچھی طرح بیان کر دے گا۔ آیت میں یتامیٰ سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں۔ بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرتے تھے اور ان کا مہر بھی کم باندھتے تھے دوسرے حقوق بھی ادا نہ کرتے تھے کیونکہ ان یتیموں کی طرف سے کوئی لڑنے جھگڑنے والا تو تھا ہی نہیں لہٰذا آیت میں حکم دیا گیا کہ اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ان سے نکاح نہ کرو۔ بلکہ اور عورتوں سے نکاح کر لو۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندیق سے فرمایا۔

ولو شرحت لک ما اسقط وحرف وبدل مما یجری ہذہ المجری لطال وظھر ما تحظر التقیۃ اظہارہ

اگر میں تجھ سے تمام وہ آیتیں بیان کر دوں جو قرآن سے نکال ڈالی گئیں اور تحریف کی گئیں اور بدل دی گئیں جو اسی قسم کی کارروائیاں ہوئیں تو بہت طول ہو جائے اور تقیہ جس چیز سے روکتا ہے وہ ظاہر ہو جائے۔

ف تعجب ہے کہ قرآن کو محرف کہنے جامعین قرآن کو منافق کہنے سے تقیہ نے نہ روکا۔ مگر مقامات تحریف معین کرنے سے تقیہ نے روک دیا کیونکہ مقامات تحریف کے معلوم ہو جانے سے بقیہ قرآن بکار آمد ہو جاتا تقیہ کو یہ کب گوارا تھا۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندیق سے کہا۔

لو علم المنافقون لعنہم اللہ من ترک ھذہ الآیات التی بینت لک تاویلھا لاسقطوھا مع ما اسقطوا منہ

اگر منافقوں کو خدا انہیں لعنت کرے معلوم ہو جاتا کہ ان آیتوں کے باقی رکھنے میں کیا خرابی ہے جن کی تاویل میں نے بیان کی تو ضرور وہ ان آیتوں کو بھی نکال ڈالتے جس طرح اور آیتیں نکال ڈالیں۔

(۱۱) تفسیر صافی کے دیباچہ میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

ان القرآن قد طرح منہ آی کثیرۃ

بہ تحقیق قرآن سے بہت سی آیتیں نکال ڈالی گئیں۔

نیز اسی کتاب میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ

ولو قری القرآن کما انزلنا لالفیتنا فیہ مسمّین۔

اگر قرآن اسی طرح پڑھا جائے جیسا کہ نازل کیا گیا تو یقیناً تم قرآن میں ہمارے نام پاؤ گے۔

(۱۲) تفسیر قمی جس کے مصنف علی بن ابراہیم قمی امام حسن عسکری کے شاگرد اور محمد بن یعقوب کلینی کے استاد ہیں بڑی معتبر کتاب ہے اور روایات تحریف سے لبریز ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ۔

واما ما ھو محذوف عنہ فھو قولہ لکن اللہ یشھد بما انزل الیک فی علی کذا انزلت (ثم قال) ومثلہ کثیر۔

لیکن وہ آیتیں جو قرآن سے نکال ڈالی گئیں ان کی ایک مثال یہ ہے لکن اللہ یشہد بما انزل الیک فی علی یہ آیۃ اسطرح نازل ہوئی (پھر چند مثالوں کے بعد لکھا ہے کہ) اس کے مثل بہت ہے۔

قرآن شریف میں بڑھائے جانے کی روایتیں

(۱) کتاب احتجاج مطبوعۂ ایران کی اس طویل روایت میں جس کا ذکر اوپر ہوا اس زندیق کا ایک اعتراض یہ ہے کہ

خدا نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام نبیوں پر بیان کی ہے حالانکہ جتنی تعریف بیان کی ہے اس سے کہیں زیادہ ان کی برائی اور توہین قرآن میں ہے کہ اس قدر توہین اور کسی نبی کی قرآن میں نہیں ہے۔ زندیق کے اس اعتراض کو بھی شیعوں کے جناب امیر نے تسلیم کر لیا اور تسلیم کر کے حسب ذیل جواب دیا کہ۔

والذی بدا فی الکتب من الازراء علی النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ من فریۃ الملحدین۔

کتاب یعنی قرآن میں جو برائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہے یہ ملحدوں کی افترا کی ہوئی (یعنی جامعین قرآن کی بڑھائی ہوئی) ہے۔ نعوذ باللہ

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندیق سے کہا۔

انہم اثبتوا فی الکتب مالم یقلہ اللہ لیلبسوا علی الخلیقۃ

ان منافقوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کر دیں جو اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمائی تھیں تاکہ مخلوق کو فریب دیں۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے کہا۔

ولیس یسوغ مع عموم التقیۃ التصریح باسماء المبدلین ولا الزیادۃ فی اٰیاتہ علی ما اثبتوہ من تلقائہم فی الکتاب لمافی ذلک من تقویۃ حجج اھل التعطیل والکفر والملل المنحرفۃ عن ملتنا وابطال ھذا العلم الظاھر الذی قد استکان لہ الموافق والمخالف۔

تقیہ کی ضرورت اس قدر ہے کہ نہ میں ان لوگوں کے نام بتا سکتا ہوں جنہوں نے قرآن میں تحریف کی نہ اس زیادتی کو بتا سکتا ہوں جو انہوں نے قرآن میں درج کی جس سے اہل تعطیل وکفر اور مذاہب مخالفہ اسلام کی تائید ہوتی ہے اور اس علم ظاہر کا ابطال ہوتا ہے جس کے موافق ومخالف سب قائل ہیں۔

نیز اسی روایت میں ہے کہ اس زندیق سے جناب امیر نے جمع قرآن کا قصہ یوں بیان کیا۔

ثم دفعہم الاضطرار لورود المسائل عما لا یعلمون تاویلہ الی جمعہ وتاویلہ وتضمینہ من تلقائہم مایقیمون بہ دعائم کفرہم فصرح منادیہم من کان عندہ شیئ من القراٰن فلیاتنا بہ وکلوا تالیفہ ونظمہ الی بعض من وافقہم الی معاداۃ اولیاء اللہ

پھر جب ان منافقوں سے وہ مسائل پوچھے جانے لگے جن کو وہ نہ جانتے تھے تو مجبور ہوئے کہ قرآن کو جمع کریں اس کی تفسیر کریں اور قرآن میں وہ باتیں بڑھائیں جن سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم کریں لہٰذا ان کے منادی نے اعلان دیا کہ جس کے پاس کوئی حصہ قرآن کا ہو وہ ہمارے پاس لے آئے اور ان منافقوں نے قرآن کی جمع و ترتیب کا کام اس شخص

فالقہ علی اختیارھم۔

کے سپرد کیا جو دوستان خدا کی دشمنی میں ان کا ہم خیال تھا اور اس نے ان کی پسند کے موافق قرآن کو جمع کیا۔

پھر اسی روایت میں بڑی وضاحت کے ساتھ جناب امیر کا یہ قول بھی ہے۔

وزادوفیہ ماظہر تناکرہ وتنافرہ۔

اور بڑھا دیں انہوں نے قرآن میں وہ عبارتیں جن کا خلاف فصاحت اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے۔

ف احتجاج کی ان روایات سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے **اول** یہ کہ اس قرآن میں نبی کی توہین قرآن کے جمع کرنے والوں نے بڑھائی ہے **دوم** یہ کہ قرآن مذاہب باطلہ اور مخالفین اسلام کی تائید کرتا ہے شریعت کو مٹا رہا ہے کفر کے ستون اس سے قائم ہوتے ہیں **سوم** اس قرآن میں ایسی عبارتیں بڑھا دی گئیں ہیں جو قابل نفرت اور خلاف فصاحت ہیں **چہارم** یہ نہیں معلوم کہ یہ بڑھائی ہوئی عبارتیں کون کون اور کہاں کہاں ہیں **پنجم** اس قرآن کے جمع کرنے والے منافق اور کفر کے ستون قائم کرنے والے اور دوستان خدا کے دشمن تھے۔ انہوں نے اپنی پسند و خواہش کے مطابق قرآن کو جمع کیا۔

کیوں جناب حائری صاحب اسی قرآن پر آپ ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(۲) تفسیر صافی میں تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

لولا انہ زید فی القراٰن ونقص ما اخفی حقنا علی ذی حجی۔

اگر قرآن میں بڑھایا نہ گیا ہوتا اور گھٹایا نہ گیا ہوتا تو ہمارا حق کسی عقلمند پر پوشیدہ نہ ہوتا۔

ف خیر اور کچھ ہو یا نہ ہو مگر اتنا تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن شریف مذہب شیعہ کے بالکل خلاف ہے حتیٰ کہ مسئلہ امامت اور ائمہ کا حق بھی اس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قرآن سنیوں کی تائید کرتا ہے۔ ان کے ستون قائم کرتا ہے۔

قرآن شریف کے حروف والفاظ کے بدلے جانے کی روایتیں

(۱) تفسیر قمی میں ہے۔

واما ما کان خلاف ما انزل اللہ فھو قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ

اور وہ چیزیں جو قرآن میں موجود ہیں خلاف ما انزل اللہ ہیں (مثلاً) وہ یہ آیت ہے کنتم خیر امۃ یعنی تم لوگ تمام ان امتوں سے

قال ابو عبد الله علیہ السلام لقاری هذه الآیة خیر امة یقتلون امیر المومنین والحسین بن علی فقیل له فکیف نزلت یا ابن رسول الله فقال انما انزلت خیر ائمة اخرجت للناس

بہتر ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں۔ امام جعفر صادق نے اس آیت کے پڑھنے والے سے کہا کہ واہ کیا اچھی امت ہے جس نے امیر المومنین کو اور حسین بن علی کو قتل کر دیا پوچھا گیا کہ پھر یہ آیت کس طرح اتری تھی اے فرزند رسول تو فرمایا کہ یہ آیت اس طرح اتری تھی کنتم خیر ائمۃ یعنی اے ائمۃ اثنا عشر تم تمام اماموں سے بہتر ہو۔

ف معلوم ہوا کہ خیر امۃ غلط ہے خیر ائمۃ نازل ہوا تھا لفظ کی تبدیلی ہو گئی۔

(۲) نیز اسی تفسیر میں ہے۔

تُلِیَ علی ابی عبد الله الذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ فقال علیہ السلام لقد سألوا الله عظیما ان یجعلهم للمتقین اماما فقیل له یا ابن رسول الله کیف نزلت فقال انما نزلت واجعل لنا من المتقین اماما۔

امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی الذین یقولون یعنی وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے بخش دے ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے ٹھنڈک آنکھوں کی اور بنا دے ہم کو متقیوں کا امام تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ سے بڑی چیز مانگی کہ ان کو متقیوں کا امام بنا دے پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول اللہ یہ آیت کس طرح اتری تھی تو فرمایا کہ اس طرح اتری تھی واجعل لنا من المتقین یعنی ہمارے لئے متقیوں میں سے کوئی امام مقرر کر دے۔

ف کیونکہ امامت کا مرتبہ شیعوں کے یہاں نبوت سے بھی بڑھا ہوا ہے اس لئے امام نے آیت کو غلط کہہ دیا کہ اس میں امامت کی درخواست خدا سے کی گئی۔ اس روایت میں حروف کی تبدیلی ہے

(۳) اصول کافی صفحہ ۲۶۸ میں ہے

قرئ رجل عند ابی عبد الله علیہ السلام قل اعملوا فسیری الله عملکم ورسوله والمومنون فقال لیس هکذا هی انما هی والمامونون فنحن المامونون۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی قل اعملوا یعنی اے نبی کہہ دو کہ تم لوگ عمل کرو تمہارا عمل اللہ دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے امام نے فرمایا یہ آیت اسطرح نہیں بلکہ یوں ہے والمامونون یعنی مامونون لوگ دیکھیں گے اور مامونون ہم ائمہ اثنا عشرہ ہیں۔

(۴) کتاب احتجاج کی اسی روایت میں ہے کہ زندیق نے ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ قرآن میں پیغمبروں کی مذمت تو نام لیکر خدا نے بیان کی ہے مگر منافقوں کی مذمت اشارات و کنایات میں ہے ان کا نام نہیں لیا گیا یہ کیا بات ہے تو جناب امیر نے جواب دیا کہ

ان الکنایة عن اسماء ذوی الجرائر العظیمة من المنافقین لیست من فعله تعالیٰ وانها من فعل المغیرین والمبدلین الذین جعلوا القرآن عضین واعتاضوا الدنیا من الدین۔

بڑے بڑے جرم والے منافقوں کے نام کا کنایات میں ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے تو صاف صاف نام ذکر کئے تھے بلکہ یہ فعل ان تحریف کرنے والوں بدلنے والوں کا ہے جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور دنیا کے عوض دین کو بیچ ڈالا انہوں نے ناموں کو نکال ڈالا اور بجائے ان کے کنایہ کے الفاظ رکھ دیئے

نیز اسی روایت میں ہے کہ جناب امیر نے اس زندیق کو یہ نفیس جوابات دیکر فرمایا۔

فحسبك فی الجواب فی هذه المواضع ما سمعت فان شریعة التقیة تحظر التصریح باکثر منه۔

پس ان مقامات میں یہ جواب تجھے کافی ہیں جو تو نے سنے اس لئے تقیہ کی شریعت اس سے زیادہ صاف بیان کرنے کو روکتی ہے۔

نمونہ کے طور پر تحریف کی چار قسموں کی روائتیں تھوڑی نقل کی گئیں۔ اگر کوئی شخص کتب شیعہ کو دیکھے تو ایک انبار ان روایتوں کا پائے گا جن سے ایک بڑا ضخیم مجلد تیار ہو سکتا ہے اور اس کو معلوم ہوگا کہ بڑا مقصد اہم انلوگوں کا یہی تھا۔ باقی رہی تحریف کی پانچویں قسم یعنی خرابی ترتیب آیات کی اور ترتیب سورتوں کی وہ تو اس قدر مشہور ہے کہ حاجت کسی حوالہ کی نہیں علاوہ ازیں روایات منقولہ بالا سے وہ بھی ثابت ہو رہا ہے اور آئندہ بھی اس کے متعلق عبارتیں نقل کیجائیں گی اور اس وقت بھی ایک حوالہ اس کا پیش کیا جاتا ہے۔ علامہ نوری طبرسی فصل الخطاب کے ص ۹۷ میں فرماتے ہیں

کان لامیر المومنین علیه السلام قرآنا مخصوصا جمعه بنفسه بعد وفات رسول الله صلی الله علیه وآله وعرضه علی القوم فاعرضوا عنه فحجبه عن اعینهم وکان عند ولده علیه السلام یتوارثونه

امیر المومنین علیہ السلام کا ایک قرآن مخصوص تھا جس کو انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود جمع کیا تھا اور اس کو صحابہ کے سامنے پیش کیا مگر ان لوگوں نے توجہ نہ کی لہذا اس کو انہوں نے لوگوں سے پوشیدہ کر دیا اور وہ قرآن ان کی اولاد کے پاس رہا ایک امام

امام عن امام کسائر خصائص الامامۃ وخزائن النبوۃ وھو عند الحجۃ عجل اللہ فرجہٗ یظھرہ للناس بعد ظھورہ ویامرھم بقراءتہ وھو مخالف لھذا القرآن الموجود من حیث التالیف وترتیب السور والآیات بل الکلمات ایضا ومن جھت الزیادۃ والنقیصۃ وحیث ان الحق مع علی علیہ السلام وعلیؑ مع الحق ففی القرآن الموجود تغییر من جھتین وھو المطلوب

سے دوسرے امام کو میراث میں ملتا رہا مثل اور خصائص امامت و خزائن نبوت کے اور اب وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے خدا ان کی مشکل جلد آسان کرے وہ اس قرآن کو اپنے ظاہر ہونے کے بعد نکالیں گے لوگوں کو اس کی تلاوت کا حکم دیں گے اور وہ قرآن اس قرآن موجود کے خلاف ہے سورتوں اور آیتوں کی ترتیب میں بھی اور کمی بیشی کے لحاظ سے بھی اور چونکہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہیں لہذا ثابت ہو گیا کہ قرآن موجود میں دونوں حیثیتوں سے تحریف ہے اور یہی ہم شیعوں کا مقصود ہے

اب علمائے شیعہ کے تینوں اقرار دیکھئے۔ یعنی اقرار روایات تحریف کے کثیر و متواتر ہونے کا اور اقرار ان روایات کے صراحۃً تحریف پر دلالت کرنے کا اور اقرار انہیں روایات کے مطابق معتقد تحریف ہونے کا۔

علمائے شیعہ کے تینوں اقرار

چونکہ مذہب شیعہ کا مقصد اصلی قرآن کو مشکوک بنانا اور اس پردہ میں دین اسلام کو مٹانا تھا اس لئے بڑے اہتمام سے علمائے شیعہ نے تحریف قرآن کی روایتیں ائمہ کے نام سے تصنیف کیں اور ان روایتوں کو مذکورہ بالا تینوں اقراروں سے مزین کیا۔ بیچاروں کو کیا خبر تھی کہ ہماری سب کوشش خاک میں مل جائے گی اور قرآن شریف کی روشنی اسی طرح قائم رہیگی۔ اب وہ اقرار سنیئے۔

(۱) کتاب فصل الخطاب مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱۱ میں ہے۔

الاخبار الکثیرۃ المعتبرۃ الصریحۃ فی وقوع السقط ودخول النقصان فی الموجود من القرآن زیادۃ علی ما مر فی ضمن الادلۃ السابقۃ وانہ اقل من

بہت سی حدیثیں جو معتبر ہیں اور قرآن موجودہ میں کمی اور نقصان پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔ علاوہ ان احادیث کے جو دلائل سابقہ کے ضمن میں بیان ہو چکیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قرآن مقدار

تمام ما نزل اعجازاً علی قلب سید الانس والجان من غیر اختصاصھا بآیۃ او سورۃ وھی متفرقۃ فی الکتب المتفرقۃ التی علیھا المعول عند الاصحاب جمعت ما عثرت علیھا فی ھذا الباب

نزول سے بہت کم ہے اور یہ کمی کسی آیت یا کسی سورت کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ حدیثیں ان کتب متفرقہ میں پھیلی ہوئی ہیں جن پر ہمارے مذہب کا اعتماد اور اہل مذہب کا ان کی طرف رجوع ہے میں نے وہ سب حدیثیں جمع کر دی ہیں جو میری نظر سے گزریں۔

اس کے بعد بکثرت کتابوں کے نام گنائے ہیں اور روایات تحریف کے انبار لگا دیئے ہیں۔

(۲) نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۰ میں محدث جزائری کا قول نقل کیا ہے کہ۔

قال السید المحدث الجزائری فی الانوار ما معناہ ان الاصحاب قد اطبقوا علی صحۃ الاخبار المستفیضۃ بل المتواترۃ الدالۃ بصریحھا علی وقوع التحریف فی القرآن کلاما ومادۃ واعرابا والتصدیق بھا۔

سید محمد جزائری نے کتاب انوار میں لکھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اصحاب امامیہ نے اتفاق کیا ہے ان روایات مستفیضہ بلکہ متواترہ کی صحت پر جو صراحۃً قرآن کے محرف ہونے پر دلالت کرتی ہیں یہ تحریف قرآن میں بھی ہے پارہ میں بھی اعراب میں بھی اور اتفاق کیا ہے روایات کی تصدیق پر۔

(۳) اسی فصل الخطاب کے صفحہ ۲۲۷ میں علاوہ محدث جزائری کے اپنے دوسرے علماء سے بھی روایات تحریف کا متواتر ہونا نقل کیا ہے۔

وھی کثیرۃ جدا قال السید نعمت اللہ الجزائری فی بعض مؤلفاتہ کما حکی عنہ ان الاخبار الدالۃ علی ذالک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتھا جماعۃ کالمفید والمحقق الداماد والعلامۃ المجلسی وغیرھم بل الشیخ ایضاً صرح فی التبیان بکثرتھا بل ادعی تواترھا جماعۃ یاتی ذکرھم

روایات تحریف قرآن یقیناً بہت ہیں حتی کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تالیفات میں لکھا ہے جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے کہ جو حدیثیں تحریف پر دلالت کرتی ہیں وہ دو ہزار حدیث سے زیادہ ہیں اور ایک جماعت نے ان کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے جیسے مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہم بلکہ شیخ نے بھی تبیان میں تصریح کی ہے کہ یہ روایات بکثرت ہیں بلکہ ایک جماعت محدثین نے ان روایتوں کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے جن کا ذکر آگے آئے گا۔

پھر بفاصلہ چند سطور لکھا ہے کہ

واعلم ان تلك الاخبار منقولة من الكتب المعتبرة التی علیها معول اصحابنا فی اثبات الاحکام الشرعیة والآثار النبویة۔

جاننا چاہئے کہ یہ حدیثیں تحریف کی ان معتبر کتابوں سے نقل کی گئی ہیں جن پر ہمارے اصحاب کا اعتماد ہے۔ احکام شرعیہ کے ثابت کرنے اور آثار نبویہ کے نقل کرنے ہیں

(۴) پھر صاحب فصل الخطاب نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے اور آخر کتاب میں ان تمام محدثین کے نام لکھے ہیں جنہوں نے روایات تحریف کو متواتر کہا ہے۔ ان ناموں میں علامہ مجلسی کا نام نامی بھی ہے اور ان کی عبارت کا حسب ذیل فقرہ قابل دید ہے وہ فرماتے ہیں

وعندی ان الاخبار فی هذا الباب متواترة معنیً وطرح جمیعها یوجب رفع الاعتماد عن الاخبار رأساً بل ظنی ان الاخبار فی هذا الباب لایقصر عن اخبار الامامة فکیف یثبتونها بالخبر

میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں معناً متواتر ہیں اور ان سب روایتوں کو ترک کر دینے سے ہمارے تمام فن حدیث کا اعتبار جاتا رہے گا۔ بلکہ میرا علم یہ ہے کہ تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت کی روایتوں سے کم نہیں ہیں لہذا اگر تحریف قرآن کی روایتوں کا اعتبار نہ ہو تو مسئلہ امامت بھی روایتوں سے ثابت نہ ہو سکے گا

(۵) علامہ محسن کاشی تفسیر صافی کے دیباچہ میں تحریف کی (بحث، روایات نقل کرکے فرماتے ہیں

المستفاد من مجموع هذه الاخبار وغیره من الروایات من طریق اهل البیت علیهم السلام ان القرآن الذی بین اظهرنا لیس بتمامه کما انزل علی محمد صلی الله علیه وآله بل منه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه ما هو مغیر ومحرف وانه قد حذف منه اشیاء کثیرة منها اسم علی فی کثیر من المواضع ومنها غیر ذلك وانه لیس ایضا علی الترتیب المرضی عند الله

ان تمام حدیثوں کا اور ان کے علاوہ جن قدر حدیثیں اہل بیت علیہم السلام کی سند سے نقل کی گئی ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان میں ہے وہ پورا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا تھا نہیں ہے بلکہ اسمیں کچھ اللہ کے نازل کئے ہوئے کے خلاف ہے اور کچھ مغیر ومحرف ہے اور یقیناً اس میں سے بہت سی چیزیں نکال ڈالی گئی ہیں جیسے علی کا نام بہت سے مقامات سے علاوہ اس کے اور ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قرآن کی ترتیب بھی خدا اور اس کے رسول کی پسند کی ہوئی

وعند رسوله وبه قال علی بن ابراهیم

ترتیب نہیں ہے انہیں سب باتوں کے قائل ہیں علی بن ابراہیم قمی۔

(۶) دور آخر کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی جن کو شیعوں کے امام والامقام مولوی حامد حسین آیۃ اللہ فی العالمین فرماتے ہیں۔ عماد الاسلام میں لکھتے ہیں۔ کما نقل فی الاستقصاء۔

قال آیة الله فی العالمین احله الله دار السلام فی عماد الاسلام بعد ذکر نبذ من احادیث التحریف المأثورة عن سادات الانام علیهم الالف التحیة والسلام مقتضی تلك الاخبار ان التحریف فی الجملة فی هذا القرآن الذی بین ایدینا بحسب زیادة بعض الحروف ونقصانه بل بحسب بعض الالفاظ وبحسب الترتیب فی بعض المواقع قد وقع بحیث لا یشك فیه مع تسلیم تلك الاخبار

آیۃ اللہ فی العالمین یعنی مولوی دلدار علی اپنی کتاب عماد الاسلام میں بعد نقل کرنے چند احادیث تحریف کے جو سرداران خلق یعنی ائمہ اثنا عشر علیہم آلاف التحیۃ والسلام سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ نتیجہ ان روایات کا یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ تحریف ہاں قرآن میں جو ہمارے سامنے ہے بلحاظ زیادہ ہو جانے بعض حروف کے اور کم ہو جانے بعض حروف کے بلکہ بعض الفاظ کے اور بلحاظ ترتیب کے بعض مقامات میں یقیناً واقع ہو گئی اس طرح کہ ان روایتوں کے تسلیم کے بعد تحریف قرآن میں شک نہیں کیا جا سکتا

اس کے بعد مولوی دلدار علی نے تحریف کی صورتیں لکھی ہیں جو خاتمہ میں نقل ہوں گی۔

(۷) امام الشیعہ مولوی حامد حسین استقصاء الافحام جلد اول صفحہ ۹ میں فرماتے ہیں۔

" ورود روایات تحریف قرآن بطریق اہل حق" صفحہ ۱۰ میں ہے۔ " اگر بیچارہ شیعیے بمقتضائے احادیث کثیرہ اہلبیت طاہرین مصرح بوقوع نقصان در قرآن حرف تحریف ونقصان بر زبان آرد ہدف سہام طعن وملام ومورد استہزا وتشنیع گردد"

صفحہ ۴۲ میں ہے " اگر اہل حق از حافظان اسرار الہی وحاملان آثار جناب رسالت پناہی که ..... اسلام وائمہ انام اند روایت کنند احادیث را که دال است بر آنکه در قرآن شریف مبطلین واہل ضلال تحریف نمودند وتصحیفش باعمل آوردند اصل قرآن کما انزل نزد حافظان شریعت موجود است که دریں صورت اصلا بر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نقص وطعن عائد میشود فریاد وفغاں آغاز می کنند کلمات ناشائستہ دور از کار که بادنی عاقل نمی زیبد بر زبان آرند۔

ف عبارت منقولہ بالا سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے (۱) روایات تحریف قرآن شیعوں کی ان

اعلیٰ ترین معتبر کتابوں میں ہیں جن پر مذہب شیعہ کی بنیاد ہے (۲) روایات تحریف کثیر و مستفیض بلکہ متواتر ہیں (۳) روایات تحریف رد کر دی جائیں تو شیعوں کا فن حدیث بے کار و بے اعتبار ہو جائے (۴) تحریف قرآن کی روایتیں کتب شیعہ میں دو ہزار سے زیادہ ہیں ۔ (۵) تحریف قرآن کی روایتیں مسئلہ امامت سے کم نہیں ہیں معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ میں جس درجہ ضروری مسئلہ امامت ہے اسی درجہ تحریف قرآن بھی ضروری ہے حضرت علی اور دوسرے ائمہ کی امامت کا ماننا جیسا فرض ہے اسی درجہ کا فرض قرآن کو محرف ماننا بھی ہے جو شخص قرآن کو محرف نہ مانے وہ از روئے مذہب شیعہ ویسا ہی گنہگار و بددین اور مذہب شیعہ سے خارج ہوگا جیسا ائمہ اثنا عشر کی امامت کا منکر (۶) روایات قرآن کے محرف ہونے اور پانچوں قسم کی تحریف سے ملوث ہونے پر ایسی صاف اور واضح دلالت کرتی ہیں کہ اس میں شک نہیں ہو سکتا ۔

ان عبارات میں دو اقرار تو بالکل واضح ہیں یعنی روایات کے کثیر و متواتر ہونے کا اور ان روایات کے تحریف پر دلالت کرنے کا تیسرا اقرار یعنی معتقد تحریف ہونے کا اس درجہ واضح نہیں ہے لہذا اس کے لئے اور عبارتیں درج ذیل ہیں ۔

واما اعتقاد مشائخنا رحمهم الله فی ذلك فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن يعقوب الكلينی طاب ثراه انه كان يعتقد التحريف والنقصان فی القرآن لانه روى روايات فی هذا المعنى فی كتابه الكافی ولم يتعرض لقدح فيها مع انه ذكر فی اول الكتاب انه كان يثق بما رواه فيه وكذلك استاذه علی ابن ابراهيم القمی فان تفسيره مملو منه وله غلو فيه وكذلك الشيخ احمد بن ابی طالب الطبرسی قدس سره فانه نسج على منوالهما فی كتاب الاحتجاج

ہمارے بزرگوں کا اعتقاد اس بارہ میں یہ ہے کہ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی قرآن کی تحریف و نقصان کے معتقد تھے کیونکہ انہوں نے اس مضمون کی روایتیں اپنی کتاب کافی میں نقل کی ہیں اور ان روایتوں پر کوئی جرح نہیں کی باوجودیکہ انہوں نے آغاز کتاب میں لکھ دیا ہے کہ جتنی روایتیں اس کتاب میں ہیں ان پر مجھے وثوق ہے اور اسیطرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کہ انکی تفسیر بھی روایات تحریف سے پُر ہے اور ان کو اس عقیدہ میں غلو ہے اور اسی طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی کہ وہ بھی کتاب احتجاج میں انہیں دونوں کے طرز پر چلے ہیں ۔

(۸) علامہ نوری طبرسی فصل الخطاب کے صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں ۔

الاول وقوع التغير والنقصان فيه وهو مذهب الشيخ الجليل علی بن ابراهيم القمی شيخ الكلينی فی تفسيره صرح بذلك فی اوله وملاء كتابه من اخباره مع التزامه فی اوله بان لا يذكر الا ما رواه مشائخه وثقاته ومذهب ثقة الاسلام الكلينی رحمه الله على ما نسبه اليه جماعة لنقله الاخبار الكثيرة الصريحة فی هذا المعنى فی كتابه الحجة خصوصًا فی باب النكت والنتف من التنزيل و فی الروضة من غير تعرض لردها او تاويلها واستظهر المحقق السيد محسن الكاظمی فی شرح الوافية مذهبه من الباب الذی عقده فيه وسماه باب انه لم يجمع القرآن كله الا الائمة عليهم السلام فان الظاهر من طريقته انه انما يعقد الباب لما يرتضيه قلت وهو كما ذكره فان مذاهب القدماء تعلم غالبًا من عناوين ابوابهم وبه صرح ايضًا العلامة المجلسی فی مراة العقول ۔

پہلا قول یہ ہے کہ قرآن میں تغیر و نقصان ہو گیا اور یہی مذہب ہے شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی استاذ کلینی کا انہوں نے اپنی تفسیر کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے اور اپنی تفسیر روایات تحریف سے بھر دی ہے اور ساتھ ہی اپنی تفسیر کے شروع میں انہوں نے یہ پابندی ظاہر کی ہے کہ وہی روایتیں ذکر کروں گا جو میرے اساتذہ اور معتبر لوگوں نے روایت کی ہے اور یہی مذہب ہے ثقۃ الاسلام کلینی رحمۃ اللہ کا جیسا کہ ایک جماعت نے ان کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس مضمون کی بہت سی صریح روایتیں کافی کی کتاب الحجہ خصوصاً باب النکت والنتف من التنزیل میں اور روضہ میں نقل کی ہیں اور ان روایات کو نہ رد کیا نہ ان کی کچھ تاویل کی اور محقق سید محسن کاظمی نے شرح وافیہ میں کلینی کا مذہب اس باب سے ثابت کیا ہے جو انہوں نے کافی میں منعقد کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمہ علیہم السلام کیونکہ ان کے طریقہ سے ظاہر یہ ہے کہ وہ اسی مضمون کے لئے باب قائم کرتے ہیں جو مضمون ان کو پسند ہوتا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ محقق کاظمی کا یہ کہنا ٹھیک ہے متقدمین کا مذہب اکثر ان کے بابوں کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے اور کلینی کے مذہب کی تصریح علامہ مجلسی نے بھی مرآۃ العقول میں کی ہے ۔

اس کے بعد حسب ذیل نام اپنے اکابر علمائے متقدمین کے صاحب فصل الخطاب نے درج کئے ہیں الثقۃ الجلیل محمد بن الحسن الصفار (مصنف کتاب البصائر) الثقۃ محمد بن ابراہیم النعمانی

کلینی مصنف کتاب الغیبۃ الثقۃ الجلیل سعد بن عبد اللہ القمیؒ جنہوں نے اپنی کتاب ناسخ و منسوخ میں ایک باب تحریف قرآن کا بھی قائم کیا ہے جیسا کہ علامہ مجلسی نے بحار کے انیسویں مجلد میں اس کی تصریح کی ہے۔ السید علی بن احمد الکوفی مصنف کتاب بدع المحدثۃ اجلۃ المفسرین و المتیم الشیخ الجلیل محمد بن مسعود العیاشی (مصنف تفسیر عیاشی) الشیخ فرات بن ابراہیم الکوفی الثقۃ محمد بن العباس الماہیار۔ شیخ المتکلمین متقدم النوبختیین ابو سہل اسمعیل بن علی بن اسحاق بن سہل بن نوبخت مصنف کتاب کثیرہ۔ اسحاق الکاتب جنہوں نے امام مہدی کو دیکھا ہے خدا امام ممدوح کی مشکل جلد آسان کرے۔ انیس الطائفہ حسن کے معصوم ہونے کے اکثر بالبعض لوگ قائل ہیں یعنی ابو القاسم حسین بن روح بن ابی بحر نوبختی جو شیعوں کے اور امام مہدی کے درمیان میں تیسرے سفیر تھے۔ العالم الفاضل المتکلم حاجب بن لیث بن سراج۔ الشیخ الجلیل الثقۃ الاقدم فضل بن شاذان۔ الشیخ الجلیل محمد بن حسن الشیبانی مصنف تفسیر نہج البیان۔ الشیخ الثقۃ احمد بن محمد بن خالد برقی مصنف کتاب المحاسن محقق طوسی نے فہرست میں اور کشی نے اپنے اسماء الرجال میں ان کی تصانیف میں کتاب التحریف کو شمار کیا ہے۔ الشیخ محمد بن خالد جو شیخ سابق الذکر کے والد تھے الشیخ الثقۃ علی بن الحسن بن فضال جنسے کوئی غلطی علم حدیث میں ظاہر نہیں ہوئی۔ محمد بن الحسن الصیرفی احمد بن محمد سیار الشیخ حسن بن سلیمان الحلی تلمیذ الشہید۔ الثقۃ الجلیل محمد بن عباس بن علی بن مروان ماہیار ابو الطاہر عبد الواحد بن عمر القمی محمد بن علی بن شہر آشوب شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی جنہوں نے تحریف قرآن کے متعلق دس حدیثوں سے زیادہ روایت کی ہیں۔ اس کے بعد مصنف فصل الخطاب لکھتے ہیں (وھو مذہب جمہور المحدثین الذین عثرنا علی کلماتھم یعنی یہی مذہب جمہور محدثین کا جن کے کلمات سے ہمکو اطلاع ہوئی مولی محمد صالح۔ الفاضل السید علی خان مولی محمد مہدی ترافی الاستاذ الاکبر البہبہانی محقق کاظمی شیخ ابو الحسن الشریف شیخ علی بن محمد المقابی سید جلیل علی طاؤس۔ الشیخ الاعظم محمد بن محمد بن نعمان المفید۔

یہ ایک مختصر فہرست اطلاع ناظرین کے لئے درج کیگئی تاکہ جناب حائری صاحب و دیگر علمائے شیعہ کی غلط بیانی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

حقیقت یہی ہے کہ تمام محدثین اور بڑے بڑے اکابر مذہب شیعہ کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں نہ کوئی شیعہ تحریف قرآن کا منکر ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ ان کے مذہب کی بنیاد ہی عداوت قرآن پر ہے۔

شیعوں میں گنتی کے صرف چار آدمی ازراہ تقیہ تحریف قرآن کے منکر ہو گئے ہیں۔

شریف مرتضیٰ[1]۔ شیخ صدوق[2]۔ ابو جعفر طوسی[3]۔ شیخ ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان۔ جب علمائے شیعہ کو

سنیوں کے مقابلہ میں ضرورت پیش آتی ہے یا اپنے مسلمان ثابت کرنے کی ہوس خام پیدا ہوتی ہے تو انہیں چار میں سے کسی نہ کسی کا قول پیش کر دیتے ہیں اور بڑی صفائی سے کہدیتے ہیں کہ ہمارے اوپر بالکل بیجا الزام ہے۔ ہم تو تحریف قرآن کے قائل ہی نہیں ہیں۔ چنانچہ حائری صاحب نے بھی اپنے رسالہ موعظہ تحریف قرآن میں یہی کارروائی کی ہے۔ ناواقف شخص بیشک اس کارروائی سے دھوکہ کھا جاتا ہے مگر جو لوگ مذہب شیعہ سے واقف ہیں ان کے سامنے یہ کارروائی نہیں چل سکتی

اب بعونہ تعالیٰ ان چاروں شخصوں کے اقوال اور ان کی حقیقت و اصلیت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ جب بانیان مذہب شیعہ عداوت قرآن کا حق ادا کر چکے اور راویان قرآن یعنی صحابہؓ کرام کو بھی بخیال خود خوب مجروح کر لیا تب بھی صبر نہ آیا اور تحریف قرآن کی دو ہزار سے زیادہ روایتیں حضرت علی و امام باقر کے نام سے تصنیف کر کے اپنی کتابوں میں درج کر دیں۔ سمجھے تھے کہ اب دین اسلام مٹ چکا۔ مسلمان قرآن مجید کی طرف سے ضرور شک میں پڑ جائیں گے۔ مگر خدا کی قدرت نہ اسلام مٹا اور نہ قرآن مجید میں کسی کو شک پیدا ہوا مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں نے بھی ان روایات تحریف کو گوز شتر سے بدتر سمجھا اور ان کو بھی قرآن شریف کے محرف ہونے کا وہم نہ پیدا ہوا مثلاً سر ولیم میور جو صوبہ متحدہ کے لفٹنٹ گورنر تھے باوجود متعصب عیسائی ہونے کے اور باوجود اس کے مسلمانوں کی طرف سے ان کی انجیلوں کو محرف کہا جاتا ہے تو بھی وہ قرآن کو محرف نہ کہہ سکے اور اپنی کتاب "لائف آف محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھ گئے۔ "**یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے اور اس میں ایک حرف کی بھی تحریف نہیں ہوئی ہم ایک بڑی مضبوط بنا پر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے اور آخر کار ہم اپنی بحث کو دن ہم صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں وہ فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے تم کامل طور پر اسمیں ہر لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔**"

بلکہ نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں طرف سے نفریں و ملامت کی بوچھاڑ ہونے لگی اور واقعی اس سے بڑھکر نمک حرامی کیا ہو گی کہ جس دین کا نام لیتے تھے اسی کی جڑ کاٹنا شروع کی اسلام کو کیا مٹاتے خود ہی اسلام سے خارج ہو گئے۔ خدا کے نور کو جو شخص بجھانے کی کوشش کرتا ہے اس کو یہی پھل ملتا ہے۔

چراغے را کہ ایزد برفروزد ہر آنکو پف زند ریشش بسوزد

بالآخر شریف مرتضیٰ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح یہ کلنک کا ٹیکہ مٹانا چاہیئے لھذا انہوں نے تقیہ کر کے تحریف قرآن کا انکار کر دیا۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایک ایسے کام کا ارادہ کیا جس میں کامیابی محال تھی۔ وہ اپنے قول کی کوئی دلیل مذہب شیعہ کے اصول کے مطابق نہ پیش کر سکے نہ اپنی تائید میں کوئی روایت ائمہ معصومین کی لا سکے۔ نہ روایات تحریف کا کوئی جواب دے سکے بلکہ انکار کی دھن میں وہ باتیں لکھ گئے جو ان کے مذہب کے لئے سم قاتل تھیں اور وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے قرآن پر ایمان کا دعویٰ بغیر مذہب شیعہ کی بیخکنی کے ممکن ہی نہ تھا۔

تلاش و تتبع سے معلوم ہوا کہ گنتی کے چار شخص اکابر قدمائے شیعہ میں ہیں جنہوں نے از راہ تقیہ قرآن شریف کی تحریف کا انکار کیا اور ہر قسم کی تحریف سے اس کو پاک تبلایا۔ اول شریف مرتضیٰ دوم شیخ صدوق سوم ابو جعفر طوسی چہارم شیخ ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان۔ ان چار کے سوا قدمائے شیعہ میں کسی نے از راہ تقیہ بھی تحریف قرآن کا انکار نہیں کیا۔ فصل الخطاب ص۳۲ میں ہے

الثانی عدم وقوع التغیر والنقصان فیہ وجمیع ما نزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ھو الموجود فی ایدی الناس فیما بین الدفتین والیہ ذھب الصدوق فی عقائدہ والسید المرتضیٰ وشیخ الطائفۃ فی التبیان ولم یعرف من القدماء موافق لھم یعنی دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن میں تحریف اور کمی نہیں ہوئی اور یہ کہ جس قدر قرآن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ لوگوں کے ہاتھوں میں اور دفتیوں کے بیچ میں موجود ہے اور اسی طرف گئے ہیں صدوق اپنی کتاب عقائد میں اور سید مرتضیٰ اور شیخ الطائفہ (ابو جعفر طوسی) تبیان میں اور متقدمین میں کوئی ان کا موافق معلوم نہیں ہوا۔ نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۴ میں ہے۔ والی طبقۃ (ای المرتضیٰ) لم یعرف الخلاف صریحًا الا من ھذہ المشائخ الاربعۃ یعنی شریف مرتضیٰ کے طبقہ تک مسئلہ تحریف قرآن کی صراحۃً مخالفت سوا ان چار بزرگواروں کے اور کسی سے معلوم نہیں ہوئی۔ یہ چاروں اشخاص اول تو از راہ تقیہ تحریف کا انکار کر رہے ہیں۔ ان کے انکار کے از راہ تقیہ ہونے کی روشن دلیل تین ہیں **اوّل** یہ کہ وہ اپنی سند میں کوئی حدیث امام معصوم کی نہیں پیش کرتے نہ پیش کر سکتے تھے اور نہ ان زائد از دو ہزار احادیث ائمہ کا جواب دیتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ انکار اصلی عقیدہ نہ تھا۔
دوم یہ کہ وہ قائلین تحریف کو کافر کیا معنی گمراہ بھی نہیں کہتے۔ اگر واقعی ان چاروں کا اصلی عقیدہ یہی ہوتا جو وہ زبان سے کہہ رہے ہیں تو قرآن پر ایمان رکھنا ضروریات دین میں سمجھتے اور قائل تحریف کو ہماری طرح کافر جانتے **سوم** یہ کہ یہ چاروں صاحبان قرآن شریف کے

محفوظ ہونے کو صحابہ کرام کی مساعی جمیلہ اور ان کی حمیت دینی اور قوت ایمانی سے ثابت کرتے ہیں بھلا اگر انہوں نے تقیہ نہ کیا ہوتا تو صحابہ کرام کے ان اوصاف کا اقرار کرتے۔ کیا اگر کوئی مرزائی کہے کہ میں مرزا غلام احمد کو نہ نبی مانتا ہوں نہ مجدد تو اس کا یہ قول صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ یا کوئی خارجی کہے کہ میں حضرت علی سے حسن ظن و محبت رکھتا ہوں تو اس کی بات قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔

بہر کیف خواہ ان چار اشخاص کا انکار از راہ تقیہ ہو یا نہ ہو مگر جب کہ زائد از دو ہزار احادیث ائمہ معصومین کی ان کے قول کے خلاف ہیں اور ان کے موافق ایک ٹوٹی پھوٹی روایت بھی نہیں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ اگر ان کی دلیل مان لی جائے تو مذہب شیعہ فنا ہوا جاتا ہے۔ لہذا ان کا یہ انکار ہر گز ہر گز از روئے مذہب شیعہ قابل اقتدا نہیں ہو سکتا نہ اس کی بنا پر شیعوں کو منکر تحریف کہنا کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اب ان چاروں شخصوں کے اقوال اور ان کے دلائل سنئے اور انصاف کیجئے۔ تفسیر مجمع البیان کے فن خامس میں ہے۔

ومن ذلک الکلام فی زیادۃ القرآن ونقصانہ فانہ لا یلیق بالتفسیر فاما الزیادۃ فمجمع علی بطلانہ واما النقصان فقد روی فیہ جماعۃ من اصحابنا وقوم من حشویۃ العامۃ ان فی القرآن تغییرا ونقصانا والصحیح من مذھب اصحابنا خلافہ وھو الذی نصرہ المرتضیٰ رحمہ اللہ واستوفی الکلام فیہ غایۃ الاستیفاء فی جواب المسائل الطرابلسیات وذکر فی مواضع ان العلم بصحۃ نقل القرآن کالعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع العظام والکتب المشھورۃ واشعار العرب المسطورۃ فان العنایۃ اشتدت و

اور منجملہ اس کے قرآن میں زیادتی اور کمی کی بحث ہے مگر یہ بحث تفسیر کی کتابوں میں ذکر کرنے کے لائق نہیں کیونکہ قرآن میں زیادتی نہ ہونے پر تو سب کا اجماع ہے۔ رہ گئی کمی تو اس کے متعلق ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اور حشویہ عامہ کی ایک قوم نے یہ روایت کی ہے کہ قرآن میں کچھ تغیر و تبدل اور کچھ کمی ہو گئی ہے مگر ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب اس کے خلاف ہے اور اسی کی تائید شریف مرتضے نے کی ہے اور انہوں نے مسائل طرابلسیہ کے جواب میں اس کے متعلق پوری بحث کی ہے اور انہوں نے کئی مقام پر ذکر کیا ہے کہ قرآن کے صحت کے ساتھ منقول ہونے کا علم ایسا قطعی ہے جیسا شہروں کے وجود اور بڑے بڑے حادثوں اور واقعات اور مشہور کتابوں اور عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا علم کیونکہ قرآن کے نقل و

والدواعی توفرت علی نقله وحراسته و بلغت حدا لم تبلغه فیما ذکرناه لان القرآن معجز النبوة وماخذ العلوم الشرعیة والاحکام الدینیة وعلماء المسلمین قد بلغوا فی حفظه وحمایة الغایة حتی عرفوا کل شیئ اختلف فیه من اعرابه وقراءته وحروفه فکیف یجوز ان یکون مغیرا ومنقوصا مع العنایة الصادقة والضبط الشدید وقال ایضا قدس الله روحه ان العلم بتفصیل القرآن وابعاضه فی صحة نقله کالعلم بجملته وجری ذلک مجری ما علم ضرورة من الکتب المصنفة ککتاب سیبویه والمزنی فان اهل العنایة بهذا الشان یعلمون من تفصیلها ما یعلمون من جملتها حتی لوان مدخلا ادخل فی کتاب سیبویه بابا فی النحو لیس من الکتاب یعرف و میز و علم انه ملحق ولیس من اصل الکتاب وکذلک القول فی کتاب المزنی و

حفاظت کے اسباب بہت تھے اور اس کثرت کے ساتھ تھے کہ مذکورہ بالا چیزوں میں نہ تھے کیونکہ قرآن معجزہ نبوت ہے اور علوم شرعیہ واحکام دینیہ کا ماخذ ہے اور علمائے مسلمین قرآن کی حفاظت میں انتہا تک پہنچ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن کے جس جس مقام میں اعراب اور قرأت اور حروف کا اختلاف ہے سب انہوں نے معلوم کر لیا ہے پس باوجود ایسی سچی توجہ اور سخت توجہ کے کیونکر ممکن ہے کہ قرآن میں تغیر تبدل اور کمی ہو جائے نیز شریف مرتضیٰ نے کہا ہے کہ قرآن کی ہر ہر آیت اور اس کے ٹکڑوں کے صحیح النقل ہونے کا علم بھی ویسا ہی قطعی ہے جیسا کہ اس کے مجموعہ کے صحیح النقل ہونے کا۔

اور یہ علم اس درجہ میں ہے جس درجہ میں کتب مصنفہ کا علم جیسے سیبویہ اور مزنی کی کتاب کہ اس فن کے لوگ اس کے ہر ہر جملہ کو اسی طرح جانتے ہیں جس طرح اسکے مجموعہ کو یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کتاب سیبویہ میں ایک باب نحو کا بڑھا دے جو اصل کتاب میں نہ ہو تو یقیناً پہچان لیا جائے گا اور امتیاز کر لیا جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ وہ الحاق ہے اصل کتاب کا نہیں ہے۔ یہی حال کتاب مزنی کا بھی ہے اور سب کو معلوم ہے کہ نقل وحفاظت قرآن کی توجہ بہ نسبت کتاب سیبویہ کے اور شعراء کی دیوانوں میں بہت کامل تھی۔

معلوم ان العنایة بنقل القرآن وضبطه اصدق من العنایة بضبط کتاب سیبویه ودواوین الشعراء۔

وذکر ایضاً رضی الله عنه ان القرآن کان علی عهد رسول صلی الله علیه وآله مجموعا مولفا علی ما هو علیه الان

نیز شریف مرتضیٰ نے لکھا ہے کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ میں مجموع ومرتب تھا۔ جیسا کہ وہ اب ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کی

واستدل علی ذلک بان القرآن کان یدرس ویحفظ جمیعه فی ذلک الزمان حتی عین علی جماعة من الصحابة فی حفظهم له وانه کان یعرض علی النبی صلی الله علیه وآله ویتلی علیه وان من الصحابة مثل عبد الله ابن مسعود وابی بن کعب وغیرهما ختموا القرآن علی النبی صلی الله علیه واله عدة ختمات وکل ذلک یدل ادنی تامل علی انه کان مجموعا مرتبا غیر مبتور ولا مبثوث وذکر ان من خالف فی ذلک من الامامیة والحشویة لایعتقد بخلافهم فان الخلاف فی ذلک مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث نقلوا اخبارا ضعیفة ظنوا صحتها لا یرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع علی صحته انتهی

ہے کہ قرآن اس زمانے میں پورا پڑھایا جاتا تھا اور حفظ کرایا جاتا تھا یہاں تک کہ صحابہ کی ایک جماعت حفظ قرآن میں نامزد کی گئی ہے اور قرآن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور آپکو پڑھ کر سنایا جاتا تھا اور یقینا صحابہ میں مثل عبد اللہ بن مسعود و ابی بن کعب کے بہتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو کئی کئی ختم قرآن کے سنائے تھے اور یہ سب باتیں ایک تھوڑے غور کے ساتھ بتا رہی ہیں کہ بیشک قرآن مجموع ومرتب تھا ٹکڑے ٹکڑے اور پراگندہ نہ تھا۔ اور شریف مذکور نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو لوگ امامیہ اور حشویہ میں اس کے مخالف ہیں ان کا خلاف لائق اعتبار نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں ایک جماعت محدثین نے اختلاف کیا ہے انہوں نے چند ضعیف روایتیں نقل کر کے ان کو صحیح سمجھ لیا حالانکہ ایسی روایتوں کی بنا پر قطعی چیز نہیں چھوڑی جا سکتی۔

تفسیر مجمع البیان کی اسی عبارت کو جناب حائری صاحب نے درمیان سے قطع وبرید کر کے نقل کیا ہے اور ناواقفوں کو فریب دیا ہے کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں۔

یہ لطیفہ بھی قابل تماشا ہے کہ جناب حائری صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ "شیعہ مسلمان قطعاً تحریف قرآن کے قائل نہیں" دیکھو رسالہ موعظہ تحریف صفحہ ۵۶ مگر آگے چل کر صفحہ ۵۹ میں آپ اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اخباری شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں اور اخباری کے معنی آپ اہل حدیث غیر مقلد بیان کرتے ہیں۔ پھر انہیں قائلین تحریف میں اپنے شیخ الاسلام کلینی اور ان کے استاد قمی اور طبرسی مصنف احتجاج کو بھی شمار کرتے ہیں۔ یہ کھلا ہوا تناقض نہیں تو کیا ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ یہ بزرگوار جن کو آپ خود قائل تحریف مان رہے ہیں شیعہ تھے کہ نہیں۔ اگر تھے اور یقیناً تھے

تو آپ کا یہ کہنا کہ شیعہ قطعاً قائل تحریف نہیں خود آپ کے قول سے غلط ہو گیا۔ ایسی متناقض اور بے علمی کی باتیں اس رسالہ میں بہت ہیں۔

مجمع البیان کے علاوہ تین کتابوں کی عبارتیں حائری صاحب نے اور نقل کی ہیں ان عبارتوں میں بھی انہیں منکرین تحریف کا قول ہے لیکن مجمع البیان میں پورے بسط و تفصیل کے ساتھ مع دلائل ہے اور ان میں دلیل نہیں ہے لہٰذا ہم اپنی عبارت مجمع البیان پر اکتفا کرکے شریف مرتضیٰ کے دلائل کا حال اور ان کا نتیجہ حوالہ قلم کرتے ہیں۔

(۱) شریف مرتضیٰ قرآن میں زیادتی نہ ہونے پر اپنے فرقہ کا اجماع بتاتے ہیں یہ ایسا صریح جھوٹ ہے کہ سوا شیعوں کے کسی مذہب کا عالم ایسے دروغ بے فروغ کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس کا جھوٹ ہونا روایات احتجاج وغیرہ کے علاوہ جو اوپر منقول ہوئیں خود حائری صاحب کی نقل کردہ عبارت قوانین الاصول سے ظاہر ہے وہ عبارت یہ ہے فعن اکثر الاخباریین انہ وقع فیہ التحریف والزیادۃ والنقصان وھو الظاہر من الکلینی وشیخہ علی بن ابراہیم القمی والشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی صاحب الاحتجاج یعنی اکثر محدثین سے منقول ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی بیشی بھی ہوئی اور کمی بھی اور یہی ظاہر ہے کلینی اور اس کے استاذ علی بن ابراہیم قمی سے اور شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی مصنف احتجاج سے پس جب اکثر محدثین اور اتنے بڑے بڑے اکابر شیعہ کو قرآن میں کمی بیشی کئے جانے کا قائل آپ خود مان رہے ہیں، تو شریف مرتضیٰ کا یہ کہنا کہ قرآن میں بیشی نہ ہونے پر سب شیعوں کا اجماع ہے جھوٹ ہوا کہ نہیں

(۲) شریف مرتضیٰ قرآن میں کمی کی روایتوں کا وجود اپنے یہاں مان کر کہتے ہیں کہ ہمارا صحیح مذہب اس کے خلاف ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ صحیح ہونے کا کیا مطلب صحیح تو وہی قول ہو سکتا ہے جس کی تائید معصوم کی حدیث سے ہوتی نہ وہ قول جو زائد از دو ہزار احادیث معصوم کے خلاف ہو۔

(۳) شریف مرتضیٰ اپنی روایات تحریف کو لکھتے ہیں کہ ضعیف ہیں۔ محدثین نے ان کو صحیح خیال کرکے ان کے موافق عقیدہ بنالیا۔ یہ قول بھی کس قدر پر فریب ہے ان روایتوں کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ بیان کرنی چاہئے تھی باقاعدہ راویوں پر جرح کرتے یا اور کوئی نقص سند میں بتلاتے بغیر اس کے کسی روایت کو ضعیف کہہ دینا کسی کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتا۔ اچھا بالفرض یہ

روایتیں جو دو ہزار سے زائد ہیں سب ضعیف ہیں تو شریف مرتضیٰ کوئی صحیح روایت ایسی پیش کر دیتے کہ فلاں امام معصوم نے فرمایا ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی۔ صحیح نہ سہی کوئی ضعیف ہی روایت اس مضمون کی اپنی کتابوں میں دکھلا دیتے۔ مگر یہ بات ان کے امکان میں نہ تھی۔

(۴) شریف مرتضیٰ کہتے ہیں کہ قرآن کی حفاظت کے اسباب بہت تھے۔ قرآن معجزہ نبوت اور ماخذ دین تھا۔ صحابہ بڑے محافظ دین تھے۔ قرآن کی حفاظت میں بے انتہا اور بے مثل کوشش کرتے تھے بہت سے صحابہ مثل عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے پورے قرآن کے حافظ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو کئی کئی بار ختم سنا چکے تھے اور آپ کے زمانے میں لوگوں کو درس قرآن دیتے تھے۔ صحابہ کے اس بے مثل اہتمام اور کوشش کے سامنے قرآن میں تحریف ہو جانا محال ہے۔

حضرات شیعہ خصوصاً حائری صاحب ایمان سے ارشاد فرمائیں کہ کیا واقعی شیعوں کا عقیدہ صحابہ کرام کے متعلق یہی ہے جو شریف مرتضیٰ نے بیان کیا۔ آیا مذہب شیعہ صحابہ کرام کو ایسا ہی دیندار دین کا محافظ قرآن کا نگہبان مانتا ہے۔

یقیناً شریف مرتضیٰ کی یہ تقریر مذہب شیعہ کے بالکل خلاف ہے۔ شیعہ مذہب تو صحابہ کرام کو معاذ اللہ دشمن دین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ پورے قرآن کا حافظ سوا ائمہ کے نہ کوئی تھا اور نہ ہو سکتا ہے اور کہتا ہے کہ صحابہ کرام ہرگز قرآن کے نگہبان نہ تھے اور کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن کے محرف ہو جانے کے اسباب زیادہ تھے نہ محفوظ رہنے کے کیونکہ تمام صحابہ دشمن دین تھے اور صاحب قوت و شوکت تھے مومن صرف چار یا پانچ تھے اور وہ ہر طرح سے عاجز اور کمزور بے دست و پا تھے۔

شریف مرتضیٰ کی یہ تقریر بالکل مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ صحابہ کرام کے یہ فضائل اہلسنت کا عقیدہ ہیں نہ شیعوں کا۔ اسی وجہ سے خود علمائے شیعہ نے بھی شریف موصوف کے قول کو رد کیا ہے۔ حائری صاحب کو لازم تھا کہ اس رد کو بھی نقل کرتے اور اس کا جواب دیتے مگر یہ ایمانداری ان کی وضع کے خلاف تھی خیر اب میں اس کو لکھتا ہوں حائری صاحب غور فرما کر ملاحظہ کریں۔

علامہ محمد بن محسن کاشی تفسیر صافی میں شریف موصوف کے قول کو اس طرح رد کرتے ہیں

اقول لقائل ان يقول كما ان الدواعي كانت متوفرة على نقل القرآن وحراسته من المومنين كذلك كانت متوفرة على تغييره من المنافقين المبدلين للوصية للمغيرين للخلافة لتضمنه ما يضاد رايهم والتغيير فيه ان وقع فانما وقع قبل انتشاره في البلدان واستقراره على ما هو عليه الآن والضبط الشديد انما كان بعد ذالك فلا تنافي بينهما بل لقائل انه ما تغير في نفسه وانما التغيير في كتابتهم اياه وتلفظهم به فانهم ما حرفوا الا عند نسخهم من الاصل وبقي الاصل على ما هو عليه عند العلماء ليس بمحرف وانما المحرف ما اظهروه لاتباعهم واما كونه مجموعًا في عهد النبي صلى الله واله على ما هو عليه الآن فلم يثبت وكيف كان مجموعًا وانما كان ينزل نجومًا - و

میں کہتا ہوں کہ ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جس طرح قرآن کی حفاظت کے اسباب ایمان والوں کی طرف سے زیادہ تھے اسی طرح منافقوں کی طرف سے جنہوں نے وصیت رسول خدا کو بدل دیا خلافت کو تغیر کر دیا قرآن کے محرّف ہو جانے کے اسباب زیادہ تھے کیونکہ قرآن انکی رائے کے خلاف تھا اور قرآن میں اگر تحریف ہوئی ہے تو قبل اس کے کہ وہ شہروں میں پھیلے اور حالت موجودہ پر قرار پکڑے اور یہ سخت حفاظت بعد اس کے ہوئی ہے پس اس سخت حفاظت اور تحریف قرآن میں کچھ منافات نہیں بلکہ ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اصل قرآن میں تحریف نہیں ہوئی تحریف صرف ان کے لکھنے اور تلفظ میں ہوئی کیونکہ انہوں نے اصل سے نقل کرتے وقت تحریف کی اور اصل قرآن اپنی حالت پر اپنے اہل یعنی علمائے قرآن (ائمہ اہل بیت) کے پاس موجود رہے پس جو قرآن ائمہ کے پاس ہے وہ محرف نہیں ہے محرف تو وہ ہے جس کو جامعین قرآن نے اپنے پیروؤں کے لئے ظاہر کیا۔ باقی رہا یہ کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے وقت میں جمع ہو چکا تھا جیسا کہ اب ہے یہ بات ثابت نہیں۔ اور اس زمانہ میں کیسے جمع ہو سکتا تھا کیونکہ تھوڑا تھوڑا نازل

كان لا يتم الا بتمام عمره صلى الله عليه واله واما درسه وختمه فانما كانوا يدرسون ويختمون ما كان عندهم لا تمامه.

ہوتا تھا اور اس کا اختتام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے عمر کے اختتام پر موقوف تھا رہا قرآن کا درس اور ختم تو جس قدر ان کے پاس تھا اسی کا درس ختم کرتے تھے نہ پورے کا۔

لیجئے شریف مرتضےٰ کا قول رد ہو گیا جو دلائل انہوں نے پیش کئے تھے وہ مذہب شیعہ کی رو سے بالکل غلط ثابت ہو گئے۔

علامہ خلیل قزوینی نے بھی صافی شرح کافی میں شریف مرتضیٰ کے اس قول کو رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ۔

دعوی اینکہ قرآن ہمین است کہ در مصاحف مشہورہ است خالی از اشکال نیست و استدلال بر این باہتمام اصحاب و اہل اسلام بضبط قرآن بغایت رکیک است بعد اطلاع بر عمل ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ۔

اس بات کا دعوی کرنا کہ قرآن یہی ہے جو مصاحف مشہورہ میں ہے مشکل ہے اور اس پر صحابہ اور اہل اسلام کے اہتمام سے جو انہوں نے حفاظت قرآن میں کیا استدلال کرنا نہایت کمزور ہے بعد اس امر کے معلوم کر لینے کے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے کیا کیا کام کئے۔

اور علامہ نوری طبرسی نے فصل الخطاب میں بہت بسط کے ساتھ منکرین تحریف کے قول کو رد کیا ہے اور ان کے دلائل کو توڑا ہے خاص کر شیخ صدوق کی تو بہت سی چوٹیاں پکڑی ہیں اور آخر میں صاف لکھ دیا ہے کہ تحریف کے انکار میں جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ مذہب شیعہ کے لئے سم قاتل ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

قلت انه لشدة حرصه على اثبات مذهبه يتعلق بكل ما يحتمل فيه تائيد لمذهبه ولا يلتفت الى لوازمه الفاسدة التي لا يمكنه

میں کہتا ہوں کہ صدوق اپنے مذہب کے ثابت کرنے کا اتنا سخت حریص ہے کہ جس بات میں ذرا سا بھی احتمال اپنے مذہب کی تائید کا پاتا ہے اس کو لے لیتا ہے اور اس کے نتائج

الالتزام به فان ما ذکره من الشبهة هی الشبهة التی ذکرها المخالفون بعینها واوردها علی اصحابنا المدعین لثبوت النص الجلی علی امامة مولینا علی علیه السلام واجابوعنها بما لا یبقی معه ریب وقد احیاها بعد طول المدة غفلة اوتناسیاً عما هو مذکور فی کتب الامامیة

فاسدہ کی طرف توجہ نہیں کرتا کہ ان نتائج کو تسلیم کرنا اس کے امکان میں نہیں جو اعتراض اس نے تحریف قرآن پر کیاہے بعینہ یہ وہی اعتراض ہے جو مخالفین ہمارے اصحاب پر حضرت علی کی امامت پر نص جلی موجود ہونے کے متعلق کیا کرتے ہیں اور ہمارے اصحاب نے ان کے اعتراض کا جواب ایسے عمدہ دلائل سے دیاہے کہ پھر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا مگر صدوق وغیرہ نے ایک زمانہ دراز کے بعد پھر اس اعتراض کو زندہ کر دیا اور جو کچھ کتب امامیہ میں لکھاہے اس سے غفلت یا فراموشی اختیار کی

واقعی علامہ نوری نے بالکل صحیح لکھاہے کہ اگر منکرین تحریف کی دلیل صحیح ہو اور صحابہ ایسے کامل ایمان دار اور محافظ دین مان لئے جائیں کہ ان کی دین داری اور حفاظت دین کے بھروسہ پر قرآن میں تحریف کا ہونا محال ہو تو پھر خلافت کے معاملہ میں بھی ماننا پڑے گا کہ اگر رسول نے حضرت علی کو خلیفہ بنایا ہوتا تو ناممکن تھا کہ ایسے دیندار اور دین کے جاں نثار حکم رسول کے خلاف کسی دوسرے کو خلیفہ بناتے۔ علیٰ ہذا فدک اگر حضرت فاطمہ کا حق ہوتا تو کبھی یہ دیندار جماعت رسول کی بیٹی کی حق تلفی نہ کرتی۔ غرض صحابہ کے تمام مظالم کے افسانے بے بنیاد ہو جائیں گے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ سنی ہو جاؤ۔ سنیوں کی طرح صحابہ کرام کی دین داری اور تقدس کا عقیدہ رکھو اور شیعوں کی تمام روایات کو زور و بہتان سمجھو تو قرآن پر ایمان ہو سکتاہے ورنہ نہیں

مومن قرآن شدن بارفض دوں
ایں خیال است محال است جنوں

الحمد للہ کہ یہ بحث پوری ہو چکی اور قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ اصلی مذہب شیعوں کا یہی ہے کہ قرآن شریف محرف ہے۔ کمی بیشی تغیر تبدل الفاظ و حروف کا اور آیات و سور بلکہ کلمات کی ترتیب کا خراب ہونا۔ غرض ہر قسم کی تحریف اس میں ہے جو شیعہ تحریف کا انکار کرتاہے وہ تقیہ کر رہاہے۔ حائری صاحب اگر شیعوں کی پیشانی سے اس داغ کو مٹانا چاہتے ہیں تو ہماری اس تحریر کا جواب لکھیں اور اپنا وعدہ پورا کریں اور جواب میں ان کو تین کام کرنا ضروری ہیں۔

اول یہ کہ زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی جو ان کی کتابوں میں ہیں جن کو محدثین شیعہ متواتر و مستفیض کہتے ہیں ان کے غیر معتبر ہونے کی کوئی ایسی معقول وجہ بیان کریں جو ان کے اصول حدیث کے مطابق ہو اور ان روایات کے غیر معتبر ہونے سے کوئی اثر ان کے فن حدیث پر خصوصاً روایات امامت پر نہ پڑنے پائے۔

دوم یہ کہ اپنی کتابوں سے کچھ معتبر حدیثیں ائمہ معصومین کی پیش کریں جن میں اس مضمون کی تصریح ہو کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی اگر کوئی صحیح روایت نہ دستیاب ہو تو کوئی ضعیف ہی روایت دکھلا دیں۔

سوم ایک فتویٰ تیار کریں کہ جو شخص تحریف قرآن کا قائل ہو وہ کافر ہے اور قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ان علما و اکابر شیعہ کو جو تحریف قرآن کے قائل تھے جن میں اصحاب ائمہ و سفرائے امام غائب بھی ہیں کافر نہ سہی گمراہ تو لکھدیں اور اس فتویٰ پر اپنی مہر کر کے شائع کر دیں اور اچھا ہو کہ دوسرے مجتہدین شیعہ مقیم لکھنؤ وغیرہ سے بھی اس فتویٰ پر تصدیقی مہریں کرا دیں۔

بغیر ان تین کاموں کے کئے صرف یہ کہدینا کہ ہم تحریف کے قائل نہیں ہیں کسی طرح لائق سماعت نہیں ہو سکتا بلکہ بدیہیات کا انکار کرنا اور بے حیائی کی دلیل ہوگا۔

بحث دوم

اس بیان میں کہ اہلسنت کے یہاں نہ تحریف کی کوئی روایت ہے نہ ان کا کوئی متنفس کبھی تحریف کا قائل ہوا۔

بحث سابق میں بیان ہو چکا کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے اور اس کی تین زبردست وجوہ بھی بیان ہو چکی ہیں۔ پہلی دونوں وجہوں کا کوئی تعلق مبحث تحریف سے نہیں ہے اگر کتب شیعہ میں کوئی روایت تحریف قرآن کی نہ ہوتی تو بھی یہ دونوں وجہیں بتا رہی ہیں کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں وجہوں میں باہم فرق یہ ہے کہ پہلی وجہ کے رو سے نہ صرف قرآن بلکہ دین کی ہر چیز مذہب شیعہ کی رو سے ناقابل اعتبار رہ گئی۔ قرآن خواہ خلفائے ثلثہ کا جمع کیا ہوا ہو خواہ رسول کا جمع کیا ہوا ہو ہر حالت میں پہلی وجہ کی رو سے ناقابل اعتبار ہو گیا اور دوسری وجہ صرف قرآن کے ناقابل اعتبار ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ بھی اس صورت میں جب کہ قرآن کا جامع خلفائے ثلثہ کو کہا جائے جیسا کہ شیعوں کو مسلم ہے ان وجوہ میں سے صرف تیسری وجہ کا تعلق مبحث تحریف سے ہے۔

پہلی دونوں وجہوں کا کوئی جواب معقول یا نامعقول کسی شیعہ نے اب تک نہیں دیا اور نہ دے سکتا ہے۔ امروہہ میں بڑے معرکہ کا مناظرہ ہوا اور یہ تینوں وجہیں پیش کی گئیں مگر شیعہ مناظر نے پہلی دونوں وجہوں کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

صرف تیسری وجہ کے جواب میں مصنف نزہہ و مصنف استقصاً کی کورانہ تقلید کر کے شیعہ کہہ اٹھتے ہیں کہ صاحبو! روایات تحریف سنیوں کے یہاں بھی ہیں۔ حائری صاحب مجتہد پنجاب نے اتنی دلیری اور کی کہ روایات تحریف کا اپنے یہاں سے بالکل انکار کر کے صرف سنیوں پر افترا کیا اور اپنے آپ کو آیت کریمہ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا کا مصداق بنایا۔ **لہٰذا** اب ہم بعونہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ سنیوں کے یہاں ہرگز کوئی روایت تحریف قرآن کی نہیں ہے اور نہ کوئی سُنی کبھی قائل تحریف ہوا نہ ہو سکتا ہے مذہب اہلسنت میں جو شخص تحریف قرآن کا قائل ہو وہ قطعًا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

شیعوں کو اس موقع پر لازم یہ تھا کہ جس طرح ہم نے ان کی معتبر کتابوں سے تحریف قرآن کی روایتیں تین اقراروں کے ساتھ نقل کر دیں اسی طرح وہ بھی ہماری معتبر کتابوں کی روایتیں پیش کر کے ہمارے علماء کا اقرار دکھلائے کہ یہ روایات متواتر ہیں اور یہ کہ یہ روایات تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ انہی روایات کے مطابق سُنی تحریف کے معتقد ہیں مگر کسی شیعہ مجتہد نے ایسا نہ کیا نہ کر سکتا ہے۔ صرف روایت بغیر ان تینوں اقراروں کے نقل کرتے اور اس روایت کا غلط مقصد اپنی طرف سے بیان کر کے کہہ دیتے ہیں کہ تحریف ثابت ہو گئی۔ غلط مطلب بیان کرنے میں حائری صاحب اپنے علمائے سابقین سے بھی دو قدم آگے ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہو گا۔

آغاز مقصد

کسی شیعہ کی اب تک جرأت نہیں ہوئی کہ اہل سنت کو معتقد تحریف قرآن کا کہتا بڑے بڑے بے انصاف مکاروں نے اس بات کا اقرار کیا کہ اہلسنت کا ایمان قرآن شریف پر ایسا پختہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو محرف کہے اہلسنت اس کو کافر جانتے ہیں حتیٰ کہ شیعوں کے امام المناظرین مولوی حامد حسین استقصاء الافحام جلد اول کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

”مصحف عثمانی کہ اہلسنت آنرا قرآن کامل اعتقاد کنند و معتقد نقصان آنرا ناقص الایمان بلکہ خارج از اسلام پندارند“

مگر معلی القاب مجتہد پنجاب نے اپنے سابقین سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر سنیوں کو معتقد تحریف قرآن بیان کیا ہے گو اپنے اس دعوی کے ثبوت میں ایک لفظ بھی پورے رسالہ میں نہیں لکھ سکے۔

مولوی حامد حسین وغیرہ صرف اس بات کے مدعی ہوئے تھے کہ سنیوں کی کتابوں میں تحریف قرآن کی روایت موجود ہے گو یہ بہتان بھی کچھ کم نہ تھا مگر حائری صاحب انہیں کی کورانہ تقلید پر قناعت کرتے تو بھی غنیمت تھا۔

بہر کیف جن لوگوں نے یہ بہتان اٹھایا تھا کہ سنیوں کے یہاں تحریف قرآن کی روایتیں موجود ہیں ان کو ہماری کتابوں سے عبارتوں کو نقل کرتے منقولہ عبارتوں کے ترجمہ کرنے مطلب بیان کرنے میں طرح طرح کی خیانتیں کرنی پڑیں مگر افسوس کہ یہ خیانت کرنے پر بھی ان کا کام نہ بنا۔

اس موقع پر چند باتیں سب سے پہلے یاد رکھنے کی ہیں۔

(۱) اہل سنت کی وہ روایتیں جن کو یہ دھوکہ دینے والے تحریف کی روایتیں کہتے ہیں وہ نسخ کی

اور اختلاف قرأت کی روایتیں ہیں جیسا کہ علمائے اہل سنت نے تصریح کی ہے۔ ایک عالم نے بھی ان روایات سے تحریف کو نہیں سمجھا اور نہ سمجھ سکتا ہے اور لطف یہ کہ مناظرہ کے مقام سے علیحدہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر خود[1] علمائے شیعہ نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ یہ روایات نسخ کی ہیں نہ تحریف کی

[1] چنانچہ علامہ طبرسی شیعی اپنی مشہور تفسیر مجمع البیان میں (اس تفسیر سے حائری صاحب نے اپنے رسالہ موعظہ تحریف میں استناد کیا ہے۔ بذیل آیۃ کریمہ ما ننسخ من آیۃ لکھتے ہیں والنسخ فی القرآن علی ضروب منہا ان یرفع حکم الآیۃ وتلاوتہا کما روی عن ابی بکر انہ قال کنا نقرء لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم ومنہا ان یثبت الآیۃ فی الخط ویرفع حکمہا کقولہ وان فاتکم شیئ من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فانہ ثابتۃ اللفظ فی الخط مرتفعۃ الحکم ومنہا ما یرتفع اللفظ ویثبت الحکم کآیۃ الرجم فقد قیل انہا کانت منزلۃ فرفع لفظہا وقد جاءت اخبار کثیرۃ بان اشیاء کانت فی القرآن فنسخ تلاوتہا فمنہا ما روی عن ابی موسیٰ انہم کانوا یقرؤن لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی الیہما ثالثا ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب ثم رفع وعن انس ان السبعین من الانصار الذین قتلوا ببئر معونۃ نزل فیہم قرآن بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا ثم ان ذلک رفع (ترجمہ) نسخ قرآن میں کئی قسم کا ہوا ہے ازاں جملہ یہ کہ آیت کا حکم اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہو جائیں چنانچہ ابو بکر سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم پڑھا کرتے تھے اور ازانجملہ یہ کہ آیت کی کتابت باقی رہے مگر حکم منسوخ ہو جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وان فاتکم شیئ من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم ہے۔ آیت کے الفاظ تو کتابت میں قائم ہیں مگر حکم منسوخ ہے اور ازانجملہ یہ کہ آیت کی تلاوت منسوخ ہو جائے مگر حکم باقی رہے جیسے آیت رجم میں پس تحقیق بیان کیا گیا ہے کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی تلاوت اس کی منسوخ ہوگئی اور تحقیق بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں کہ کچھ آیتیں قرآن میں ایسی تھیں جنکی تلاوت منسوخ ہوگئی مجملہ ان کے ایک روایت وہ ہے جو ابو موسیٰ سے منقول ہے کہ لوگ لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی الیہما ثالثا ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب کی تلاوت کرتے تھے پھر یہ منسوخ ہوگئی اور انس سے روایت ہے کہ ستر انصار جو بئر معونہ میں شہید ہوگئے تھے ان کے متعلق ایک قرآن (یعنی کچھ آیتیں۔ قرآن پوری کتاب کا نام بھی ہے اور بلحاظ لغت اس کے اجزا کو بھی قرآن کہتے ہیں) نازل ہوا یعنی بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔ پھر یہ منسوخ ہوگیا۔ اس کے بعد صاحب مجمع البیان لکھتے ہیں قد ذکرنا حقیقۃ النسخ عند المحققین یعنی نسخ کی جو حقیقت محققین کے نزدیک تھی وہ ہم نے بیان کی معلوم ہوا کہ تمام محققین شیعہ بھی نسخ کی تینوں قسمیں بیان کرتے ہیں۔ اور جن روایات کو مولوی (باقی ص۵۵ پر دیکھیے)

چنانچہ عنقریب ہم انشاء اللہ تعالیٰ ہر ہر روایت کو نقل کر کے یہ بات آنکھوں سے دکھائیں گے۔ **بخلاف** اس کے شیعوں کی روایات صراحۃً تحریف قرآن کو بیان کر رہی ہیں کہ سوا تحریف کے نسخ یا اختلاف[1] قرأت پر وہ کسی طرح محمول نہیں ہو سکتیں چنانچہ چند علماء شیعہ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے اور وہ اقرار اوپر نقل ہو چکا۔

(۲) اہل سنت کی یہ روایتیں اخبار آحاد ہیں متواتر نہیں ہیں بلکہ ان روایات میں سے اکثر کے صحیح ہونے میں بھی کلام[2] ہے۔ لہٰذا بفرض محال اگر یہ روایتیں تحریف پر دلالت بھی کرتیں تو اہلسنت کے نزدیک

(بقیہ حاشیہ ص۵۴) دلدار علی و مولوی حامد حسین وغیرہ اور انکی تقلید کر کے حائری صاحب تحریف کی روایات بتلاتے ہیں محققین شیعہ بھی ان کو نسخ پر محمول کرتے ہیں نہ تحریف پر۔ تحریف کی روایتیں تو وہ ہیں جو کتب شیعہ کے ساتھ مخصوص ہیں سوا شیعوں کے کلمہ گویان اسلام میں سے کسی فرقہ کی کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں ملتا نہ مل سکتا ہے۔ ذرا ان لوگوں کی غیرت و دلیری تو دیکھیے۔ اپنے گھر کی تحقیقات سے بھی آنکھیں بند کر کے کس طرح انہوں نے متفق علیہ روایات نسخ کو تحریف کی روایات کہدیا۔ حائری صاحب نے اپنے اس رسالہ میں یہی سب روایتیں ذکر کی ہیں جیسا کہ آئندہ ہم دکھائیں گے اور جہاں کہیں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے وہ اور بھی لطیف ہے کما یجئی ان شاء اللہ تعالیٰ

[1] کیونکہ روایات شیعہ میں صراحۃً یہ مضامین ہیں کہ قرآن منافقوں نے جمع کیا۔ منافقوں نے اس میں سے بہت کچھ نکال ڈالا جس کے نکل جانے سے موجودہ آیتیں خبط بے ربط ہو گئیں۔ منافقوں نے اپنے کفر کی تائید میں قابل نفرت و خلاف فصاحت مضامین اس میں بڑھا دئے جو باتیں خدا نے نہ فرمائی تھیں وہ قرآن میں درج کر دیں۔ نبی کی توہین قرآن میں بڑھا دی۔ منافقوں نے نام بدل دیئے تغیر روک کر کے تحریف کئے ہوئے مقامات معین کئے جائیں۔ اگر قرآن میں کمی بیشی نہ ہوگئی ہوتی تو ائمہ معصومین کا حق کسی پر مخفی نہ رہتا۔ ان تمام مضامین کی روایتیں بطور نمونہ کے کتب شیعہ سے صفحات گزشتہ میں درج ہو چکیں اور اختلاف قرأت پر روایات شیعہ کے محمول نہ ہو سکنے کی وجہ تو اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جس طرح اہل سنت قائل ہیں کہ قرآن سات قراءتوں کے ساتھ نازل ہوا ہے شیعہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص۱۲۶ میں امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے ان القرآن واحد نزل من عند واحد ولکن الاختلاف یجئ من قبل الرواۃ یعنی قرآن ایک ہے اور ایک ہی کے پاس سے نازل ہوا ہے ولیکن اختلاف راویوں کی طرف سے پیدا ہو گیا و نیز اصول کافی کے اسی صفحہ میں روایت ہے عن فضیل ابن یسار قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان الناس یقولون ان القرآن نزل الیٰ سبعۃ احرف فقال کذبوا اعداء اللہ ولکن نزل علی حرف واحد من عند الواحد یعنی فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات قراءتوں کے ساتھ نازل ہوا ہے تو امام نے فرمایا کہ وہ دشمنان خدا جھوٹ بولتے ہیں بلکہ قرآن صرف ایک قراءت پر نازل ہوا ہے ایک کے پاس سے نازل ہوا ہے۔

[2] چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان کی اسی نوع ۴۷ میں صفحہ ۲۶ جزء دوم میں لکھا ہے (باقی ص۵۶ پر ملاحظہ ہو)

قابل اعتبار نہ ہوں کیونکہ قرآن شریف متواتر ہے اور غیر متواتر شے متواتر کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ بنیاد اعتقاد بن سکتی ہے بخلاف اس کے شیعوں کی روایات تحریف متواتر ہیں۔ ان کے متواتر ہونے کا اور زائد از دو ہزار ہونے کا علمائے شیعہ نے اقرار کیا ہے جیسا کہ اوپر منقول ہوا

(۳) اہل سنت کے یہاں تحریف قرآن کا ناممکن و محال ہونا قرآن[1] اور متواتر حدیثوں اور اجماع متواتر سے ثابت ہے لہٰذا بالفرض کفرض شریک الباری اگر کوئی روایت تحریف قرآن کی

(بقیہ حاشیہ ص۵۵) تنبیہ حکی القاضی ابوبکر فی الانتصار عن قوم انکار هذا الضرب لان الاخبار فیه اخبار احاد ولا یجوز القطع علی انزال قرآن ونسخه باحاد باخبار لا حجة فیها۔ ۱۲ (ترجمہ) آگاہ کرنے کی ایک بات یہ ہے کہ قاضی ابوبکر نے اپنی کتاب الانتصار میں علماء کی ایک جماعت سے نسخ کی اس قسم کا انکار نقل کیا ہے کیونکہ روایتیں اس بارہ میں خبر آحاد ہیں اور جائز نہیں ہے یقین کرنا قرآن کے نازل ہونے پھر منسوخ ہو جانے کا اخبار آحاد کی بنیاد پر جو کسی طرح سند نہیں ہو سکتیں اور ان روایات میں سے اکثر کے صحیح ہونے میں کلام اسوجہ سے اور بھی ہے کہ سوا دو ایک روایت کے اکثر روایات کی پوری سند نہیں ملتی یا سند میں راوی مجہول و شیعہ ہے اور قرآن شریف کے متعلق شیعوں کی روایت ہرگز مقبول نہیں ہو سکتی۔ ۱۲

[1] قرآن شریف میں کئی آیتیں ہیں جن سے تحریف کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے ازاں جملہ ایک آیت یہ ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحٰفظون یعنی تحقیق ہم نے نازل کیا ہے اس نصیحت کو اور بتحقیق ہم اس کے حفاظت کرنے والے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تو اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہو سکتی نہ کمی بیشی نہ تغیر نہ تبدل نہ خرابی نہ ترتیب اسیطرح کئی آیتیں صاف و صریح قرآن میں ہیں اور کچھ آیتیں وہ ہیں جو التزاماً قرآن شریف کے محفوظ غیر محرف ہونے پر دلالت کرتی ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کی آیت ظاہر ہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی اور قرآن شریف آخری کتاب ٹھہری اگر وہ محرف ہو جائے تو حجت خدا بندوں پر کس طرح قائم ہوگی۔ متواتر حدیثوں کا بھی ایک بڑا ذخیرہ ہے جو قرآن شریف کے محفوظ غیر محرف ہونے پر صراحۃً دلالت کرتا ہے مثلاً حضرت کا یہ فرمانا کہ قرآن کو پانی نہیں دھو سکتا حوادث دہر اس کو فنا نہیں کر سکتے اور مثلاً یہ کہ قیامت تک میرا دین باقی رہے گا وغیرہ وغیرہ **اجماع متواتر** اگر کسی کو دیکھنا ہو تو یہ آیت انا له لحٰفظون کی تفسیریں جو اہل سنت نے لکھی ہیں دیکھیے **دلائل عقلیہ** اگر کسی کو مطلوب ہوں تو وہ سید البشر امام الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اہتمام کو دیکھیے جو آپ نے حفاظت قرآن کیلئے کیا۔ اس اہتمام کو دیکھ کر ایک غیر مسلم بھی کہہ اٹھتا ہے کہ بیشک ایک ایسے صاحب الرائے انسان کامل مدبر اعظم کے اس فوق الفوق اہتمام کے بعد قرآن کا محرف ہو جانا عند العقل محال عادی ضرور ہے قرآن شریف میں تحریف کے محال ہونے کو النجم کے مناظرہ حصہ دوم میں جو سنہ ۱۳۲۴ھ میں شائع ہوا تھا بڑے پیمانے کے پورے بیس[20] صفحوں میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ جس میں عقلی و نقلی ہر قسم کے دلائل اپنی بضاعت کے موافق جمع کر دیئے ہیں اور وہ بھی اچھی طرح دکھلا دیا ہے کہ قرآن کریم کی جس قدر خدمات حق تعالیٰ کو مطلوب تھیں وہ سب شروع سے اس وقت تک اہل سنت و بزرگان اہلسنت سے لیا اور لے رہا ہے تو کسی ایرے غیرے پچ کلیان کو خدا تعالیٰ نے ان خدمات میں شریک نہیں کیا۔ سچ ہے یدخل من یشاء فی رحمته جسکو اس بحث کے دیکھنے کا شوق ہو تو وہ مناظرہ حصہ دوم کو دیکھے۔ وایم اللہ فیه نفع لاوام اولی الالباب وشفاء للاسقام والاوصاب۔

کتب اہل سنت میں معاذ اللہ ثابت بھی ہوتی تو قطعاً واجب الرد ہوتی بخلاف اس کے شیعوں کے یہاں تحریف قرآن کا ناممکن ہونا نہ قرآن[1] سے ثابت ہے نہ متواتر و غیر متواتر کسی قسم کی حدیث سے نہ ان کے اجماع سے بلکہ تحریف قرآن کا وقوع[2] ان کے نزدیک قرآن سے اور متواتر حدیث سے اور اجماع سے ثابت ہے۔ لہٰذا بالفرض اگر کوئی روایت عدم تحریف قرآن کی انکی کتب میں موجود بھی ہوتی تو وہ قطعاً واجب الرد ہوتی۔

(۴) اہل سنت کی جن روایتوں کو یہ فریب دینے والے تحریف کی روایتیں کہتے ہیں ان روایتوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں بیان کیا گیا اور اہل سنت کے مذہب میں سوا رسول کے اور کوئی معصوم نہیں لہٰذا یہ روایتیں بالفرض کفرض اجتماع النقیضین تحریف قرآن پر دلالت بھی کریں اور بالفرض متواتر بھی ہوں تو بھی لائق اعتبار نہ ہوں کیونکہ غیر معصوم سے غلط فہمی سہو و نسیان و خطا اجتہادی و غیر اجتہادی ہر طرح کی ممکن ہے اس لئے غیر معصومین کا قول و فعل بالاتفاق حجت نہیں۔ اس پر اعتقاد تو بڑی چیز ہے۔ عمل کی بنیاد رکھنا بھی حرام ہے **بخلاف** اس کے کہ شیعوں کی روایات تحریف میں ائمہ معصومین کے اقوال ہیں جو ان کے زعم باطل میں مثل پیغمبر کے معصوم و واجب التعظیم ہیں۔

(۵) اہل سنت تحریف قرآن کے معتقد نہیں ہیں بلکہ معتقد تحریف کو قطعی کافر جانتے ہیں لہٰذا بالفرض کفرض المحالات ہزاروں روایتیں بھی تحریف کی ہوں تو یہ نہ کہا جاتا کہ ان کے مذہب کی رو سے قرآن محرف ہے **بخلاف** اس کے شیعہ تحریف قرآن کے معتقد ہیں معتقدین تحریف کو کافر کہنا کجا انکو اپنا پیشوا مانتے ہیں لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ ان کے مذہب کی رو سے قرآن محرف ہے۔

ان پانچ باتوں کے سمجھ لینے کے بعد جو نہایت پختہ اور اصولی باتیں ہیں کوئی بیوقوف بھی کسی کے فریب میں نہیں آسکتا اور اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ بحث تحریف میں شیعوں کو معارضہ بالمثل کی ہوس سوا ذلت و رسوائی کے اور کچھ نتیجہ نہیں دے سکتی۔ سچ ہے ع (ملال آورد آرزوئے محال)

[1] شیعوں کے نزدیک قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس میں خدا نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہو۔ آیہ انا له لحٰفظون میں وہ کہتے ہیں کہ ذکر سے رسول کی ذات مراد ہے اور انہیں کی حفاظت کا وعدہ ہے کہ کوئی کافر ان کو قتل نہ کر سکے گا چنانچہ حائری صاحب بھی موعظہ تحریف قرآن میں یہی لکھ رہے ہیں دیکھو رسالہ مذکورہ ص۶۴ ۔ ۱۲

[2] چنانچہ چند روایات کتب شیعہ سے سابقاً ہم نقل کر چکے ہیں اور ان کے متواتر ہونے کی تصریح بھی ان کے علماء کی زبان سے بیان ہو چکی ہے اور زیادہ دیکھنا ہو تو کتاب احتجاج طبرسی ص۱۱۹ سے ص۱۳۲ تک دیکھو۔

حائری صاحب کی پیش کردہ روایات کی حقیقت

اب ہم حائری صاحب کی پیش کردہ روایات کی حقیقت اور حائری صاحب کے استدلال کی لطافت اور ان کے علم و دیانت کی حالت ظاہر کرتے ہیں اور اس حقیقت کو چند نمبروں پر تقسیم کرتے ہیں۔

نمبر اول ۔ حائری صاحب کو معلوم تھا کہ اہلسنت کی جو روایتیں میں تحریف کی روایات کہہ کر پیش کر رہا ہوں وہ نسخ کی ہیں لہذا آپنے اپنے دام افتادوں اور جاہلوں کو مغالطہ دینے کے لئے نسخ کے معنی اپنی طرف سے گڑھ کر یہ بیان کر دیئے کہ "تنسیخ کے معنی ہیں دوسرے حکم سے پہلے کا حکم زائل اور باطل ہونا" انتہی بلفظہ رسالہ تحریف صہ ۱۵ ۔ دوسرا زبردست مغالطہ آپنے یہ دیا کہ صہ ۱۵ میں یہ لکھ کر کہ نسخ کے لئے اہل سنت کے یہاں سات شرطیں ہیں۔ پھر سات شرطیں نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی کتاب افادۃ الشیوخ سے نقل کرکے صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں۔ بس بس یاد رکھنا چاہیئے کہ اہل سنت کے ہاں ان سات شرطوں کے ساتھ کسی آیت میں نسخ وارد ہو سکتا ہے۔ ان کے سوا بنا بر روایات اہلسنت اگر کسی آیت میں لفظی معنوی یا اعرابی تغیر ہوا ہو تو وہ تنسیخ نہیں بلکہ یقیناً تحریف ہے۔ بعض سنیوں نے جان چھڑانے کے لئے یہ رویہ اختیار کر رکھا ہے کہ ان کی مذہبی کتابوں سے جب انہیں تحریف ہونا دکھایا جاتا ہے تو وہ جھٹ کہہ دیا کرتے ہیں کہ تحریف نہیں تنسیخ ہے۔ اسی لئے اسی وقت فوراً اس سے یہ مطالبہ کیا جانا چاہیئے کہ وہ اپنی ان سات مسلمہ شرطوں کے ساتھ تنسیخ کو ثابت کرے۔ ورنہ ان کی ان سات مسلمہ شرطوں کے خلاف تحریف کو تنسیخ کہہ کر ٹال دینے کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں ہو سکتا اور ایسی صورت میں جب کہ مسلمہ سات شرطوں کے مطابق تنسیخ ثابت نہ کر سکے گا تو لازماً اس کو تحریف کا قائل ہونا پڑے گا۔ تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی صفحہ ۳۱۵ سطر ۲۲ میں علامہ امام سیوطی نے تنسیخ کے متعلق ابن حصار کا قول بڑی وضاحت سے لکھا ہے ان ما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ صلعم او عن صحابی یقول اٰیۃ انتہی بلفظہ یعنی اس کے سوا نہیں کہ نسخ قبول کرنے کے لئے رجوع کیا جائے گا ایسی صریح حدیث کی طرف جو پیغمبر صلعم سے منقول یا ثقہ صحابی سے جس پر ناسخ آیت موجود ہو انتہی بلفظہ

اے اہل انصاف دیکھو ۔ یہ شیعوں کے قبلہ و کعبہ اور مجتہد پنجاب ہیں جو ایسی معمولی معمولی باتوں میں ایسے زبردست مغالطے مخلوقِ خدا کو دیتے ہیں اور اس پر القاب یہ کہ سرکار شریعتمدار ہیں

سلطان المحدثین ہیں صدر المفسرین ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

اچھا اب دونوں مغالطوں کی حقیقت سنیئے۔ مفسرین نے نسخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں اول۔ نسخ تلاوت فقط۔ دوم۔ نسخ حکم فقط۔ سوم۔ نسخ تلاوت و حکم معاً۔ چنانچہ اتقان مطبوعہ مصر جزو دوم صفحہ ۲۳ میں ہے النسخ فی القرآن علی ثلثۃ اضرب احدھا ما نسخ تلاوتہ و حکمہ یعنی نسخ قرآن میں تین قسم کا ہوا ہے ایک وہ کہ تلاوت و حکم دونوں منسوخ ہوں پھر آگے چل کر لکھتے ہیں الضرب الثانی ما نسخ حکمہ دون تلاوتہ وھذا الضرب ھو الذی فیہ الکتاب المولفۃ۔ دوسری قسم نسخ کی یہ ہے کہ صرف حکم منسوخ ہوا ہو تلاوت منسوخ نہیں ہوئی اور یہی وہ قسم ہے جس میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ پھر اسی قسم خاص کے متعلق ابن حصار کا وہ قول نقل کیا ہے جس کو حائری صاحب نے مطلق نسخ کے متعلق ظاہر کیا اور اسی قسم خاص کے متعلق وہ سات شرائط بھی ہیں جو حائری صاحب نے افادۃ الشیوخ سے نقل کی ہیں۔ پھر اس کے بعد اتقان میں ہے الضرب الثالث ما نسخ تلاوتہ دون حکمہ یعنی تیسری قسم نسخ کی یہ ہے کہ صرف تلاوت منسوخ ہوئی حکم منسوخ نہ ہو اور دوسرے مفسرین نے مثل صاحب معالم التنزیل تفسیر کبیر وغیرہ کے یہی نسخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور لطف یہ ہے کہ علمائے شیعہ نے بھی نسخ کی ان تین قسموں کو قبول کر لیا ہے ———— پس جب نسخ کی تین قسمیں ہیں تو حائری صاحب کا نسخ کو صرف ایک قسم میں منحصر کر دینا اور نسخ کی تعریف میں حکم کی قید لگانا اور کہنا کہ تنسیخ کے معنی ہیں دوسرے حکم سے پہلے حکم کا زائل اور باطل ہونا" کیسا زبردست مغالطہ ہے۔ یہ تعریف اگر ہو سکتی ہے تو نسخ کی قسم دوم یعنی نسخ حکم کی نہ مطلق نسخ کی **نیز** جب یہ معلوم ہو چکا کہ حائری صاحب نے جسقدر شرائط نسخ کے افادۃ الشیوخ یا اتقان سے نقل کئے ہیں وہ نسخ کی ایک خاص قسم یعنی قسم دوم سے تعلق رکھتی ہیں تو حائری صاحب کا یہ کہنا کہ بغیر ان شرائط کے نسخ کا ثبوت ہو ہی نہیں سکتا اور جب نسخ نہ ثابت ہوا تو تحریف ماننا پڑے گی۔ کیسا کھلا ہوا فریب ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

اجی حضرت نسخ کی ایک قسم خاص ثابت نہ ہوئی تو دوسری قسم یعنی نسخ تلاوت تو ثابت ہو گئی۔

حائری صاحب کی مذکورۂ بالا عبارت کو دیکھ کر ہر شخص نے سمجھ لیا ہوگا کہ حائری صاحب جن روایات اہل سنت کو تحریف قرآن کی روایت کہکر پیش کریں گے نہ ان میں تحریف کا ذکر ہے نہ علمائے اہلسنت ان روایات سے تحریف کا مضمون سمجھتے ہیں۔ بلکہ حائری صاحب ان روایات سے اسطرح

کھینچ تان کر تحریف ثابت کریں گے کہ وہ روایات نسخ پر محمول نہیں ہو سکتیں لہذا تحریف کا قائل ہونا پڑے گا۔ اگر نسخ پر محمول نہ ہو سکنے کی یہ وجہ آپنے تراشی کہ نسخ کی صرف ایک قسم ہے یعنی نسخ حکم اور اس کیلئے سات شرطیں ہیں وہ شرطیں ان روایات میں نہیں پائی جاتیں۔

پس جب کہ ہم حائری صاحب کی اس خود تراشیدہ وجہ کا فریب خالص ہونا ظاہر کر چکے اور دکھلا چکے کہ یہ خود تراشیدہ خود مذہب شیعہ کے بھی خلاف ہے علمائے شیعہ نے بھی نسخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں تو اب کوئی حاجت حائری صاحب کی پیش کردہ روایات سے بحث کرنے کی باقی نہیں رہی مگر چونکہ ہم کو حائری صاحب کی علمیت اور دیانت کا نمونہ کچھ اور بھی دکھانا ہے اس لئے ان روایات سے آئندہ بحث کی جائے گی۔

حائری صاحب کی مذکورہ بالا عبارت میں ابھی بہت سے لطائف باقی ہیں لہذا ان کو بھی مختصراً ملاحظہ کیجئے کیونکہ یہی عبارت آپ کے تمام استدلالات کی سنگ بنیاد ہے۔

قولہ اہلسنت کے یہاں ان سات شرطوں کے ساتھ الخ بالکل غلط اور محض فریب۔ یہ شرائط صرف نسخِ حکم کی ہیں نہ نسخ "تلاوت کی اور وہ روایتیں جو آپ پیش کریں گے نسخ تلاوت سے تعلق رکھتی ہیں نہ نسخ حکم سے لہذا ان میں ان شرائط کی ضرورت نہیں۔

قولہ بعض سنیوں نے جان چھڑانے کے لئے الخ یہ آپ کی علم سے بے خبری یا دیدہ و دانستہ دروغ بافی ہے۔ سنیوں نے جان چھڑانے کے لئے ان روایات کو نسخ پر محمول نہیں کیا بلکہ آپ اور آپکے اکابر اپنی جان چھڑانے کے لئے ان روایات پر کھینچ تان کر تحریف ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر سوا ناکامی کے آپ لوگوں کے حصہ میں کچھ نہیں آتا۔ تحریف کا استنباط ان روایات سے کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا نہ کسی شیعہ نے ان روایات کو تحریف کے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ بلکہ علمائے شیعہ بھی ان روایات کو نسخ پر محمول کرتے چلے آتے تھے۔ یہ بے حیائی اور بے انصافی تو اب چند روز سے شروع ہوئی ہے۔ غالباً مولوی دلدار علی و مرزا محمد کاشمیری پہلے شخص ہیں جنہوں نے تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں مبہوت ہو کر یہ بانگ بے ہنگام اٹھائی کہ سنیوں کی روایات سے بھی تحریف قرآن ثابت ہے۔ لہذا امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر۔ امام بغوی صاحب معالم التنزیل ابو عبد اللہ حاکم مصنف مستدرک۔ حافظ الحدیث علامہ ابن عبد البر مصنف تمہید۔ علامہ سیوطی مصنف اتقان وغیرہ وغیرہ جو اپنی کتب نام بردہ وغیرہ میں ان روایات کو نسخ پر محمول ہونا بیان کر گئے۔ اس کو جان چھڑانا کس طرح

کہا جا سکتا ہے جب کہ اس بہتان کے ایجاد کرنے والے مولوی دلدار علی وغیرہ ان علمائے کرام کے صدیوں بعد پیدا ہوئے۔

قولہ جھٹ کہدیا کرتے ہیں کہ یہ تحریف نہیں تنسیخ ہے الخ جھٹ کہدینا چہ معنیٰ اصلی اور حقیقی بات یہی ہے کہ اہل سنت کی کسی روایت میں تحریف قرآن کا نام و نشان نہیں ہے۔ نسخ کا البتہ ذکر ہے چنانچہ عنقریب ہم روایات تحریف اہلسنت منقولہ حائری صاحب کے لفظ سے دکھا دیں گے کہ ان روایات سے تحریف کا مضمون کھینچ تان کر بھی کوئی شخص نہیں نکال سکتا **تمام دنیا کے شیعہ مجتہد ملکر ایک بھی روایت تحریف قرآن کی اہلسنت کی کسی معتبر کتاب میں دکھلا دیں تو میں ان کو جو انعام مانگیں دینے کا اعلان کرتا ہوں۔**

قولہ۔ اسی وقت فوراً اس سے یہ مطالبہ کیا جانا چاہیئے کہ وہ اپنی ان مسلمہ سات شرطوں الخ کوئی ایسا ہی جاہل بے عقل ہوگا جو نسخ حکم کی شرائط کا مطالبہ نسخ "تلاوت کے مدعی سے کرے گا۔

قولہ لازماً اس کو تحریف قرآن کا قائل ہونا پڑے گا الخ جناب حائری صاحب "ملال آورد آرزوئے محال"۔ اہل سنت کے کسی جاہل سے جاہل کو تحریف قرآن کا قائل بنا لینا ابلیس کی طاقت سے بھی باہر ہے۔ قرآن شریف کی حقانیت و محفوظیت کا عقیدہ ہمارے دلوں میں اور دلوں کے رگ و ریشہ میں ایسا سرایت کر گیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ نکل نہیں سکتا۔

قولہ۔ یا ثقہ صحابی سے منقول ہو الخ جناب حائری صاحب سے فوراً یہ مطالبہ کیا جانا چاہیے کہ آپنے ثقہ کی قید صحابی کے ساتھ اپنی طرف سے کیوں لگائی۔ علامہ سیوطی کی عبارت جس کا آپ ترجمہ کر رہے ہیں اس میں تو کوئی لفظ نہیں جس کا ترجمہ ثقہ ہو اور لطف یہ کہ اصل عبارت بھی آپنے نقل کر دی ہے۔ درحقیقت یہ آپ ہی کا حصہ ہے ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ایک سنی کی عبارت کے ترجمہ میں صحابی میں ثقہ غیر ثقہ کی تشقیق پیدا کرنا یقیناً سخت خیانت ہے، لیکن اس قسم کی خیانتیں ترجمہ میں بیان مطلب میں کتابوں کے حوالہ میں آپ کے اس رسالہ میں بکثرت ہیں۔ کیوں نہ ہو آخر آپ مجتہد بھی ہیں

نمبر دوم۔ نسخ کے معنی اور اس کے شرائط اپنی طرف سے تصنیف کر چکنے کے بعد درمیان میں کچھ اور فضولیات[1] زیب رقم فرما کر جناب حائری صاحب مبحث تحریف کو شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

---

[1] ان فضولیات کا جواب بھی انشاء اللہ آئندہ دیا جائے گا۔ ۱۲

اہل سنت کا قرآن ناقص ہے۔ فرمایا صاحبان اہل سنت و جماعت نے عام طور پر یہ مشہور کر رکھا ہے کہ شیعوں کا قرآن ناقص ہے یہ محض غلط بہتان اور افترا ہے صرف دھوکہ دینے کی غرض سے یہ لوگ ایسا کہہ دیا کرتے ہیں۔ سنو! شیعوں کا ہی قرآن کامل ہے جس کا ثبوت میرے ذمہ ہے۔ ابھی ابھی میں اپنے اس دعوے کا مدلل ثبوت آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ مگر عطائے شما بلقائے شما کے اقتضا سے پہلے ان کا اعتراض انہیں کی مسلمہ کتاب سے انہیں پر پیش کرتا ہوں کہ گر بجویٹ اور محققین میں تعلیم یافتہ طبقہ اچھی طرح سمجھ جائے کہ ایسے لوگوں کو دوسروں پر اعتراض کرنے کا سبب اور کیا ہو سکتا ہے سوا اس کے کہ تعصب کی عینک آنکھوں پر لگی ہوئی ہے جس سے دور کا تنکا تو بآسانی نظر آجاتا ہے لیکن قریب کا شہتیر بھی نہیں دکھائی دیتا اپنی مذہبی روایات سے ناواقف ہو کر خوامخواہ دوسروں کو چھیڑ چھاڑ کر طعن کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کرتا ہے کہ طاعن کے مذہب کا بخیہ ادھیڑ کر تمام پرزے سامنے رکھدیئے جاتے ہیں جس پر وہ طاعن حسرت اور افسوس کے ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ تفسیر اتقان مطبوعہ مطبع احمدی صفحہ ۳۱۶ سطر ۹ میں امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے قال ابو عبیدہ حدثنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کلہ وما یدریہ ما کلہ قد ذھب منہ قرآن کثیر انتہیٰ بلفظہ یعنی ابن عمر سے مروی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی یہ نہیں دعویٰ کر سکتا کہ اس نے پورا اور مکمل قرآن تمسک۲ کیا ہے اور اس کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ مکمل اور پورا قرآن کیا ہے کیونکہ اس۳ قرآن کا بہت سا حصہ اس میں سے نکل گیا ہے۔ فرمایا کیوں صاحب فرمایئے اب کس کا قرآن ناقص ہوا شیعوں کا یا سنیوں کا خلیفہ زادہ حضرت ابن عمر سنی تھا یا شیعہ اس نے تو بانگ دہل یہ کھول کر کہہ دیا ہے کہ ایک نفر بھی تم میں سے اس امر کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے پورے اور مکمل قرآن کا تمسک کیا کیونکہ سنیوں کے خلیفہ زادہ کے قول سے تو یہ قرآن ناقص ہے۔ پھر ناقص قرآن کا ماننے اور تمسک کرنے والا سنیوں کا گروہ کامل قرآن کے ماننے والے شیعوں پر طعن کرنے کا کیا حق رکھتا ہے۔

جناب حائری صاحب کی پوری عبارت بلفظہ ختم ہو گئی اب جواب ملاحظہ ہو

[illegible]

الجواب بعون الملک الوہاب

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ جناب حائری صاحب نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے ایک چیز بھی ان کی قوت علمی یا تتبع کا نتیجہ نہیں سوا چند لطائف کے جو ان کے مجتہد اور سرکار شریعتمدار ہونے کی سندیں ہیں چنانچہ یہ روایت مرزا محمد صاحب کشمیری نزہہ میں اور مولوی دلدار علی صاحب مجتہد اعظم شیعہ صوارم میں پیش کر چکے تھے اور اس کا جواب باصواب مولانا سیف الدین بن اسد اللہ ملتانی تنبیہ السفیہ میں جیسا کہ چاہیئے دے چکے تھے پھر شیعوں کے امام عالی مقام مولوی حامد حسین نے اسی روایت کو استقصاء الافحام میں پیش کیا جس کا زلزلہ افگن جواب اس حقیر نے آج سے انیس سال پہلے النجم مورخہ صفر ۱۳۲۳ھ میں دیا تھا جس کے رد کرنے کی اس وقت تک کسی شیعہ کو ہمت نہیں ہوئی اسی روایت کو پھر پیش کر رہے ہیں اور ان جوابات کا نام تک نہیں لیتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ کی تازہ بتازہ نو بنو تحقیقات ہے۔ سبحان اللہ۔ لہٰذا میں اس وقت بجائے اس کے کوئی عبارت میں جواب دوں اپنے اسی پرانے انیس برس کے چھپے ہوئے جواب کو مع عبارت استقصاء الافحام کے نقل کئے دیتا ہوں۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ جناب حائری صاحب استقصا کی خوشہ چینی بھی نہ کر سکے۔

نقل عبارت النجم مورخہ ۲۸ محرم و ۷ صفر ۱۳۲۳ھ

جناب مولانا موصوف یعنی مولوی حامد حسین (استقصاء الافحام کے) مبحث تحریف کے آغاز میں فرماتے ہیں۔

بعض روایات ناصہ بر وقوع	بعض وہ روایتیں جو قرآن میں نقصان اور
نقصان و حذف اسقاط و تبدیل و	حذف و اسقاط و تبدیل و تحریف کے
تحریف در قرآن درین جا نقل نمودہ می	واقع ہو جانے پر نص صریح ہیں اسجگہ لکھی
شود فمنہا ما فی الدر المنثور للسیوطی اخرج	جاتی ہیں منجملہ ان روایتوں کے ایک وہ روایت
ابو عبیدہ و ابن الضریس و ابن الانباری	ہے جو سیوطی کے در منثور میں ہے کہ ابو عبیدہ اور

فی المصاحف عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کلہ ما یدریہ ما کلہ قد ذہب منہ قرآن کثیر و لکن لیقول قد اخذت ما ظہر منہ انتہیٰ تحیر است کہ جناب ابن عمر وقوع نقصان در قرآن باشند و مردم را از راہ شفقت و نصیحت از ادعائے باطل اخذ تمام قرآن منع نمایند و تصریح فرمایند کہ بسیارے از قرآن دستخوش نقصان گردیدہ وکسے زبان ایشان نگیرد و دست رد بر سینہ ایشان نگزارد **و اگر بیچارہ شیعے بمقتضائے احادیث کثیرہ اہل بیت طاہرین مصرحہ بوقوع نقصان در قرآن** حرف تحریف و نقصان بر زبان آرد ہدف سہام وطعن و ملام و مایہ استہزاء و تشنیع گردد ان ہذا لشیٔ عجاب فاعتبروا یا اولی الالباب۔

و اما تاویل افادۂ ابن عمر باین کہ غرض جنابش از فقرہ قد ذہب منہ قرآن کثیر این است کہ آنچہ منسوخ التلاوۃ بود

ابن ضریس اور ابن انباری نے مصاحف میں حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن یاد کرلیا ہے وہ نہیں جانتا کہ کل قرآن کس قدر تھا بہت سا قرآن جاتا رہا ہے بلکہ یہ کہے کہ جسقدر قرآن موجود ہے اسے میں نے یاد کیا ہے **انتہیٰ**

حیرت ہے کہ جناب ابن عمر قرآن میں کمی کے قائل ہوں اور لوگوں کو از راہ شفقت و نصیحت پورے قرآن کے حفظ کر لینے کے جھوٹے دعویٰ سے منع کریں اور تصریح فرمائیں کہ بہت سا قرآن کم ہو گیا ہے اور کوئی انکی زبان نہ پکڑے اور انکے سینہ پر ردوکد کا ہاتھ نہ رکھے **اور اگر بیچارہ کوئی شیعہ اہل بیت طاہرین کی بہت سی احادیث کے موافق جو قرآن کے ناقص ہو جانے کی تصریح کر رہی ہیں** تحریف اور نقصان کا لفظ زبان سے نکالے تو طعن و ملامت کے تیروں کا نشانہ بن جائے اور اس پر تشنیع و استہزا ہونے لگے۔ یہ ایک عجیب بات ہے اے عقلمندو عبرت حاصل کرو۔

باقی رہا ابن عمر کے اس قول کی یہ تاویل کرنا کہ آنجناب کی غرض قرآن کے جاتے رہنے سے ہے کہ جس قدر منسوخ التلاوۃ ہو گیا

ازاں رفتہ است از ضحکہ بیش نیست زیرا کہ ہر قدر کہ منسوخ التلاوۃ شد از حقیقت قرآن و ماہیت آن خارج گردید آنرا قرآن دانستن معنائے ندارد بلکہ کتابت آں ہم در قرآن جائز نیست و بنا بریں ادعائے اخذ تمام قرآن صحیح باشد و منع ازاں ممنوع و قطعاً غیر جائز۔ **پس گو ایں تاویل دافع ثبوت نقصان قرآن باشد** لیکن نقصان عقل و خفت رائے جناب ابن عمر کہ بجہت ذہاب منسوخ التلاوۃ از ادعائے اخذ تمام قرآن منع فرمود ثابت می نماید و ابواب طعن و ملام را بروئے جنابش می کشاید۔

ولعل صیانۃ القرآن عن النقصان لاتکون اہم عندہم من صیانۃ عرض جنابہ عن الملام والھوان۔

وہ نکل گیا ہے ایک ہنسی کی بات ہے کیونکہ جسقدر قرآن منسوخ التلاوۃ ہو گیا وہ قرآن کی حقیقت و ہیئت سے خارج ہو گیا اس کو قرآن سمجھنے کا کوئی مطلب نہیں بلکہ اس کا لکھنا بھی قرآن میں جائز نہیں ہے اور اس بنا پر پورے قرآن کے حفظ کا دعویٰ کرنا صحیح ہو گا اور اس دعویٰ سے منع کرنا جائز نہ ہو گا **پس گو یہ تاویل قرآن میں کمی کے ثبوت کو دفع کر دے مگر** ابن عمر کے عقل کی کمی اور ان کے رائے کی سبکی کو بھی ثابت کر دیگی کہ انہوں نے منسوخ التلاوۃ کے نکل جانے کے سبب سے پورے قرآن کے حفظ کا دعویٰ کرنے کو منع کیا اور یہ تاویل ان کے منہ پر طعن و ملامت کے دروازوں کو کھول دیگی اور شاید سنیوں کے نزدیک قرآن کو ناقص ہونے سے بچانا ابن عمر کی آبرو کو ملامت و ذلت سے بچانے سے زیادہ اہم نہ ہو۔

ناظرین اس عبارت کو غور سے دیکھیں تو خود ہی جناب مولوی صاحب کے استدلال کی لطافت ظاہر ہو جائے گی۔ اس روایت کے کسی لفظ سے بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ **قرآن میں تحریف ہو گئی ہے۔**

حاصل اس روایت کا صرف اس قدر ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ مجھے پورا قرآن یاد ہے کیونکہ بہت سا حصہ قرآن کا چلا گیا ہے لہذا یہ کہنا چاہیے کہ جس قدر موجود ہے وہ مجھے یاد ہے۔ مقصود حضرت ابن عمرؓ کا درحقیقت یہی ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ منسوخ ہو جانے کی

وجہ سے اس مصحف[1] میں نہیں ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ پورا قرآن مجھے یاد ہے جھوٹ ہوگا۔

مولوی حامد حسین صاحب نے جو اس روایت میں یہ لفظ دیکھا کہ "بہت سا حصہ قرآن کا چلا گیا" تو وہ خوش ہو گئے۔ انہیں اس سے کچھ مطلب نہیں کہ یہ حصہ تحریف کے سبب سے چلا گیا یا نسخ کے سبب سے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان کی سینتالیسویں[2] نوع میں اسی روایت کو منسوخ التلاوت کی مثال میں لکھا ہے وہ فرماتے ہیں والضرب الثالث ما نسخ تلاوتہ دون حکمہ وامثلۃ ھذا الضرب کثیرۃ قال ابوعبید الخ یعنی تیسری قسم منسوخ کی وہ ہے جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم منسوخ نہیں ہوا۔ اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ اسکے بعد انہوں نے یہ روایت ذکر کی ہے۔

باقی رہا جناب مولانا حامد حسین صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ روایت نسخ پر محمول نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حضرت ابن عمر نے اس حصہ کو جو کہ نکل گیا قرآن کہا ہے اور منسوخ التلاوت کو قرآن نہیں کہتے منسوخ تو قرآن کی حقیقت ہی سے خارج ہے۔ یہ جناب مولانا خوش فہمی اور قوت علمی کا نتیجہ ہے بلکہ یہ زور قلم ہے کہ کسی مقام پر رکتا ہی نہیں۔ پوچھئے یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ منسوخ قرآن کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہے۔ قرآن کی حقیقت سوا کلام نفسی الٰہی کے اور کیا ہے۔ تو کیا جبقدر آیتیں منسوخ ہو گئیں وہ کلام نفسی الٰہی نہیں رہیں جس قدر حدیثیں منسوخ ہو گئیں اب وہ حدیث ہی نہیں ہیں۔ کوئی شخص اپنے کسی کلام کو منسوخ کر دے تو کیا اس کا کلام ہی نہ رہے گا۔ یہ عجیب بات ہے جو سوا مولوی حامد حسین صاحب کے اور کوئی نہ کہے گا شاید مولوی صاحب نے اصول فقہ میں قرآن کی یہ تعریف دیکھی ہوگی المکتوب فی المصاحف المنقول الینا نقلاً متواتراً۔ یعنی صحیفوں میں لکھا ہوا اور ہم تک بتواتر منقول ہو اور یہ تعریف چونکہ منسوخ التلاوۃ پر صادق نہیں آتی اس لئے انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ آیات منسوخہ قرآن کی حقیقت ہی سے خارج ہیں مگر مولوی حامد حسین صاحب یہ کیوں نہ سمجھے کہ اصول فقہ کی اصطلاحات قرن صحابہ کے بعد منعقد ہوئی ہیں

---

[1] یہ مقصود حضرت ابن عمر کا خود اسی روایت کے الفاظ میں غور کرنے سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر مقصود ان کا یہ ہوتا کہ قرآن میں تحریف ہو گئی ہے تو بجائے قد ذھب منہ قرآن کثیر ولکن یقل قد اخذت ما ظھر منہ کے عبارت یوں ہو قد اسقط المحرفون منہ قرآنا کثیراً ولکن یقل اخذت ما بقی منہ۔ ۱۲

ان اصطلاحات کو صحابہ رضؓ کے کلام میں جاری کرنا بالکل بعید از عقل ہے بلکہ یہ اصطلاحی تعریف سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب قرآن مصاحف میں نہ لکھا گیا تھا غیر منسوخ پر بھی صادق نہیں آتی۔ اصولیوں نے یہ تعریف بیشک آیات منسوخہ کے اخراج کے لئے کی ہے کیونکہ ان کے زمانے میں آیات منسوخہ بسبب عدم تواتر کے یقینی طور پر قرآن نہیں کہی جا سکتی تھیں اور ان کو حدیث سے زیادہ کوئی رتبہ نہیں دیا جا سکتا تھا۔ لیکن جن لوگوں نے بلا واسطہ ان آیات کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا انہیں ان آیات کے قرآن ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا تھا۔ حضرت ابن عمر رضؓ نے ان آیات کو بلا واسطہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا لہذا انہیں حق تھا کہ وہ ان کو قرآن کہتے اور چونکہ وہ آیتیں مصحف میں نہیں ہیں لہذا ان کی احتیاط اسی کی مقتضی تھی کہ وہ بغیر ان تمام آیتوں کے یاد کئے ہوئے پورے قرآن کے یاد کر لینے کے دعوی کو منع فرماتے۔

اصل استدلال کا تو جواب ہو چکا اب مولوی صاحب کی فضول باتوں کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ انتصار الاسلام میں ہم نے ان کے لفظ لفظ کو الٹا ہے۔ آخر میں جو مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ہے کہ شاید سنیوں کے نزدیک قرآن کا الخ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شیوہ سنیوں کا نہیں ہے سنی قرآن کے برابر کسی کی عظمت نہیں سمجھتے خواہ حضرت ابن عمر ہوں یا عمرؓ یہ شیوہ شیعوں ہی کو مبارک رہے۔

مولانا سیف اللہ بن اسد اللہ ملتانی نے اس روایت کے جواب میں ایک بات نہایت عمدہ لکھی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے مزاج میں اس قسم کی احتیاط بہت تھی چنانچہ وہ یہ بھی منع کرتے تھے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورے رمضان کے روزے رکھے کیونکہ پورے رمضان میں رات بھی داخل ہے اور کوئی شخص رات کو روزہ نہیں رکھتا۔ ان کی عبارت (کتاب تنبیہ السفیہ رد صوارم کی) یہ ہے۔

وعبداللہ بن عمر در گفتگو این قسم احتیاطہا بسیار مرعی می داشت چنانچہ ابن ابی شیبہ ودیگران ازو روایت کردہ اند کہ او منع می کرد از گفتن این کہ صُمْتُ رَمَضَانَ کلّہ، زیرا کہ شب داخل رمضان است ومحل صوم نیست۔

النجم کی عبارت ختم ہوئی۔

حائری صاحب کی پیش کردہ روایت کا تو شافی و کافی جواب ہو چکا اور اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ اس روایت کو اگر صحیح مان لیا جائے اور بالفرض کفرض المحالات یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ روایت ایسی زبردست ہے کہ تواتر قرآن کا مقابلہ کر سکتی ہے تو بھی اس روایت سے نہ قرآن کا ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ حضرت ابن عمر نے اس قرآن کو ناقص کہا۔ کوئی مصنف اگر اپنی کتاب کا کوئی حصہ خود منسوخ کر دے اور کوئی اس پر یہ کہدے کہ یہ کتاب پوری جس قدر تصنیف ہوئی تھی اتنی نہیں ہے تو اس سے نہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ کتاب ناقص ہو گئی نہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس کہنے والے نے اس کو ناقص کہا۔ اب ذرا یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ حائری صاحب کی جسارت اور مولوی حامدحسین کی جرأت میں کیا فرق ہے۔

(۱) مولوی حامدحسین چونکہ کچھ علم بھی رکھتے تھے اور اپنی کتابوں پر بھی ان کی نظر تھی اس لئے یہ ہمت نہ کر سکے کہ حائری صاحب کی طرح یہ کہہ دیتے کہ شیعوں کو قرآن کے ناقص کہنے کا الزام دینا محض غلط بہتان اور افترا ہے اور شیعوں کا یہی کامل قرآن ہے بلکہ انہوں نے صاف اقرار کر لیا کہ کتب شیعہ میں بکثرت احادیث اہل بیت طاہرین کی موجود ہیں جن کا مقتضی یہ ہے کہ قرآن میں تحریف ہو گئی۔ جناب حائری صاحب کی نظر اپنی کتابوں پر بھی نہیں ہے جس کا تجربہ لاہور میں کئی بار ہوا ؎ درکفر ہم ثابت نۂ زنار را رسوا مکن

(۲) مولوی حامدحسین نے اس روایت کے نسخ تلاوت پر محمول ہونے کو اس طرح رد کرنا چاہا کہ جو آیتیں منسوخ التلاوت ہو گئیں وہ قرآن کی حقیقت سے خارج ہو گئیں الخ حائری صاحب کی طرح ان سے یہ بہادری نہ ہو سکی کہ نسخ حکم کی شرطوں کو نسخ تلاوت پر چسپاں کر کے کہدیتے کہ صاحبو! سنیوں کے یہاں نسخ کی سات شرطیں ہیں جب یہ شرطیں یہاں موجود نہیں تو یہ روایت نسخ پر کیسے محمول ہو سکتی ہے کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ ایسی کھلی ہوئی خیانت بہت جلد ذلیل کر دے گی۔

(۳) مولوی حامدحسین نے یہ بھی اقرار کر لیا کہ یہ روایت نسخ تلاوت پر محمول کی جائے تو قرآن کے ناقص ہونے کا ثبوت اس روایت سے دفع ہو جائے گا مگر حائری صاحب تو پہلے ہی یہ فقرہ تراش چکے تھے کہ شرائط نسخ نہیں پائے جاتے لہذا یہ روایت نسخ پر محمول ہو ہی نہیں سکتی وہ کیوں ایسا اقرار کرتے۔

(۴) یہ روایت درمنثور میں بھی ہے اور اتقان میں بھی۔ مولوی حامدحسین نے اتقان کا حوالہ دینے کی جرأت نہ کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اتقان میں اول تو تصریح اس بات کی ہے کہ یہ روایت نسخ تلاوت کی ہے دوسرے اتقان ہی میں یہ بھی تصریح ہے کہ ایک بڑی جماعت علماء تفسیر و حدیث کی ان روایتوں کو نہیں مانتی مگر حائری صاحب نے یا اتقان دیکھی نہیں۔ اتقان کی عبارت کہیں ان کو نقل کی ہوئی مل گئی۔ یا ان میں اتنی حیا بھی نہیں جتنی مولوی حامدحسین جیسے مکابر میں ہے۔

ابھی اور بہت سے فرق ہیں مگر تبرکاً بعدد خلفاء راشدین صرف چار پر اکتفا کی گئی۔ اب حائری صاحب کی فضولیات بلکہ خرافات کا جواب ملاحظہ ہو۔

قولہ صرف دھوکہ دینے کی غرض سے الخ جناب حائری صاحب! کلوخ انداز پاداش سنگ است + خوب یاد رکھئے سنیوں کا شیوہ دھوکا دینا نہیں۔ دھوکا دینا ان کے مذہب میں حرام ہے۔ خود آپ کے اصحاب[1] ائمہ نے ائمہ سے بیان کیا ہے کہ سنیوں میں سچائی ہے امانت ہے وفا ہے۔ اور شیعوں میں نہ سچائی ہے نہ امانت نہ وفا دھوکا دینا آپ کا شیوہ ہے جیسا کہ اس رسالہ میں آپ کے نسخ حکم کے شرائط کو نسخ تلاوت پر چسپاں کر دیا دھوکہ دینا آپکے اکابر کا شیوہ ہے خاص کر آپ کے جناب جعفر صاحب کا جو ہر بات میں ستر ستر پہلو اپنے نکل جانے کے رکھ لیتے تھے جنہوں نے جھوٹ[2] بولنے دھوکہ دینے کو ہر شیعہ کے دین کا رکن اعظم قرار دیا اور ان کے والد ماجد جناب باقر صاحب نے فرمایا کہ یہی میرا بھی دین ہے اور میرے باپ دادا کا بھی یہی شیوہ تھا بلکہ یہ بھی ارشاد ہوا کہ خدا کا شیوہ بھی یہی ہے (نعوذ باللہ)

قولہ یہ نتیجہ ہوا کرتا ہے کہ طاعن کے مذہب کا بخیہ الخ یہ بات تو آپنے بالکل سچ کہی الکذوب قد یصدق بیشک اس کا تجربہ آپ لوگوں کو ہو چکا ہے مگر افسوس پھر بھی باز نہیں آتے حضرت رحمۃ للعلمین کے اصحاب کرام اور ازواج مطہرات اور ان کی ذریت طیبہ جناب سیدہ حضرت فاطمہ زہرہ کے جگر گوشوں پر طعن کرنے کا نتیجہ آپنے بارہا دیکھا ہوگا کہ ابن سبا کی بنی ہوئی مذہبی چادر کا بخیہ نہیں تار تار اور انگ الگ ہو گیا۔ سچ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنہ پاکاں برد

---

[1] حوالہ کتاب خاتمہ کتاب ہذا میں دیکھو [2] حوالہ خاتمہ میں ہوگا۔

قولہ خلیفہ زادہ حضرت ابن عمر سُنی تھا کہ شیعہ الخ یہ آپ کیا پوچھتے ہیں ہمارا تو خلیفہ علی بھی سُنی تھا اور قرن اول میں شیعہ تھا کون۔ کوئی بھی نہیں صرف پانچ آدمیوں کو آپ کے اکابر دین نے شیعہ بتایا ہے تو ان کی بابت کی آپ لوگوں کا بیان ہے کہ کوٹھڑی میں بیٹھ کر تنہائی میں ہم سے مذہب شیعہ کی باتیں کرتے تھے مجمع عام میں سُنی بنے رہتے تھے۔ حتی کہ حضرت علی اپنی خلافت میں بھی تقیہ کر کے سُنی بنے رہے۔ اب آپ لوگوں کی روایت وہ بھی کوٹھڑی کے اندر کی جس کا نہ کوئی گواہ نہ شاہد اور وہ روایت بھی سراسر عقل کے خلاف جس وقعت کی نظر سے دیکھی جا سکتی ہے اور دیکھی جاتی ہے سب کو آپ کا دل ہی جانتا ہے۔

قولہ کامل قرآن کے ماننے والے شیعوں الخ یہ جملہ خود اپنے ضمیر کے خلاف آپ لکھ رہے ہیں ورنہ یہ مصرعہ آپ پر چسپاں ہوتا ہے ع گر موشے بخواب اندر لشتر باشد

اجی حضرت اب وہ زمانہ گیا کہ جس بیوقوف کو جس طرح چاہا آپ نے سمجھا لیا۔ اب سب کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن کے کسی ایک حرف پر بھی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

اب ترجمہ کے اغلاط ملاحظہ ہوں۔ روایت اتقان میں لا یقولن نہی کا صیغہ ہے یعنی حضرت ابن عمرؓ حکم دے رہے ہیں کہ ہرگز نہ کہے۔ حائری صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں دعویٰ نہیں کر سکتا انشا کو خبر بنا دیا۔ یہ تو علمی غلطی تھی اب دیانت کی خوبی دیکھئے۔ اخذت کے معنی تمسک کیا اور اس قرآن کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا تاکہ معلوم ہو کہ ابن عمر کے یا کسی اور کے پاس کوئی اور قرآن بھی تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ

نمبر سوم جناب حائری صاحب عبارت منقولہ کے بعد رقم فرماتے ہیں۔

سنیوں کے قرآن میں زیادتی ملاحظہ فرمایا صاحبان! آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ سنیوں کے اعتقاد میں صرف نقصان ہی ان کے قرآن میں واقع ہوا ہے بلکہ جہاں بعض آیتوں کا ان کی مسلمہ روایات کی بنا پر قرآن سے نکل جانا ثابت ہوتا ہے زیادہ کیا جانا بھی ان کی معتبر روایتوں سے ثابت ہے جن سے معلوم ہوا کہ زیادتی اور کمی دونوں قسم کی تحریف قرآن میں سنیوں کا اعتقاد اور مذہب ہے۔ نمونہ کے طور پر زیادتی کی بھی دو چار مثالیں سن لیجئے

(۱) تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی صفحہ ۴۴۶ سطر میں امام جلال الدین رقمطراز ہے۔

وسورۃ الاعراف زید فیها الصاد علی المٓ لما فیها من شرح القصص انتہٰی بلفظہ

یعنی سورۂ اعراف پ ۸ رکوع ۸ کا شروع جو موجودہ قرآن میں المٓصٓ سے ہوتا ہے دراصل المٓ تین حرف تھے اس میں ایک حرف ص اس لئے زیادہ کر دیا گیا ہے کہ اس میں نبیوں کے قصہ کا بیان ہے۔

(۲) ایضاً صفحہ ۴۴۶ سطر ۴ میں مرقوم ہے وزید فی الرعد لاجل الرعد۔ انتہٰی بلفظہ۔ یعنی سورۃ رعد پ ۱۳ ع ۶ کا شروع جو موجودہ قرآن میں المٓرٰ سے ہوتا ہے دراصل المٓ نازل ہوا تھا اس میں ایک حرف ر زیادہ کر دیا گیا کیونکہ اس سورۃ میں رعد و برق کا ذکر ہے۔

فرمایا کیوں جناب فرمایئے۔ اب تو قرآن میں کمی اور زیادتی ہونے کا اعتقاد سنیوں کا ہوا یا شیعوں کا۔ غیرت مند کے لئے تو ڈوب کر مرنے کا مقام ہے کہ جس کے گھر کا یہ حال ہو وہ کسی کامل الایمان مذہب پر تحریف کا بہتان کیونکر کر سکتا ہے۔

الجواب بعون الملک الوہاب

جناب حائری صاحب نے جو پُر لطف کارروائی اس استدلال میں کی ہے واقعی لائق انعام ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کارروائی کا ارتکاب کم علمی کی وجہ سے ہوا یا دیدہ و دانستہ ہے۔ مذہب شریف کی اس عبادت عظمیٰ کو ادا کیا ہے جس کو تمام انسان دروغ اور فریب کہتے ہیں۔

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اتقان کی عبارت میں جو زید کی لفظ حائری صاحب نے دیکھی تو خوش ہو گئے کہ لیجئے قرآن میں زیادتی کا ثبوت مل گیا اس سے انہیں کیا مطلب کہ یہ زیادتی خود خدا کی کی ہوئی ہے یا کسی بندہ کی جناب حائری صاحب کیا ہم نے آپ کی کتب سے اسی قسم کی عبارات سے قرآن میں زیادتی کا ثبوت دیا تھا۔ آپ اسی تنبیہ الحائرین کی بحث اول صفحہ ۳۱ کو نکال کر دیکھئے کہ آپ کی کتب معتبرہ کی کیسی عبارتوں اور روایتوں سے قرآن میں بطور تحریف بڑھائے جانے کا ثبوت دیا گیا ہے۔ چند فقرات اس مقام کے میں پھر دوبارہ آپ کو دکھاتا ہوں۔ والذی بدأ فی الکتاب من الاذرام

[1] یعنی قرآن میں جو توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یہ ملحدوں کی بڑھائی ہوئی ہے۔

علی النبی صلی اللہ علیہ والہ من قریۃ الملحدین انہما[1] ثبتوا فی الکتاب مالم یقلہ اللہ لیلبسوا علی الخلیقۃ الزیادۃ[2] فی آیاتہ علی ما اثبتوہ من تلقائہم فی الکتاب تضمینہ[3] من تلقائہم ما یقیمون بہ دعائم کفرہم زادو فیہ ما ظہرتناکرہ وتنافرہ لولا[4] انہ زید فی القرآن ونقص ما حفی حقنا علی ذی حجی۔ زید کے لفظ پر اس قدر آپ کا جامہ عقل سے باہر ہو جانا اس حکایت مشہورہ کی یاد تازہ کرتا ہے۔

حکایت ایک سنی اور ایک شیعہ میں کچھ مذہبی گفتگو ہو رہی تھی۔ متعہ کی بحث چھڑ گئی۔

شیعہ متعہ ایسی حلال وطیب چیز کہ قرآن سے اس کی حلت ثابت مگر افسوس حضرت عمر نے اس کو حرام کر دیا۔ اور آپ لوگوں نے حضرت عمر کے حکم کے سامنے آیت قرآنی کو بالائے طاق رکھدیا۔

سنی نعوذ باللہ متعہ کی حلت قرآن تو قرآن کسی صحیح حدیث سے بھی ثابت نہیں البتہ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ مقبولہ فریقین سے اس کی حرمت ثابت ہے دیکھو (کشف العطار النجم کے مضامین عالیہ) اور نعوذ باللہ یہ بھی غلط ہے کہ حضرت عمر نے اس کو حرام کیا۔ ہمارے مذہب میں تحریم وتحلیل کا اختیار خاصہ نبوت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا۔ البتہ یہ اختیارات آپ کے مذہب نے اپنے ائمہ کو دیئے ہیں کہ جس حلال کو چاہیں حرام کر دیں اور جس حرام کو چاہیں حلال بنا دیں۔ اچھا براہ مہربانی قرآن شریف کی وہ آیت تو دکھلایئے جس سے متعہ کی حلت ثابت ہوتی ہو مگر غار والے قرآن کی آیت نہ ہو۔

شیعہ غار والا قرآن تو ہم نے دیکھا بھی نہیں سنتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام جب قرب قیامت غار سے نکلیں گے تو اس وقت وہ قرآن ظاہر ہوگا۔ لہذا میں اسی قرآن کی آیت پیش کرتا ہوں فما استمتعتم بہ منہن فاٰتوہن اجورہن فریضۃ (ترجمہ) جس عورت سے متعہ کرو اس کو متعہ کی اجرت دیدیا کرو۔

---

[1] یعنی منافقوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کر دیں جو خدا نے نہیں فرمائی تھیں مخلوق کو دھوکہ دینے کے لئے [2] وہ زیادتی جو آیات قرآنی میں منافقوں نے اپنی طرف سے کی ہے بتائی جا سکتی ہے [3] منافقوں نے اپنی طرف سے وہ باتیں قرآن میں شامل کر دیں جن سے وہ اپنے کفر کے ستون قائم کرتے ہیں [4] اگر قرآن میں کمی اور زیادتی نہ کی گئی ہوتی تو ہمارا (یعنی ائمہ شیعہ کا) حق کسی پر مخفی نہ رہتا ۱۲۔

سنی سبحان اللہ آیت کا مطلب خوب آپ نے بیان کیا۔ ترجمہ بہت اچھا کیا۔ آیت کا ترجمہ تو یہ ہے کہ جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ ان کو بدلا ان کا یعنی مہر دیدیا کرو۔

شیعہ مہر ہرگز مراد نہیں ہو سکتا مہر تو محض نکاح ہی سے لازم ہو جاتا ہے۔ فائدہ اٹھانے کی شرط نہیں لہذا ضرور اجرت متعہ مراد ہے۔

سنی یہ بھی غلط ہے محض نکاح سے پورا مہر نہیں واجب ہوتا بلکہ نکاح کے بعد قبل خلوت طلاق دی جائے تو نصف مہر دینا پڑتا ہے اور آیت میں پورے مہر کے دینے کا حکم ہے۔

شیعہ آیت میں پورے کی لفظ کہاں ہے؟

سنی نصف کا لفظ نہ ہونے ہی سے پورا مہر سمجھ لیا جاتا ہے۔

شیعہ ہم یہ کچھ نہیں جانتے آیت میں استمتعتم کی لفظ صاف موجود ہے جس کا ماخذ متعہ ہے

سنی مگر متعہ کے معنی عربی لغت میں کیا ہیں۔ آیا یہی آپ کا اصطلاحی متعہ یا مطلق فائدہ حاصل

شیعہ اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں۔

سنی بہت اچھا۔ مگر آپ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن شریف میں یزید کی بڑی تعریف ہے۔ آپ نے وہ آیت دیکھی ہے۔

شیعہ اجی توبہ کیجئے۔ یزید نزول قرآن کے وقت تھا بھی نہیں۔

سنی ہم یہ کچھ نہیں جانتے اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں۔ ہم تو اس آیت میں صاف صاف یزید کا نام دیکھتے ہیں۔

شیعہ اچھا جناب وہ آیت کونسی ہے؟

سنی لیجئے ویزیدھم من فضلہ (ترجمہ) اور یزید ان کا خدا کے فضل سے ہے یعنی بنی امیہ کا یزید خدا کے فضل سے پیدا ہوا یا حاکم ہوا ہے۔

شیعہ صاحب سمجھ گئے کہ یہ میری دھاندلی کا جواب ترکی بترکی ہے بس پھر تو ایسے خاموش ہوئے کہ فبہت الذی کفر کانہ التقم الحجر۔

جناب حائری صاحب آپ کی یہ کارروائی بلاشبہ اس حکایت سے بھی بڑھ گئی اور بہت بڑھ گئی۔ عبارت اتقان کا نہ وہ مطلب ہو سکتا ہے نہ وہ اس کا ترجمہ ہے۔ آپ اپنا مطلب و ترجمہ بھی گورنمنٹ کے دفتر تراجم میں بھیج دیجئے اور میرا مطلب و ترجمہ بھی۔ اگر وہ آپ کے مطلب کی

تصدیق وتائید کرے تو ایک ہزار روپیہ انعام آپ کو دیا جائے گا۔

آپ کے مجتہد اعظم مولوی سید محمد لکھنوی نے ایک مرتبہ ایک غیر معمولی مکابرہ کیا مگر وہ آپکے مکابرہ سے بدرجہا بہتر تھا تو حضرت مولانا حیدر علی صاحب مصنف ازالہ الغین ومنتہی الکلام نے ان کو لکھا کہ "از مسند تکلم وتکلم برخیز وخاک مذلت برسر خود بریز" آپ جیسا سلطان المفسرین اگر حضرت ممدوح کے زمانہ میں ہوتا اور ایسی لطیف کارروائی کرتا تو خدا جانے وہ کیا لکھتے مگر کیا کر سکتے تھے سوا اس کے کہ آپ کو مخاطب نہ بنائے جیسا کہ اب تک کسی عالم اہلسنت نے آپ کو قابل خطاب نہ سمجھا اور اسی وجہ سے آپ کے رسائل مزخرفہ کا جواب نہیں لکھا۔

سُنئے کتاب اتقان میں اسّی نوع ہیں ان میں سے باسٹھویں نوع آیتوں اور سورتوں کی مناسبت کے بیان میں ہے یعنی آیات قرآنیہ کا باہم ربط اور سورتوں کے ترتیب کی حکمت اور ان کا باہم ربط۔ اسی باسٹھویں نوع میں ایک خاص فصل حروف مقطعات کی حکمت کے بیان میں ہے اس فصل کی بعض عبارت کے ٹکڑے آپ نے نقل کئے ہیں میں اس مقام کی پوری عبارت نقل کئے دیتا ہوں۔

فصل قال فی البرهان ومن ذلك افتتاح السور بالحروف المقطعة واختصاص كل واحد بما بدئت

فصل برہان میں بیان کیا ہے کہ اسی قبیل سے ہے سورتوں کا آغاز کرنا حروف مقطعات سے اور خاص ہونا ہر سورۃ کا ان حروف کے ساتھ

لہ علمائے اسلام نے قرآن کریم کی خوب خوب خدمتیں کی ہیں اسّی فن علم تفسیر قرآن سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر فن کے متعلق ہزاروں مستقل تصنیفات لکھی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ علمائے شیعہ کو ہماری یہ خدمتیں دیکھ کر بڑی حسرت ہے چنانچہ صاحب تفسیر مجمع البیان جس سے آگے چل کر حائری صاحب نے استناد کیا ہے اپنی تفسیر کے دیباچہ میں بہت رویا ہے کہ علمائے اہل سنت نے دریائے تفسیر میں گہرے غوطے لگائے ہیں اور اچھے اچھے موتی نکالے ہیں مگر افسوس ہمارے اصحاب امامیہ نے کچھ نہیں کیا مگر یہ حسرت وآہ وزاری بے کار ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔ چنانچہ اس فن یعنی ربط آیات وسور میں بھی بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ منجملہ ان کے یہ کتاب ہے جس کا پورا نام البرهان فی مناسبة القرآن ہے۔ مصنف اس کے علامہ ابو جعفر بن زبیر شیخ ابو حیان ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ وعلی سائر علمائے المسلمین آمین ۱۲

حتی لم یکن لترد الٓمٓ فی موضع الٓمٓرٰ ولا حٰمٓ فی موضع طٰسٓمٓ قال وذلك ان كل سورة بدئت بحروف منها فان اكثر كلماتها وحروفها مماثل له فحق لكل سورة منها ان لا يناسبها غير الوارد فيها فلو وضع قٓ موضع نٓ لم يكن لعدم التناسب الواجب مراعاته فی كلام الله۔

جن سے وہ شروع کی گئیں یہاں تک کہ ایسا نہ ہو سکے کہ الٓمٓ بجائے الٓمٓرٰ کے وارد ہوتا یا حٰمٓ بجائے طٰسٓمٓ کے ہوتا مصنف برہان نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو سورۃ حروف مقطعات میں سے کسی حرف سے شروع کی گئی ہے اس سورت کے اکثر الفاظ و حروف اس حرف مقطع کے مثل ہے پس ہر سورت کا حق یہ ہے کہ جو حرف اس میں وارد ہوا ہے اس کے سوا دوسرا حرف اس سورت کے مناسب نہ ہو مثلاً اگر ق بجائے ن کے رکھدیا جائے تو نہیں ہو سکتا کیونکہ مناسبت جس کی رعایت کلام اللہ میں ضروری ہے نہیں رہے گی۔

وسورة قٓ بدئت به لما تكرر فيها من الكلمات بلفظ "قاف" من ذكر القرآن والخلق وتكرير القول ومراجعته مرارا والقرب من ابن آدم وتلقی الملكين وقول العتيد والرقيب والسائق والالقاء فی جهنم والتقديم بالوعيد وذكر المتقين والقلب والقرآن والتنقيب فی البلاد وتشقق الارض وحقوق الوعيد وغير ذلك۔

سورۃ ق کی ابتدا، ق سے اس لئے ہوئی کہ اس میں وہ الفاظ بار بار آئے ہیں جن میں حرف قاف ہے مثلاً قرآن کا ذکر اور خلق کا ذکر اور قول کی تکرار اور اس کا بار بار اعادہ اور (خدا کا) ابن آدم سے قریب ہونا اور ہر انسان کے ساتھ ہر وقت دو فرشتوں (یعنی کرام کاتبین کا) ملاقی رہنا اور ان کا قعید یعنی ہمنشین رہنا اور رقیب اور سبق کا ذکر اور جہنم میں القا یعنی ڈالے جانے کا ذکر اور وعید کے مقدم کرنے کا ذکر اور متقیوں کا ذکر اور قلب کا اور قرآن کا ذکر شہروں میں تنقیب یعنی گشت کا ذکر زمین کے شق ہونے اور وعید کے حق ہونے کا ذکر وغیرہ وغیرہ۔

وقد تکرر فی سورۃ یونس من الکلم الواقعۃ فی الٓمر مائتا کلمۃ او اکثر فلھذا افتتحت بالٓمر واشتملت سورۃ ص علی خصومات متعددۃ فاولھا خصومۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع الکفار وقولھم اجعل الآلھۃ الھا واحدا ثم اختصام الخصمین عند داؤد ثم تخاصم اھل النار ثم اختصام الملأ الاعلی ثم تخاصم ابلیس فی شان آدم ثم فی شان بنیہ واغوائھم

اور سورۂ یونس میں وہ الفاظ بار بار آئے ہیں جن میں الف لام رے ہے۔ دو سو لفظ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں اس لئے سورۂ یونس الٓمر[۲۳] سے شروع کی گئی اور سورۂ صاد متعدد خصومتوں پر شامل ہے اول تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصومت کفار کے ساتھ اور ان کا یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو) بہت سے خداؤں کے بجائے ایک خدا کر دیا۔ پھر دو فریق کا داؤد علیہ السلام کے سامنے خصومت کرنا۔ پھر دوزخیوں کا باہم خصومت کرنا پھر ملاء اعلیٰ کا باہم خصومت کرنا۔ پھر ابلیس کا آدم کے بارے میں اور ان کے بعد ان کی ذریت کے بارہ میں خصومت کرنا اور ان کو بہکانا۔

والم[۲۳] جمعت المخارج الثلاثۃ الحلق واللسان والشفتین علی ترتیبھا وذلک اشارۃ الی البدایۃ التی ھی بدأ الخلق والنھایۃ التی ھی المعاد والوسط الذی ھو المعاش من التشریع بالاوامر والنواھی وکل سورۃ افتتحت بھا فھی مشتملۃ علی الامور الثلثۃ وسورۃ الاعراف زید فیھا الصاد علی الم لما فیھا من شرح القصص قصۃ آدم فمن بعدہ من الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام لما فیھا من ذکر فلا یکن فی صدرک حرج ولھذا قال بعضھم معنی الٓمٓصٓ[۲۳] الم نشرح لک صدرک

اور الم میں تینوں مخرج بہ ترتیب جمع ہیں حلق (جو مخرج ہمزہ کا ہے) اور زبان (جو مخرج لام کا ہے) اور دونوں ہونٹ (جو مخرج میم کے ہیں) اور یہ اشارہ ہے طرف ابتدا یعنی آغاز آفرینش عالم کے اور طرف انتہا کے کہ وہ عالم معاد ہے اور طرف وسط کے کہ وہ عالم معاش ہے یعنی اوامر و نواہی کا مشروع کرنا اور جس سورت کے شروع میں الم ہے اس میں یہ تینوں بیان ہیں .... اور سورۂ اعراف میں الم سے زائد ایک حرف صاد لایا گیا اس لئے کہ اس سورت میں قصوں کی شرح ہے آدم اور ان کے بعد کے انبیاء علیہم السلام کے قصوں اور اس لئے کہ اس میں فلا یکن فی صدرک حرج کا ذکر ہے۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ المص[۲۳] کے معنی ہیں الم نشرح لک صدرک۔

وزید فی الرعد لاجل قولہ رفع السموات ولاجل ذکر الرعد والبرق وغیرھما

اور سورۂ رعد میں الم سے زائد ایک حرف را لایا گیا بوجہ قول الٰہی رفع السموٰت کے اور بوجہ ذکر رعد و برق وغیرہما کے۔

واعلم ان عادۃ القرآن العظیم فی ذکر ھذہ الحروف ان یذکر بعدھا ما یتعلق بالقرآن کقولہ الم ذلک الکتاب الم نزل علیک الکتاب المص کتاب انزل الیک الم تلک آیت الکتاب طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔ طسم[۲۳] تلک آیت الکتاب۔ یٰس والقرآن الحکیم۔ ص والقرآن حٰم[۲۳] تنزیل الکتاب ق والقرآن الا ثلث سور العنکبوت والروم والنون لیس فیھا ما یتعلق بہ وقد ذکر بہ حکمۃ ذلک فی اسرار التنزیل

اور جاننا چاہیئے کہ عادت قرآن عظیم کی ان حروف کے ذکر کرنے میں یہ ہے کہ ان حروف کے بعد وہ باتیں ذکر کرتا ہے جو قرآن سے تعلق رکھتی ہیں جیسے الم ذلک الکتاب۔ الم نزل علیک الکتاب المص کتاب انزل الیک۔ الم تلک آیات الکتاب۔ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔ طسم تلک آیتُ الکتاب۔ یٰس والقرآن الحکیم۔ ص والقرآن ذی الذکر۔ حٰم[۳] تنزیل الکتاب۔ ق والقرآن المجید۔ یہ عادت قرآن کی برابر جاری ہے سوا تین سورتوں کے یعنی عنکبوت اور روم اور نون۔ ان تین سورتوں میں البتہ حروف مقطعات کے بعد قرآن کے متعلق ذکر نہیں ہے جس کی حکمت میں اسرار التنزیل میں بیان کی ہے۔

اے صاحبان عقل انصاف کرو کہ کتنی صاف عبارت ہے قرآن شریف کے خاص خاص سورتوں کے شروع جو خاص خاص حروف مقطعات ہیں ان کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ جن سورتوں کے شروع میں الم ہے اس کی کیا وجہ۔ پھر سورۂ اعراف میں ایک صاد زیادہ کر کے المص وارد ہوا اس کا کیا سبب۔ اور سورۂ رعد میں ایک رے زیادہ کر کے المر وارد ہوا اس کی کیا حکمت ہے۔ پھر شروع میں یہ تصریح کہ جو حروف جس سورت کے شروع میں ہیں ناممکن ہے کہ بجائے ان کے دوسرے حرف رکھے جائیں۔ پھر آخر میں یہ تصریح کہ قرآن عظیم کی عادت ان حروف کے ذکر کے بعد یہ ہے کہ قرآن کے متعلق کوئی بات بیان کی جاتی ہے جس سے قطعاً واضح ہے کہ یہ حروف متکلم قرآن نے ذکر کئے ہیں نہ کسی انسان نے اور کا فاعل متکلم قرآن جل شانہٗ ہے نہ کوئی انسان۔

اب میں اس سے زیادہ کیا کہوں کہ واقعی حائری صاحب کی یہ حیرت انگیز کارروائی جوان کے علم و

ددیانت حیا وحیارت پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ کسی عجائب خانہ میں رکھنے کے قابل ہے۔

اس کے بعد حائری صاحب کی عبارت کے لفظ لفظ کو رد کرنا بے ضرورت ہے۔ عبارت اتقان کا ترجمہ میں یہ الفاظ انہوں نے اپنی طرف سے بڑھلئے ہیں کہ دراصل الم تین حرف تھے وغیرہ وغیرہ۔ یہ صریح خیانت محتاج بیان نہیں۔ **نمبر چہارم** عبارت منقولہ بالا کے بعد حائری صاحب لکھتے ہیں

تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۴۱۶ سطر ۳ میں سیوطی لکھتاہے کہ احمد بزاز[1] طرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس[2] اور ابن مسعود سے روایت ہے انہ کان یحك المعوذتين من المصحف ويقول لاتخلطوا[3] القرآن بماليس منہ انهما ليتنا من كتب الله۔ انتہی بلفظہ۔ یعنی ابن مسعود نے معوذتین کو اپنے[4] قرآن سے کاٹ دیا تھا اور کہتے تھے کہ قرآن میں غیر قرآن کو خلط ملط نہ کرو۔ یہ دونوں سورے کتاب خدا میں داخل نہیں ہے۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۶۹ سطر ۱۱[5] میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں نقل فی الکتب القدیمۃ ان ابن مسعود کان ینکر کون سورۃ الفاتحۃ من القرآن وکان ینکر کون المعوذتین من القرآن انتہی بلفظہ یعنی ابن مسعود[6] سورۃ فاتحہ اور معوذتین کے داخل قرآن ہونے سے انکار کرتے تھے۔ فرمایا! صاحبان آپ نے غور کیا کہ درمنثور و تفسیر کبیر سنیوں کی دونوں مسلمہ تفسیروں سے یہ ثابت ہوا کہ نہ تو سورۃ فاتحہ قرآن ہے اور نہ معوذتین حالانکہ حضرت عثمان کے جمع کئے ہوئے موجودہ قرآن میں یہ سورتیں اسوقت موجود ہیں۔ فرمائیے سنیوں کے ان مذکورہ بالا حوالوں کے مطابق زیادتی ثابت ہوئی یا نہیں اب تم خود بھی انصاف کرو کہ تحریف کی دونوں قسموں کی کمی اور زیادتی کا ہونا قرآن میں سنیوں کا مذہب ہوا یا نہیں۔

---

[1] صحیح لفظ بزار ہے آخر میں رائے مہملہ ہے حضرت ۱۲ [2] ابن عباس کا نام اس روایت میں غلط ہے ۱۲ [3] لفظ "اپنے" حائری صاحب کا طبع زاد ہے عربی عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ ابن مسعود کا کوئی مصحف ہمارے مصحف کے خلاف تھا۔ ۱۲ [4] یہ عبارت تفسیر کبیر کے صفحہ ۱۲ میں ہے اپنی جھوٹی احتیاط جتانے کے لئے سطر تک کا شمار لکھدیا مگر جلد نہ لکھی شاید ان کے خیال میں تفسیر کبیر ایک ہی جلد ہوگی ۱۲ [5] نقل فی الکتب القدیمۃ کا ترجمہ چھوڑ دیا کیونکہ اس سے اس روایت کی حقیقت کا پتہ چلتا تھا کہ یہ روایت پرانی یعنی غیر متداول کتابوں کی ہے۔ ابھی حضرت سے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش + من انداز قدت را می شناسم۔

الجواب بعون الملک الوہاب

اس عبارت میں علاوہ ترجمہ وغیرہ کے اغلاط کے چند لطائف قابل قدر حسب ذیل ہیں

پہلا لطیفہ یہ کہ وہ روایتیں جو حائری صاحب نے نقل کیں اگر وہ صحیح ہوتیں اور ان کا مطلب بھی وہی ہوتا جو اعدائے قرآن کریم بیان کیا کرتے ہیں تو بھی ان سے تحریف قرآن کا نتیجہ نہیں نکل سکتا قرآن قطعی ویقینی متواتر کی قسم اعلیٰ وارفع ایک غیر معصوم کے اقوال سے اور وہ قول بھی غیر متواتر محرف نہیں ہو سکتا۔ ہم نے کتب شیعہ سے جس قدر روایتیں تحریف کی پیش کیں ان میں سے کسی سے غیر معصوم کا کوئی قول نہیں سب اقوال ائمہ معصومین کے ہیں اور وہ بھی بتصریح محدثین شیعہ حد تواتر کو پہنچے ہوئے۔

پس یہ دونوں روایتیں زیادہ سے زیادہ حضرت ابن مسعود کے مطاعن میں درج کرنے کے قابل سمجھ لی جائیں۔ تحریف قرآن سے ان کو کیا تعلق۔ مگر اصل یہ ہے کہ مطاعن صحابہ سے شیعوں کو محض دلچسپی ہے کہ ان مطاعن کا اثر قرآن تک پہنچتا ہے۔ لہذا جہاں کہیں اس مقصود اصلی کے بلا واسطہ حاصل ہونے کا وہم ہو جاتا ہے وہاں ایک عالم خود رفتگی کا دشمنان قرآن کریم پر طاری ہو جاتا ہے اور کچھ امتیاز باقی نہیں رہتا۔

دوسرا لطیفہ یہ کہ بالفرض کفرض المحالات ان دونوں روایتوں کی صحت کسی درجہ میں مان بھی لیجائے تو ان کا وہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا جو دشمنان قرآن بیان کرتے ہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود معوذتین کے مصحف میں لکھنے کو منع کرتے تھے نہ اس لئے کہ وہ کلام الٰہی نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ رقیہ (یعنی جھاڑ پھونک) کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ اور ان کا یہ قول کہ یہ سورتیں کلام اللہ سے نہیں ہیں کتاب اللہ سے مراد مصحف مکتوب ہے نہ مطلق کلام الٰہی یہ مطلب اکابر محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔ علامہ سیوطی اتقان کی اکیسویں نوع میں لکھتے ہیں۔

اور ایسا ہی کہاہے قاضی ابو بکر نے کہ ابن مسعود

وکذا قال القاضی ابو بکر لم یصح عنہ

انھا لیست بقرآن ولا حفظ عنه انھا حکھا واسقطھا من مصحفه انکارًا لکتابتھا لا جحدا لکونھا قرآنا لانه کانت السنة عنده ان لا یکتب فی المصحف الا ما امر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم باثباته فیه ولم یجد کتب ذلک ولا سمعه امر به

سے اس مضمون کا نقل کرنا کہ معوذتین وغیرہ قرآن نہیں ہیں صحیح نہیں ہے اور نہ ابن مسعود کا یہ قول محفوظ ہے ابن مسعود اس کو اپنے مصحف سے محض اس لئے مٹا دیتے تھے کہ ان کو اس کی کتابت سے انکار تھا نہ اس کے قرآن ہونے سے کیونکہ سنت ان کے نزدیک یہ تھی کہ مصحف میں وہی چیز لکھی جائے جس کے لکھنے کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور انہوں نے حضرت کو یہ سورتیں لکھواتے ہوئے نہ دیکھیں نہ لکھوانے کا حکم دیتے ہوئے سنا۔

نیز اتقان کی اسی نوع میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کیا ہے۔

فتداوله القاضی وغیرہ علی انکار الکتابة کما سبق قال وھو تاویل حسن الا ان الروایة الصریحة التی ذکرتھا تدفع ذلک حیث جاء فیھا ویقول انھا لیستا من کتاب اللّٰہ قال ویمکن حمل لفظ کتاب اللّٰہ علی المصحف فیتم التاویل المذکور۔

بتحقیق قاضی ابو بکر وغیرہ نے ابن مسعود کے اس قول کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ لکھنے سے انکار کرتے تھے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ تاویل اچھی ہے مگر جو صریح روایت میں نے ذکر کی وہ اس تاویل کو دفع کرتی ہے کیونکہ اس میں صاف لفظ ہے کہ ابن مسعود کہتے تھے کہ یہ دونوں سورتیں کتاب اللہ سے نہیں ہیں۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ کتاب اللہ سے مصحف مراد لیا جائے تو یہ تاویل کامل ہو جاوے گی۔

اس مطلب کی دلیل قطعی یہ ہے کہ خود حضرت عبد اللہ بن مسعود نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے معوذتین کا منزل من اللہ ہونا روایت کیا ہے۔ اسی کتاب درمنثور کی اسی جلد ششم میں حائری صاحب کی منقولہ عبارت کے بعد بفاصلۂ چند سطور یہ روایت بھی موجود

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی

طبرانی نے اپنی کتاب معجم اوسط میں عمدہ سند کے ساتھ ابن مسعود سے نقل کیا ہے۔ وہ نبی صلی اللہ

صلی اللّٰہ وسلم قال لقد انزل علی آیات لم ینزل مثلھن المعوذتین۔

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میرے اوپر (فی الحال) کچھ آیتیں نازل ہوئی ہیں جن کے مثل کبھی نازل نہ ہوئی تھیں یعنی معوذتین۔

پس جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے معوذتین کا منزل من اللہ ہونا روایت کر رہے ہیں تو ان کے اس قول کا (اگر بالفرض انہوں نے کہا ہو) کہ معوذتین کتاب اللہ سے نہیں ہیں اس کے سوا کوئی مطلب مراد لینا قطعاً درست نہیں کہ معوذتین کے داخل مصحف ہونے سے انکار کرتے تھے اور بس۔

تنبیہ لطیفہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے انکار معوذتین کی روایت قطعاً و یقیناً موضوع اور جعلی ہے روایت و درایت دونوں قسم کے دلائل اس روایت کے جھوٹے ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

دلیل اوّل یہ کہ اکابر ائمہ علم حدیث و تفسیر نے اس روایت کا جھوٹا ہونا بیان کیا ہے۔

(۱) امام فخر الدین رازی جن کی تفسیر کبیر سے حائری صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے حائری صاحب کی منقولہ عبارت کے بعد بلا فصل لکھتے ہیں۔

واعلمان ھذا فی غایة الصعوبة لانا ان قلنا ان النقل المتواتر کان حاصلاً فی عصر الصحابة بکون ذلک من القرآن عنك کان ابن مسعود عالمًا بذلك فانکارہ یوجب الکفر اونقصان العقل وان قلنا ان النقل المتواتر فی ھذا المعنی ما کان حاصلاً فی ذلك الزمان فھذا یقتضی ان یقال ان نقل القرآن لیس بمتواتر فی الاصل وذلك یخرج القرآن عن کونه حجة قطعیة والاغلب

جاننا چاہئے کہ یہ (یعنی اس روایت کی صحت) نہایت مشکل ہے ہے کہ اس لئے کہ اگر ہم کہیں کہ نقل متواتر صحابہ کے زمانہ میں سورۂ فاتحہ اور معوذتین کے قرآن ہونے کی موجود تھی تو اس وقت میں ابن مسعود کو ضرور اس کا علم ہونا چاہئے تھا لہذا ان کا انکار یا تو موجب کفر ہوگا یا دلیل نقصان عقل ہوگا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں اتنے بڑے فقیہہ بلند مرتبہ صحابی کے لئے نا قابل تسلیم ہیں) اور اگر ہم کہیں کہ یہ نقل متواتر معوذتین وغیرہ کے قرآن ہونے کی ابن مسعود کے زمانہ میں نہ تھی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ قرآن اصل میں متواتر نہ رہے گا اور یہ نتیجہ قرآن کو حجت قطعی ہونے سے نکال دیگا

علی الظن ان نقل ھٰذا المذھب عن ابن مسعود نقل کاذب باطل۔	اور یہ قطعاً محال ہے) اور بہت زیادہ غالب ظن یہ ہے کہ اس قول کا ابن مسعود سے نقل کرنا جھوٹ اور غلط ہے۔

ف حائری صاحب نے ایک ٹکڑا اس پوری عبارت کا نقل کیا اور آگے کا حصّہ چھوڑ کر کہدیا کہ تفسیر کبیر سنیوں کی معتبر تفسیر میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ حائری صاحب سے پوچھنا چاہیئے کہ یہ حرکت **چوری اور خیانت** کے سوا کس لفظ سے تعبیر کی جائے۔ بھلا درمنثور میں تو ان کے مخالف روایت چند سطور کے فاصلہ سے ہے جس کی بابت وہ یہ عذر کرسکتے ہیں کہ میں نے درمنثور کا پورا صفحہ نہیں دیکھا تھا مگر تفسیر کبیر میں تو ایک لفظ بلکہ ایک حرف کا بھی فاصلہ نہیں۔ بالکل لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ والی مثل ہے۔ اگر مذہب شیعہ میں اس قسم کی قابل شرم کارروائیاں جائز نہیں ہیں تو دیکھنا ہے کہ **شیعیان پنجاب** اپنے سرکار شریعتمدار کے ساتھ کیا کرتے ہیں

۲۔ امام نووی شارح صحیح مسلم اپنی کتاب شرح المہذب میں لکھتے ہیں۔

اجمع المسلمون علی ان المعوذتین والفاتحۃ من القران و ان من جحد منھا شیئاً کفر و ما نقل عن ابن مسعود غیر صحیح۔ (اتقان)	مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ معوذتین اور سورۃ فاتحہ قرآن سے ہیں اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جو شخص سورۃ فاتحہ یا معوذتین کا انکار کرے وہ کافر ہے اور ابن مسعود سے (اسکے خلاف) جو کچھ منقول ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

(۳) علامہ ابن حزم اپنی کتاب محلی میں لکھتے ہیں جیسا کہ ان سے صاحب اتقان نے نقل کیا ہے کہ

ھذا کذب علی ابن مسعود و موضوع وانما یصح عنہ قراءۃ عاصم عن زر عنہ و فیھا المعوذتان والفاتحۃ۔	انکار معوذتین ابن مسعود پر افترا وجعل ہے۔ ابن مسعود سے بہ تحقیق صحت کے ساتھ منقول ہے وہ عاصم کی قرأت ہے۔ عاصم زر ابن حبیش سے وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں اور اس قرأت میں معوذتین بھی ہیں اور سورۃ فاتحہ بھی۔

نیز یہی علامہ ابن حزم اپنی کتاب الفصل فی الملل والنحل جلد ثانی صفحہ ۷۷ میں

لکھتے ہیں۔

واما قولھم ان مصحف ابن مسعود خلاف مصحفنا فباطل وکذب وانک مصحف عبداللہ بن مسعود ما فیہ قرائتہ بلاشک وقراءتہ ھی قراءۃ عاصم المشھورۃ عند جمیع اھل الاسلام فی شرق الدنیا و غربھا نقرء بھا کما ذکرنا۔	رہا لوگوں کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعود کا مصحف ہمارے مصحف کے خلاف تھا تو یہ بالکل غلط اور جھوٹ اور بہتان ہے۔ عبداللہ بن مسعود کا مصحف بلاشبہ وہی ہے جس میں ان کی قراءت تھی اور ان کی قراءت وہی عاصم کی قرأت ہے جو تمام مسلمانوں میں مشہور رہے دنیا کی مشرق میں بھی اور مغرب میں بھی ہم لوگ اس کو اب بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

(۴) علامہ بحر العلوم فرنگی محلی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ

فنسبۃ انکار کونھا من القران الیہ غلط فاحش ومن اسند الانکار الی ابن مسعود فلا یعبأ بسندہ عند معارضۃ ھذہ الاسانید الصحیحۃ بالاجماع والمتلقاۃ بالقبول عند العلماء الکرام بل والامۃ کافۃ کلھا فظھر ان نسبۃ الانکار الی ابن مسعود باطل۔	ابن مسعود کی طرف اس کے قرآن ہونے کا انکار منسوب کرنا صریح غلطی ہے اور جس نے یہ انکار ابن مسعود کی طرف منسوب کیا ہے اس کی سند لائق توجہ نہیں جب کہ اس کے خلاف یہ صحیح سندیں موجود ہیں جن پر اجماع ہے اور جن کو علمائے کرام نے بلکہ تمام امت نے قبول کیا ہے۔ پس صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ ابن مسعود کی طرف انکار کو منسوب کرنا بالکل غلط ہے۔

یہ چار اقوال علمائے کرام کے اس مقام پر کافی ہیں جن میں دو روایت میں اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں اور دو درایت میں۔

دلیل دوم قرآن مجید کی متواتر سندیں مسلمانوں کے پاس موجود ہیں جن کا سلسلہ بواسطہ صحابہ کرام کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، جن میں متعدد سندیں بواسطہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے ہیں اور متعدد سندیں بواسطہ حضرت عثمان ذی النورین و حضرت علی مرتضیٰ کے ہیں اور متعدد سندیں بواسطہ حضرت ابی بن کعب کے ہیں اور ان تمام سندوں میں بے کم و کاست بلا اختلاف یہی قرآن مجید منقول ہے جو خدا

کے انعام سے ہمارے سینوں اور سفینوں میں نسلاً بعد نسل متواتر چلا آرہا ہے اس میں سورۂ فاتحہ بھی ہے اور معوذتین بھی ہیں لہذا قطعاً و یقیناً معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو سورۂ فاتحہ یا معوذتین کے نہ قرآن ہونے سے انکار تھا نہ مصحف میں ان کی کتابت کو منع فرماتے تھے بلکہ وہ ہمیشہ اسی قرآن شریف کا درس دیتے رہے۔

زیادہ نہ ہو سکے تو نمونہ کے طور پر صرف قرائے سبعہ کی سندیں جو نشر فاعز با متداول ہیں اور اہل سنت کے پاس بکثرت موجود ہیں مطالعہ کر لیجائیں۔ یہ قرائے سبعہ فلک اسلام کے بدور سبعہ کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک قاری مدینہ منورہ کے ہیں۔ نام ان کا **نافع** ہے اور ایک مکہ معظمہ کے ہیں نام ان کا **عبداللہ بن کثیر** ہے اور ایک بصرہ کے ہیں نام ان کا **ابو عمرو** مازنی ہے اور ایک دمشق کے ہیں نام ان کا **عبداللہ بن عامر** ہے اور تین قاری خاص کوفہ کے ہیں۔ وہی کوفہ جو حضرت عمر رضہ کے وقت سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کا دار التعلیم تھا اور آخر میں حضرت علی مرتضیٰ کا دار الخلافت بنا۔ وہی کوفہ ہمارے امام ابو حنیفہ کا مولد و منشا اور درسگاہ تھا۔ قال الولی الشاطبی

؎ وبالکوفۃ الغراء منہم ثلاثۃ   اذاعوا فقد ضاعت شذا وقرنفلا

کوفہ کے ان تینوں قاریوں کے نام نامی **عاصم**[۱]، **حمزہ**[۲]، **کسائی**[۳] (امام النحو) اس جگہ بخیال طول ان ساتوں میں سے بھی صرف ان تین قرار کوفہ کی بعض سندیں درج کی جاتی ہیں۔

حضرت عاصم نے پورا قرآن شریف حرفاً حرفاً پڑھا عبداللہ بن حبیب ابو عبدالرحمٰن سلمی اور زر بن حبیش سے۔ عبداللہ بن حبیب ابو عبدالرحمٰن سلمی نے پورا قرآن شریف حرف بحرف پڑھا حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور حضرت ابی ابن کعب سے اور حضرت زید بن ثابت سے اور زر بن حبیش نے منجملہ ان پانچ صحابیوں کے حضرت عثمان اور حضرت ابن مسعود سے پورا قرآن شریف حرف بحرف پڑھا اور ان حضرات نے پورا قرآن مجید حرف بحرف پڑھا رسول رب جلیل صاحب الوحی والتنزیل صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت حمزہ نے پورا قرآن شریف حرف بحرف پڑھا بہت سے بزرگوں سے جن میں سے چار کے نام یہ ہیں۔ حضرت جعفر[۱] صادق۔ اعمش[۲]۔ محمد[۳] ابن ابی لیلیٰ قاضی۔ حمران[۴] بن اعین۔

---

[۱] ۔ ترجمہ۔ اور کوفہ میں۔ تین قاری تھے جنہوں نے قرآن کی اشاعت کی اور کوفہ عود اور قرنفل کی سی خوشبو سے مہکنے لگا ۱۲۔

[۲] کنیت ابو بکر تابعی ہیں ۱۲۷ھ میں وفات پائی ۱۲ [۳] ۸۰ھ میں بعہد عبدالملک پیدا ہوئے اور ۱۵۶ھ میں وفات پائی۔

اور حضرت جعفر نے پورا قرآن مجید پڑھا اپنے والد حضرت محمد الباقر سے انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن حسین زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد حضرت حسین (شہید کربلا سے) انہوں نے اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ سے۔

اور اعمش نے پورا قرآن مجید پڑھا یحییٰ بن ذباب سے۔ انہوں نے علقمہ اور اسود اور زر بن حبیش اور ابو عبدالرحمٰن سلمی اور عبید بن فضلہ سے۔ ان سب نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔ اور محمد بن ابی لیلیٰ نے پورا قرآن مجید پڑھا ابو المنہال سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت عبداللہ عباس سے انہوں نے حضرت ابی ابن کعب سے اور حمران بن اعین نے پورا قرآن مجید پڑھا ابو الاسود سے انہوں نے حضرت عثمان رضہ اور حضرت علی رضہ سے۔

اور ان چاروں صحابیوں (یعنی حضرت حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت عثمان نے پورا قرآن شریف پڑھا حبیب رب العلمین رسول صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم سے

حضرت کسائی نے پورا قرآن مجید حضرت حمزہ اور عیسیٰ بن عمر وغیرہما سے پڑھا۔ حضرت حمزہ کی سند اوپر مذکور ہو چکی۔ باقی رہے عیسیٰ بن عمر انہوں نے قرآن مجید پڑھا طلحہ بن مصرف سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

دیکھو ان تینوں قاریوں نے اسی قرآن شریف کو جس طرح حضرت عثمان حضرت علی اور حضرت ابی ابن کعب سے روایت کیا اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی روایت کیا اور کوئی اختلاف ان کا یا کسی کا کسی لفظ کے متعلق نقل نہیں کیا۔ معلوم ہوا اختلاف کی روایتیں محض بے بنیاد اور کسی دشمن قرآن کی خانہ زاد ہیں۔ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔

ہاں فروعی اختلافات البتہ صحابہ کرام میں تھے اور وہ اب تک ہیں۔ اور وہ سب مختلف قرائتیں لوح محفوظ سے اتری تھیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہیں۔

دلیل سوم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اعاظم و افاضل اصحاب سے ہیں اور بہت سے بے نظیر فضائل کمالات میں بہت صحابہ میں ممتاز ہیں سوا شیخین رضی اللہ عنہما کے بالتخصیص اگر کسی صحابی کو آپ نے اپنی امت کا مقتدا بنایا ہے تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا ما امرکم ابن ام عبد فخذوہ

یعنی عبد اللہ بن مسعود تم کو جس بات کا حکم کریں اس پر عمل کرو۔ اور فرمایا رضیت لامتی مارضی لہا ابن ام عبد وسخطت لہا ماسخط لہا ام عبد یعنی میں نے اپنی امت کے لئے اس چیز کو پسند کیا جس کو ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے اس چیز کو ناپسند کیا جس کو ابن مسعود ناپسند کریں۔ حضرت عمر جب ان کو دیکھتے تو فرماتے کنیفٌ ملئ علماً ایک ظرف ہے علم سے لبریز۔ حضرت علی نے ان کے متعلق فرمایا قرء القرآن وعلم السنۃ وکفی بذلک یعنی انہوں نے قرآن پڑھ لیا ہے اور سنت کا علم حاصل کر لیا ہے اور اسی قدر کافی ہے۔ ترمذی میں ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تمسکوا العہد ابن ام عبد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمسک کرو یعنی بکوشش عمل کرو عبد اللہ بن مسعود کے حکم پر۔

نیز ترمذی میں ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت امرّ احدا من غیر مشورۃ لامرت ابن ام عبد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ سردار بناتا تو عبد اللہ مسعود کو بناتا۔

معلوم ہوا کہ ان میں سردار اور پیشوا بننے کی قابلیت ایسی یقینی تھی کہ حاجت مشورہ کی نہ تھی۔ روایت حدیث میں بھی ان کے واجب الاعتماد ہونے کا حکم دیا گیا۔ ترمذی میں ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما حدثکم ابن مسعود فصدقوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حدیث تم سے عبد اللہ بن مسعود بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔

اور قراءت قرآن میں تو خصوصیت کے ساتھ آپ نے ان کو اپنی امت کا استاد واجب الاطاعت قرار دیا۔ ترمذی میں ہے۔

عن حذیفۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اقرأکم عبد اللہ فاقرءوا۔

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ بن مسعود تم کو قرآن جس طرح پڑھائیں اسی طرح پڑھو۔

صحیح بخاری میں ہے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفۃ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار شخصوں سے پڑھو عبد اللہ بن مسعود سے اور سالم مولائے ابو حذیفہ اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں۔

واعلم ان عبد اللہ بن مسعود من کبار الصحابۃ ومن بشرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشارات عظیمۃ واستخلفہ فی امتہ بعدہ فی قراءۃ القرآن والفقہ والموعظۃ وکان من اکرم الصحابۃ لصحبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخدمتہ۔

جاننا چاہیئے کہ عبد اللہ بن مسعود اکابر صحابہ میں سے اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم الشان خوشخبریاں دیں اور ان کو اپنی امت پر اپنے بعد قرآن شریف کے پڑھانے اور فقہ کی تعلیم اور وعظ میں اپنا جانشین بنایا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی خدمت کی بزرگی تمام صحابہ سے ان میں زیادہ تھی۔

اسرار اللزار میں ہے۔

کان بالکوفۃ ولہ اربعۃ الاف تلمیذ یتعلمون بین یدیہ حتی روی انہ لما قدم علی رضی اللہ عنہ الکوفۃ خرج عبد اللہ بن مسعود مع اصحابہ حتی سدوا الافق فلمّا راھم علی رضی اللہ عنہ قال ملات ھذہ القریۃ علما وفقھاً۔

جب عبد اللہ بن مسعود کوفہ میں تھے تو آپ کے چار ہزار شاگرد تھے جو ان کے سامنے بیٹھ کر علم حاصل کرتے تھے یہاں تک کہ روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے تو عبد اللہ بن مسعود اپنے شاگردوں کو ساتھ لیکر پیشوائی کے لئے گئے اس مجمع نے آسمان کا کنارہ بھر دیا حضرت علی نے اس مجمع کو دیکھا تو حضرت ابن مسعود سے فرمایا کہ آپ نے اس بستی کو علم اور فقہ سے لبریز کر دیا۔

علامہ ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

قال مسروق شاممت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجدت علمہم انتہی الی ستۃ الی علی وعبد اللہ بن مسعود وعمر بن الخطاب وزید بن ثابت وابی الدرداء وابی بن کعب ثم شاممت الستۃ فوجدت علمہم انتہی الی علی وعبد اللہ۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کا علم چھ کے پاس جمع ہے۔ حضرت علی[۱]۔ حضرت عبد اللہ[۲] بن مسعود۔ حضرت[۳] عمر بن خطاب۔ حضرت[۴] زید بن ثابت۔ حضرت[۵] ابو الدرداء۔ حضرت[۶] ابی ابن کعب۔ پھر ان چھ کا موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان سب کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کے پاس جمع ہے

نیز اسی کتاب میں ہے۔

قال محمد بن جریر لم یکن احد له اصحاب معروفون حرروا فتیاه و مذاهبه فی الفقه غیر ابن مسعود۔	محمد بن جریر کہتے ہیں کہ صحابہ میں کوئی نہ تھا جس کے شاگرد ایسے نامور ہوں اور اس کے فتووں کو اور اس کے فقہی اجتہادات کو انہوں نے لکھا ہو سوا ابن مسعود کے۔

ان احادیث اور اقوال سے حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق سات باتیں معلوم ہوئیں۔ (۱) آنحضرت علیہ السلام نے ان کو اپنی امت کا مقتدائے پسندیدہ فرمایا ان کے احکام کی اطاعت واجب کر دی (۲) آپ نے انکی روایت کی تصدیق کا حکم دیا (۳) آپ نے ان کو قرات قرآن میں استادی کی سند دی (۴) تمام صحابہ کے علم کے خزائن جن دو صحابیوں کے پاس تھے ان میں سے ایک وہ ہیں (۵) صرف کوفہ میں بیک وقت ان کے چار ہزار شاگرد تھے (۶) ان کے سوا کسی صحابی کے شاگرد اس قدر نامور لوگ نہیں ہوئے۔ (۷) ان کے فتوے اور فقہی اجتہادات ان کے شاگرد قلمبند کرتے تھے کسی دوسرے صحابی کے لئے ایسا اہتمام نہیں کیا گیا۔

حضرت ابن مسعود کی کمالات شان کو دیکھ کر کیا عقل سلیم اس بات کو باور کر سکتی ہے کہ حضرت ممدوح معوذتین یا سورۃ فاتحہ کے قرآن ہونے سے یا مصحف میں لکھنے سے انکار کرتے اور ان کا انکار ان کے ہزاروں شاگردوں میں سے صرف تین شاگرد روایت کرتے اور کسی چوتھے کو اسکی خبر نہ ہوئی اور یہ تین[1] شاگرد بھی وہ جن سے متواتر سندوں کے ساتھ اس انکار کے خلاف کی روایت نقل کی گئی ہے اور پھر وہ انکار اس طرح گمنامی اور کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہتا امت میں سے ایک متنفس بھی ان کا ہمخیال نہ بنتا نہ معوذتین و سورۂ فاتحہ کی قرآنیت میں کسی کو شک پیدا ہوتا نہ دین کی اتنی بڑی اصل عظیم یعنی قرآن کے انکار کی وجہ سے ابن مسعود پر کوئی بدنامی آتی ..... یہ باتیں وہ ہیں جن کو زمانہ کبھی تسلیم نہیں کر سکتا ولنعم ما قیل۔ ھ

---

[1] انکار معوذتین کے راوی حضرت عبداللہ مسعود سے صرف تین شخص بیان کئے گئے ہیں۔ علقمہ۔ زر بن حبیش۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی اور یہ تینوں قراء سبعہ کی اسانید متواترہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے پورا قرآن شریف مع معوذتین کے روایت کر رہے ہیں جیسا کہ دلیل دوم میں بیان ہوا ۱۲۔

احق[1] شیئ برد ما تخالفه　　شهادة الدهر فاحکم صنعة الجدل

یقیناً اگر ابن مسعود منکر ہوتے تو ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوتی یا تو ان سورتوں کی قرآنیت مختلف فیہ ہو جاتی اور صحابہ سے لیکر اس وقت تک ہر زمانہ میں ایک بڑی جماعت ان سورتوں کی قرآنیت کی منکر رہتی۔ ابن مسعود کے ہزاروں شاگرد ان کے انکار کو روایت کرتے اور وہ محدثین کی تمام یا اکثر ملتزم الصحۃ کتابوں میں ملتیں اور یا ابن مسعود اس انکار کی وجہ سے اس قدر بدنام ہو جاتے کہ نہ صرف ان کی تفسیق بلکہ تکفیر تک نوبت پہنچتی اور صحابہ اور تابعین کی زبانوں پر ان کی عظمت و جلالت کا ایک لفظ بھی نہ آتا..... اور جب کہ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات بھی نہ ہوئی تو بالیقین یہ معلوم ہوا کہ انکار معوذتین کی روایت جعلی ہے۔ ایسی روایت کو اصطلاح محدثین میں معلول کہتے ہیں۔

دلیل چہارم یہ کہ گو عام طور پر یہ خیال لوگوں میں شہرت پا چکا ہے اور بعض روایات کے ظاہری الفاظ سے بھی ایسا وہم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن شریف مجموع و مرتب نہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں یہ کام ہوا مگر پھر بھی اس کی اشاعت نہ ہوئی اور حضرت عمر کو بھی اپنے زمانہ خلافت میں اس کی اشاعت کا موقع نہ ملا حضرت عثمان نے ۲۵ھ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ برس بعد حضرت ابوبکر صدیق کے جمع کئے ہوئے قرآن کی نقلیں کرا کر تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کیں **پہلے** اس حقیر راقم سطور کا خیال بھی تقلیدی طور پر ایسا ہی تھا چنانچہ النجم کے مناظرہ حصہ اول میں میں نے ایسا ہی لکھا ہے مگر اس کے بعد نور توفیق نے مدد کی اور تحقیق کا دروازہ کھلا بے شمار دلائل عقلیہ فطریہ اور براہین نقلیہ نے میرے خیال سابق کو محو کر دیا اور روز روشن کی طرح یہ بات ظاہر ہو گئی کہ خود رسول رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے اہتمام سے قرآن شریف کی جمع و ترتیب کا کام نہایت کامل طریقہ سے ہو چکا تھا اور اس کی اشاعت بھی خود آپ ہی کے سامنے ہو چکی تھی۔ جس وقت آپ نے رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت کی تو بے شمار سینوں اور سفینوں میں پورا قرآن مجید محفوظ کر گئے تھے۔ تواتر قرآن کا سلسلہ جو آپ کے سامنے شروع ہوا وہی سلسلہ اسی شان کے ساتھ اب تک چلا آ رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا پھر یہی

---

[1] بہت زیادہ رد کرنے کے قابل وہ چیز ہے جس کے خلاف زمانہ شہادت دے۔ پس اے مناظرہ کی ہوس کرنے والے فن مناظرہ کو اچھی طرح سیکھ ۱۲۔

معلوم ہوا کہ محققین سابقین سے بھی اس کی تصریح منقول ہے اور کوئی صحیح روایت بھی اس کی تحقیق کی مزاحمت نہیں کرتی۔

اس تحقیق کے بیان کرنے کے لئے ایک مستقل تصنیف کی حاجت ہے جس کو ایک حد تک میرے ایک فاضل دوست نے اپنی کتاب تاریخ القرآن میں پورا کیا ہے اور یہ کتاب کئی سال ہوئے چھپ گئی ہے من یشاء فلیطالعہ اگر عنایت ایزدی نے مدد کی تو یہ ناچیز بھی عنقریب اس موضوع پر کتاب لکھے گا واللہ ولی التوفیق وھو الھادی الی سواء الطریق۔

پس جب کہ قرآن شریف اسی ہیئت کذائی کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام سے آپ کی نظر مبارک کے سامنے جمع ہو چکا تھا تو اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ حضرت عبداللہ بن مسعود کر سکتے تھے نہ کوئی اور صحابی اس مصحف کے خلاف اپنا مصحف مرتب کر سکتا تھا۔ لہذا حضرت ابن مسعود سے انکار معوذتین کا سرزد ہو جانا قطعاً ناممکن بات ہے اور انکار کی روایت ان سے یقیناً غلط ہے۔

اب ایک ذرا سی بات باقی رہ گئی کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے انکار معوذتین کی روایت کو صحیح کیا ہے اور ان کی تقلید کر کے اور بھی ایک دو علماء نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن اس کامل تحقیق کے بعد اب اس کے جواب دینے کی حاجت نہ رہی اور اصل یہ ہے کہ جو روایت کسی علت معنوی کی وجہ سے مقدوح ہوتی ہے بسا اوقات اس کی جرح و تعدیل میں محدثین کا اختلاف ہو جاتا ہے کسی کا ذہن اس علت تک پہنچ جاتا ہے اور وہ اس روایت پر قدح کر دیتا ہے اور کسی کی سمجھ میں وہ علت نہیں آتی اور وہ اس روایت کو صحیح کہہ دیتا ہے۔

نمبر پنجم عبارت منقولہ بالا کے بعد حائری صاحب رقمطراز ہیں:۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۳۵۸ سطر ۵ میں امام سیوطی نے لکھا ہے سعید بن منصور احمد عبد بن حمید بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن جریر ابن المنذر اور ابن مردویہ نے علقمہ سے روایت کی ہے انہ قدم الشام فجلس الی ابی الدرداء فقال لہ ابو الدرداء ممن انت قال من اھل الکوفۃ قال کیف سمعت عبداللہ یقرء واللیل اذا یغشیٰ قال علقمۃ والذکر والانثیٰ فقال ابو الدرداء اشھد انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھکذا وھؤلاء یریدونی علی

انی اقرأھا خلق الذکر والانثیٰ واللہ لا اتابعھم انتھیٰ بلفظہ۔

یعنی علقمہ ایک مرتبہ شام میں آیا اور ابو الدرداء کے پاس بیٹھا انہوں نے پوچھا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو۔ علقمہ نے کہا کہ میں اہل کوفہ سے ہوں۔ پس ابو الدرداء نے کہا تم نے عبداللہ کو سورۂ واللیل اذا یغشیٰ کس طرح پڑھتے سنا ہے علقمہ نے کہا میں نے بجائے وماخلق الذکر والانثیٰ کے والذکر والانثیٰ پڑھتے سنا ہے پس ابو الدرداء نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی پڑھتے سنا ہے لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں وماخلق الذکر والانثیٰ پڑھوں بخدا میں ہرگز ان کی متابعت نہ کروں گا۔

الجواب بعون الملک الوہاب

اس روایت سے بھی حائری صاحب کا مقصد کسی طرح حاصل نہیں ہوتا یعنی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لفظ ماخلق جو قرآن شریف میں سورۂ واللیل میں ہے کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ کسی شخص کی بڑھائی ہوئی ہے کیونکہ

اوّلاً اس روایت میں صرف اسی قدر تذکرہ ہے کہ علقمہ نے عبداللہ بن مسعود کو والذکر والانثیٰ پڑھتے ہوئے سنا ماخلق پڑھتے ہوئے نہیں سنا اور یہ حضرت ابو الدرداء نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو والذکر والانثیٰ پڑھتے ہوئے سنا ہے لہذا میں وماخلق الذکر والانثیٰ نہ پڑھوں گا۔ اس سے زیادہ اور کوئی بات اس روایت میں نہیں ہے۔ لفظ ماخلق کے کلام الٰہی ہونے کی نفی نہ عبداللہ بن مسعود نے کی نہ ابو الدرداء نے۔ رہا حضرت ابو الدرداء کا اس کے پڑھنے انکار کرنا تو اس انکار کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی عادت یہ تھی کہ جو تعلیم کسی صحابی کو بلاواسطہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتی وہ اس تعلیم پر نہایت مضبوطی سے قائم رہتے کسی طرح ترک نہ کرتے تھے۔ اگرچہ کتنے ہی قابل وثوق و معتبر ذرائع سے اس کے خلاف دوسری تعلیم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تک پہنچ بھی جاتی اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے تھا۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اسی کو اختلاف قرأت کہتے ہیں۔ لہذا اس روایت سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ یہ

آیت دونوں قراءتوں کے ساتھ نازل ہوئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قراتیں صحابہ کرام کو تعلیم دی ہوں۔ کسی کو یہ کسی کو وہ۔ حضرت ابو الدردا، اور حضرت ابن مسعود کو صرف والذکر والانثیٰ کی تعلیم دی اور دوسروں کو وماخلق الذکر والانثیٰ کی اس قسم کا اختلاف نسخ دوسرے مصنفین کی کتب میں بھی ہوتا ہے اور جو اختلاف نسخ خود مصنف کا مجوزہ ہوتا ہے اسکو کتاب کی غلطی یا کمی بیشی نہیں کہا جاتا کما لا یخفیٰ۔

ثانیاً اس روایت میں بھی وہی خرابی موجود ہے جو روایت سابقہ میں تھی۔ یعنی یہ کہ یہ روایت دوسری روایات متواترہ کے خلاف ہے۔ قرائے کوفہ کی سندوں میں جو متواتر ہیں اور اوپر بیان ہو چکیں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے یہی قرآن شریف منقول ہے جس میں وماخلق کا لفظ ہے اور لطف یہ کہ یہ علقمہ بھی ان متواتر سندوں میں حضرت ابن مسعود سے اسی قرآن شریف کو روایت کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض دوسری خرابیاں بھی جو اوپر مذکور ہوئیں اس روایت میں بھی موجود ہیں لہذا قطعاً ویقیناً یہ روایت من حیث السند شاذ ہو گئی اور من حیث المتن تو بالکل ساقط از اعتبار۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ قراءت نے والذکر والانثیٰ کو قراءت شاذہ میں شمار کیا ہے۔ اور تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر نماز میں کوئی شخص قصداً اس قراءت کو پڑھے تو اس کی نماز نہ ہو گی۔

یہانتک تو حائری صاحب کی پیش کی ہوئی روایات کا مفصل جواب دیا گیا لیکن اب زیادہ تفصیل بے ضرورت ہے بلکہ اب کچھ نہ لکھا جاوے تو بھی کافی ہے فان[1] الغرفۃ تنبئ عن الغدیر والقلیل یدل علی الکثیر لہذا اب ہم بقیہ تمام روایات نمبر ششم میں جمع کئے دیتے ہیں سوا خرابی ترتیب کے کہ اس کو ذرا تفصیل کے ساتھ نمبر ہفتم میں بیان کریں گے اور جو کچھ فضولیات باقی رہ گئی ہیں ان کا نمونہ نمبر ہشتم میں دکھائیں گے اور انہیں تین نمبروں پر انشاء اللہ یہ بحث دوم تمام ہو جائے گی۔

نمبر ششم عبارت منقولہ بالا کے بعد حائری صاحب نے حسب ذیل اکیس مواقع تحریف کے اور پیش فرمائے ہیں۔

اوّل سورۂ احزاب کے متعلق جس کا شافی وکافی جواب مع شئ زائد البحم کے مناظرہ

[1] ترجمہ ایک چلو پانی پورے حوض کی حالت بتا دیتا ہے اور تھوڑی چیز بہت چیز کا نمونہ ہوتی ہے ۱۲۔

حصہ اول[1] میں اکیس سال ہوئے چھپ چکا اور جواب الجواب نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے۔

دوم سورۂ توبہ کے متعلق اس کا جواب[2] بھی مناظرہ حصہ اول میں موجود ہے۔ درمنثور کی عبارت

[1] خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ ان روایات میں سورۂ احزاب کی آیتوں کا نکال ڈالا جانا یا تحریف کیا جانا مذکور نہیں ہے بلکہ صرف یہ بیان ہے کہ اس سورت میں دو سو آیتیں تھیں مگر حضرت عثمان اس سے زائد آیتوں کے لکھنے پر قادر نہ ہوئے جتنی کہ اب موجود ہیں قادر نہ ہونے کی وجہ بھی دوسری روایات میں بیان ہوئی جن کو حائری صاحب نے نقل نہیں کیا چنانچہ درمنثور ہی میں صحیح بخاری سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ کہتے ہیں۔ وہ آیتیں ہم بھول گئے پھر کہیں نہ ملیں یعنی کسی کو یاد نہ رہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایسے نسیانِ عام کو نسخ کی علامت قرار دیدیا ہے قولہ تعالیٰ سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ وقولہ تعالیٰ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا، اسی وجہ سے تمام علمائے اہل سنت نے اس روایت کو نسخ کی مثال میں پیش کیا ہے۔ ایک متنفس نے بھی اس سے تحریف کا مضمون نہیں سمجھا۔ حائری صاحب نے اتقان سے اس روایت کو نقل کیا ہے اتقان میں بھی یہ روایت منسوخ کی مثال میں لائی گئی ہے مگر حائری صاحب نے از راہ **خیانت** اس کا پتہ نہیں دیا۔ طرہ یہ کہ علماء شیعہ نے بھی سورۂ احزاب کی آیتوں کو نسخ پر محمول کیا ہے دیکھو صفحہ ۵۴ کتاب ہذا۔ ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ حائری صاحب نے لم یقدر کا ترجمہ بجائے اس کے حضرت عثمان قادر نہ ہوئے۔ یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے اسی قدر آیتیں لکھیں۔ لاحول ولا قوۃ اس قسم کی فریبی کاروائیاں کر کے لوگوں کے ایمان کی رہزنی کریں اور پھر اپنے کو مسلمان کہیں۔ [2] خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ سورۂ توبہ کی روایات میں بھی کہیں تحریف کا ذکر نہیں بلکہ دوسری روایات میں صاف نسخ کا لفظ موجود ہے معالم التنزیل میں ہے قال عبد اللہ بن عباس نزل اللہ تعالیٰ ذکر سبعین رجلا من المنافقین باسمائہم واسماء اٰبائہم ثم نسخ ذکر الاسماء رحمۃ للمومنین لئلا یعیرون بعضہم بعضاً لان اولادہم کانوا مومنین۔ یعنی عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ سورۂ توبہ میں ستر منافقوں کی مذمت نام بنام بقید ولدیت نازل ہوئی تھیں مگر بعد میں نام منسوخ کر دیئے گئے کیونکہ ان منافقوں کی اولاد مومن تھی تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو عار نہ دلائیں۔ مگر حائری صاحب نے اس روایت کا ذکر نہ کیا۔ رہا یہ کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ تمام صحابہ کی فضیحتیں اس سورۃ میں تھیں یہ حائری صاحب کا طبع زاد مضمون ہے حضرت عمر کی روایت میں تو صرف یہ ہے کہ گمان ہوا کہ کوئی نہ بچے گا جس کے بارہ میں کچھ نہ کچھ نازل نہ ہو۔ گمان کی لفظ صاف بتا رہی ہے کہ ایسا ہوا نہیں ورنہ کہتے کہ کوئی نہیں بچا۔ اور چونکہ منافق بھی اس وقت صحابہ میں ملے جلے تھے اس لئے منافقوں کی مذمت سے یہ اندیشہ ہوا۔ نیز مذمت اور فضیحت اور چیز ہے اور معلمانہ عتاب اور شے ہے معلمانہ عتاب تو قرآن مجید میں سید الانبیاء پر بھی ہیں دیکھو سورۂ عبس اور یہ عتاب بجائے خود دلیل نبوت ہیں ۱۲۔

نقل کرنے میں اس موقع پر ایک ناقابل معافی خیانت[1] کی ہے۔

سوم سورۂ فاتحہ کی لفظ صراط کے متعلق ۔ یہ البتہ نئی مثال تحریف کی ہے جو شاید حائری صاحب کی ہمہ دانی و عالی دماغی کا نتیجہ ہو۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ لفظ صراط کی اصل سراط تھی ایک قاعدۂ صرفی کی وجہ سے سین کو صاد سے بدل دیا گیا۔ یہ قاعدہ چونکہ جوازی ہے اس لئے یہ لفظ دونوں طرح مستعمل ہے اور دونوں طرح اس کی قرارت بھی منقول ہے۔ حائری صاحب نے صراط والی روایت کو نقل کر کے جھٹ کہدیا کہ یہ بھی تحریف ہے اس سے ان کو کیا مطلب کہد و لفظ دونوں طرح صحیح اور دونوں طرح بتواتر منقول ہے ۔ علامہ زمخشری کشاف میں اسی لفظ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

السراط الجادة من سرط الشیٔ اذا ابتلعه لانه لیسترط السابلة اذا سلکوه کما سمی لقما انه یلتقمهم والصراط من قلب السین صادا لاجل الطاء کقوله مصیطر فی مسیطر وقد تشم للصاد صوت الزای وقری بهن جمیعًا و فصحاهن اخلاص الصاد وهی لغة قریش وهی الثابتة فی مصحف الامام۔

سراط راستے کو کہتے ہیں یہ لفظ اس محاورے سے ماخوذ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شئے کو نگل جاتا ہے تو کہتے ہیں سَرِطَ الشیٔ ۔ راستہ کو سراط اس لئے کہا گیا کہ وہ بھی چلنے والوں کو جب اس میں چلیں نگل لیتا ہے (یعنی وہ راستے میں سما جاتے ہیں اور سراط میں سین تھی جو بوجہ قربت طا کے صاد سے بدل دی گئی جیسے مصیطر کہ اصل میں مسیطر تھا اور کبھی صاد میں زے کی آواز بھی پیدا کیجاتی ہے اور یہ لفظ تینوں طرح قرارت میں آیا ہے مگر سب سے زیادہ فصیح خاص صاد ہے اور یہی لغت قریش کی ہے اور مصحف[2] امام میں بھی یہی لکھا گیا ہے۔

---

[1] وہ خیانت یہ ہے کہ درمنثور جلد سوم صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ مصر سے حضرت حذیفہ کی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں واللہ ما ترکنا احدا لا قالت منه اور ترجمہ یہ کیا ہے کہ خدا کی قسم ہم صحابہ میں سے ایک بھی نہیں چھوڑا جس کے متعلق کوئی نہ کوئی عذاب کی آیت نہ آئی ہو حالانکہ درمنثور میں ما ترکت احدا ہے جس کے معنی ہوئے کہ کسی کو نہیں چھوڑا متکلم کی ضمیر حائری صاحب نے بڑھا کر ہم صحابہ ترجمہ میں اضافہ کیا ۔ ماترکت اور ماترکنا کا فرق معمولی نہیں ہے معنی بدل گئے مطلب بدل گیا اور بقاعدہ عربیت بھی ما ترکنا غلط ہے کیونکہ یہ صیغہ مذکر کا ہے اور اسکی ضمیر سورت کی طرف پھریگی ہے جو مونث ہے۔ کیا یہ خیانت قابل درگذر ہو سکتی ہے کہ حائری صاحب نے ماترکت کو ماترکنا کر کے بجائے منافقین کے صحابہ کو اس روایت کا مصداق بنا دیا ۱۲۔ [2] امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو نسخے قرآن شریف کے بڑے اہتمام و محنت کے ساتھ لکھوا کر اسلامی مملکت کے ہر ہر صوبہ میں بھیجے تھے ان کو مصحف امام کہتے ہیں۔

حائری صاحب کو خبر نہیں کہ اس قسم کے اختلاف قرارت میں بہت ہیں اور بڑی بڑی کتابیں اس فن میں ہیں ورنہ وہ ایک بڑی موٹی کتاب لکھ ڈالتے اور شعبول سے یہ کہکر کہ دیکھو میں نے سینوں کی کتابوں سے تحریف قرآن ثابت کرنے کے لئے اتنی بڑی کتاب لکھدی خوب انعامات و خطابات حاصل کرتے۔

چہارم سورۃ فاتحہ کی لفظ مٰلك کے متعلق یہ تحریف بھی حائری صاحب کی ایجاد ہے کسی کتاب میں دیکھ لیا کہ بعض صحابہ نے یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مَلِكِ بغیر الف کے پڑھا بس آپ کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی اور جلدی سے بول اٹھے کہ یہ بھی تحریف ہے۔ این ہم بچہ شتر است ان کو کیا خبر کہ یہ لفظ دونوں طرح بقاعدۂ عربیت صحیح ہے اور دونوں قرارتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر رسم خط بھی دونوں کو محتمل اور آج تک دونوں قرارتیں مسلمانوں میں رائج نماز میں پڑھی جاتی ہیں ۔ علامہ ابو عمرو دانی نحوی مقری متوفی ۴۴۴ھ اپنی کتاب تیسیر میں لکھتے ہیں

قرء عاصم والکسائی مالك یوم الدین بالالف والباقون بغیر الف

قرار سبعہ میں سے عاصم اور کسائی نے مالک الف کے ساتھ اپنی قرارت میں رکھا ہے اور باقی پانچ قرار نے ملک بغیر الف کے۔

پنجم حائری صاحب نے درمنثور سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر اور عبداللہ ابن زبیر سورۂ فاتحہ میں من انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم وغیر الضالین ، پڑھتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ اس روایت کو بھی تحریف سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے موجودہ الفاظ غلط ہیں نہ یہ مضمون کہ سورۃ فاتحہ میں کسی نے تحریف کر دی اور سورۂ فاتحہ میں تو تحریف ہو بھی نہیں سکتی کیونکہ عمداً تحریف کا احتمال تو ان الفاظ میں اس سبب سے نہیں کہ الذین کی بجائے من یا لا کی بجائے غیر رکھ دینے سے کوئی جدید مطلب نہیں نہیں پیدا ہوا جو معنی تھے وہی ہے اور سہواً تحریف کا احتمال اس سبب سے نہیں کہ سورۂ فاتحہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے جس سورت کی ہر روز کم سے کم تیس چالیس بار تکرار ہوتی ہو اس میں سہو کی کیا گنجائش پس زیادہ سے زیادہ یہ روایت اختلاف قرارت پر دلالت کرتی ہے لیکن ائمہ قرار نے اس اختلاف قرارت کو قبول نہیں کیا کیونکہ یہ روایت شاذ نا قابل اعتبار ہے پوری سند بھی اس روایت کی معلوم نہیں حائری صاحب کہیں سے تلاش کر کے نقل کریں تو حقیقت

معلوم ہو کہ کس شیعہ صاحب کی عنایت سے یہ روایت وجود میں آئی۔ قرآن مجید کے متعلق اکثر اس قسم کی روایات شیعوں کی تصنیف ہیں جو دھوکہ دیکر ہماری کتب میں درج کر دی گئی ہیں لیکن اصول و قواعد دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتے ہیں۔

بہت روشن دلیل اس روایت کے بے اصل ہونے کی یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے اسنادہائے متواترہ سورۂ فاتحہ اسی طرح قراء سبعہ نے روایت کی ہے جس طرح ہمارے مصاحف میں ہے اگر حضرت عمر کسی دوسرے طریقہ سے اس کو پڑھتے ہوتے تو عبداللہ بن مسعود جو ان کے متبع کامل تھے کبھی اس کے خلاف نہ پڑھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود خود فرمایا کرتے تھے لو سلک وادیا وشعبا لسلکت وشعبہ[1] قنوت فجر کے متعلق جب لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو فرمایا لو قنت[2] عمر لقنت عبداللہ۔

ششم سورۂ جمعہ کے متعلق درمنثور سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بجائے فاسعوا کے فامضوا پڑھتے تھے۔

جواب اس کا بعینہ وہی ہے جو اوپر ہو چکا کہ یہ روایت بھی تحریف سے تعلق نہیں رکھتی اگر اس کی صحت تسلیم کر لی جائے تو زیادہ سے زیادہ اختلاف قرات کی دلیل ہو سکتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے فاسعوا کی تفسیر[3] میں فامضوا کہا ہو۔ راوی نے یہ سمجھا ہو کہ یہ قرات حضرت عمر کی ہے۔

ہفتم درمنثور سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ طلاق میں بجائے فطلقوھن لعدتھن کے فطلقوھن فی قبل عدتھن پڑھا۔

جواب اس کا بھی وہی ہے کہ یہ روایت بشرط صحت اختلاف قرات پر دلالت کرتی ہے۔ مزید برآں عبارت کی رکاکت بھی روایت کے جعلی ہونے کی کافی شہادت ہے۔ فی اور قبل کا اجتماع جس قدر رکیک ہے ظاہر ہے

---

[1] ترجمہ۔ اگر عمر کسی نشیب یا درۂ کوہ میں چلیں تو عبداللہ بھی وہیں چلے گا ۱۲ [2] اگر عمر قنوت (فجر میں) پڑھتے تو عبداللہ بھی ضرور پڑھتا ۱۲ [3] تغیر کی وجہ ظاہر ہے کہ فاسعوا کے لفظی معنی ہیں دوڑو مگر خدا نے دوڑنا مراد نہیں لیا۔ کیونکہ نماز کے لئے دوڑ کر جانا منع ہے۔ یہ لفظ استعارۃً فرمایا ہے مطلب یہ کہ نماز جمعہ کے لئے اہتمام کے ساتھ جاؤ جیسے دوڑنے میں اہتمام ہوتا ہے لہٰذا حضرت عمر نے فرمایا کہ فاسعوا کے معنی ہیں فامضوا یعنی جاؤ ۱۲

ہشتم درمنثور سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے بجائے ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین کے انی انا الرزاق الخ پڑھا۔

جواب بعینہٖ وہی ہے جو اوپر دیا جا چکا۔

نہم درمنثور سے نقل کیا ہے کہ حضرت حفصہ و حضرت عائشہ نے اپنے مصحف میں حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی کے بعد صلوۃ العصر کی لفظ لکھوائی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ روایت تو اختلاف قرأت سے بھی تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ تفسیر ہے۔ تفسیری الفاظ بعض صحابہ نے یادداشت کے لئے اپنے مصحف میں لکھ لئے[1] تھے جیسے آجکل ترجمہ یا حل غریب میں بین السطور لکھتے ہیں اور لکھ لینے کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ اس کی تفسیر میں صحابہ کا اختلاف تھا اور ام المومنین نے یہ تفسیر رسول سے سنی تھی۔ خود حائری صاحب کی منقول عنہ کتاب درمنثور ہی کے دیکھنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ تفسیر کے لئے ہے۔ حائری صاحب نے بھی ضرور سمجھ لیا ہوگا مگر جب باطل کی حمایت کے لئے کوئی شخص اٹھتا ہے تو جہالت اور خیانت بلکہ ہر ناکردنی کام اس سے سرزد ہوتے ہیں۔ درمنثور جلد اول میں صفحہ ۳۰۲ کے آخر سے صلوۃ وسطی کی تفسیر میں اقوال صحابہ نقل کرنا شروع کئے ہیں اور صفحہ ۳۰۵ کے آخر میں ختم کئے ہیں۔ آغاز یوں ہے قولہ تعالیٰ والصلوۃ الوسطی اخرج ابن جریر عن سعید بن المسیب قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلفین فی الصلوۃ الوسطی اس کے بعد تمام اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ بعض صحابہ کا یہ قول ہے کہ صلوٰۃ وسطی کی تعیین معلوم نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز فجر ہے۔ بعض نماز ظہر۔ حضرت عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور جمہور صحابہ کا قول ہے کہ وہ نماز عصر ہے۔ ایک روایت بایں لفظ ہے عن حفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم | حفصہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ

---

[1] علوم قرآنیہ کی کتب عالیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اکثر درس قرآن کے وقت تفسیری الفاظ بھی اصل الفاظ قرآنی کے ساتھ پڑھ دیتے تھے اور بعض نے اپنے مصحف میں لکھ لئے تھے اس زمانے میں اشتباہ و التباس کا اندیشہ نہ تھا مگر تلاوت یا قرأت نماز میں ایسا نہ کرتے تھے نہ ایسا کرنا جائز سمجھتے تھے۔ علامہ سیوطی اتقان کی بائیسویں نوع میں لکھتے ہیں کہ جس طرح حدیث میں مدرج ایک خاص چیز ہے قراءت میں بھی ہے۔ پھر اسکی مثالیں بیان کر کے لکھتے ہیں۔ قال ابن الجزری فی آخر کلامہ وربما کانوا یدخلون التفسیر فی القرآت ایضاحا و بیانا لانھم محققون لما تلقوہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآنا فھم آمنون من الالتباس وربما کان بعضھم یکتبہ معہ واما من یقول ان بعض الصحابۃ کان یجیز القراءۃ بالمعنی فقد کذب۔ وسافرد فی ھذا النوع اعنی المدرج تالیفاً مستقلاً۔ اتقان صفحہ جلد اول

انہا قالت لکاتب مصحفہا اذا بلغت مراقیت الصلوٰۃ فاخبرنی حتی اخبرک بما سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاخبرہا قالت اکتب فانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ وھی صلوۃ العصر۔

انہوں نے اپنے مصحف کے کاتب سے کہا جب تم اوقات نماز لکھنے لگو تو مجھے اطلاع دینا کہ میں تم سے وہ بات بیان کر دوں جو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ چنانچہ کاتب نے اطلاع دی تو انہوں نے کہا لکھو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ پڑھ رہے تھے کہ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ اور صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔

لیجئے اس روایت میں ہی کی لفظ بھی ہے جو تفسیری ہونے کو صاف کر دیتی ہے۔ دوسری روایت بایں الفاظ ہے۔

واخرج وکیع وابن ابی شیبۃ فی المصنف و عبد بن حمید عن سالم بن عبداللّٰہ ان حفصۃ ام المومنین قالت الوسطیٰ صلوۃ العصر واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعود قال الوسطیٰ صلوۃ العصر۔

وکیع نے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور عبد بن حمید نے سالم بن عبداللّٰہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ میری پھوپھی ام المومنین حفصہ نے کہا کہ وسطیٰ نماز عصر ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔

اس روایت سے اور بھی صاف ہو گیا کہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر مقصود ہے نہ اور کچھ۔ بعض روایات کا یہ مضمون بھی ہے کہ یہ آیت پہلے یوں نازل ہوئی تھی حافظوا علی الصلوات والعصر اس کے بعد والعصر کی لفظ منسوخ ہو گئی۔ بجائے اس کے والصلوۃ الوسطیٰ کی لفظ نازل ہو گئی۔ یہ روایتیں صفحہ نمبر ۳۰۳ پر اسطرح ہیں۔

اخرج عبد بن حمید ومسلم وابوداؤد فی ناسخہ وابن جریر والبیہقی عن البراء ابن عازب قال نزلت حافظوا علی الصلوات والعصر فقرأناہا علی عہد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماشاء اللّٰہ ثم نسخہا اللّٰہ فانزل حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی فقیل لہ اذن صلوۃ العصر فقال قد حدثتک کیف نزلت وکیف نسخہا اللّٰہ ۔ واللّٰہ اعلم

عبد بن حمید نے اور مسلم نے اور ابو داؤد نے اپنی کتاب ناسخ میں اور ابن جریر اور بیہقی نے براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا پہلے حافظوا علی الصلوات والعصر نازل ہوئی تھی ہم نے زمانہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم میں جب تک خدا کو منظور تھا اس کی تلاوت بھی کی پھر اللّٰہ نے اس کو منسوخ کر دیا اور حافظوا الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ نازل فرمائی۔ براء بن عازب سے کہا کہ اب تو صاف معلوم ہو گیا کہ وسطیٰ نماز عصر ہے انہوں نے کہا میں نے تم سے بیان کر دیا کہ کس طرح یہ آیت نازل ہوئی تھی اور کس طرح اللّٰہ نے اسے منسوخ کر دیا

المختصر درمنثور کی روایات کے دیکھنے سے صاف ہو گیا کہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر میں حضرت حفصہ نے صلوٰۃ العصر کی لفظ لکھوائی تھی نہ بطور لفظ قرآنی کے مگر حائری صاحب نے نقل روایات میں خیانت کی۔ پتہ نہ دیا کہ روایت کس موقع میں ہے اور اس کے اول و آخر کی روایات کا مضمون کیا ہے۔

دھم آیت تبلیغ کے متعلق حائری صاحب بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی کا نام اس میں تھا۔ اصل آیت یوں تھی یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔[1] حائری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جملہ آیت سے نکال دیا گیا۔ آیت کی تحریف ہو گئی اور آپنے ایک روایت بلا سند درمنثور سے نقل کی ہے کہ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم اس آیت کو زمانہ رسول میں اسی طرح پڑھتے تھے۔ یہ روایت نقل کر کے حائری صاحب فرماتے ہیں ابن مسعود سنیوں کے نزدیک راوی ثقہ اور علامہ جلال الدین بھی سنیوں کا مسلم امام اور مصنف معتمد علیہ اور درمنثور بھی

---

[1] ترجمہ اے رسول اس مضمون کی تبلیغ کر دیجئے جو آپ کی طرف پروردگار کی جانب سے اتارا گیا کہ علی تمام ایمان والوں کے مولیٰ ہیں اور اگر تم نے اس کی تبلیغ نہ کی تو خدا کی رسالت کی تم نے تبلیغ نہ کی اور اللّٰہ تم کو لوگوں سے بچائے گا۔ اصل آیت کا مطلب تو عام ہے کہ اے نبی جو شریعت کے احکام آپ پر نازل ہوئے ہیں ان سب کی تبلیغ (حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ آنا بڑا مجمع ہوگا کہ اب تک کبھی نہیں ہوا اچھی طرح) کر دیجئے ورنہ تبلیغ رسالت کا فرض ادا نہ ہوگا۔ اور خدا آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا مگر حضرت علی کا نام جس نے اس آیت کے ساتھ تصنیف کیا اس نے صرف علی کے مولیٰ ہونے کی تبلیغ آیت میں رکھی علاوہ ازیں آیت کا مطلب بھی نہایت رکیک اور عقل ونقل دونوں کے خلاف ہو گیا۔

بشارت۔ عنقریب یعنی ماہ آئندہ سے النجم میں تفسیر آیات کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے جس میں فریقین کے استدلال کی تمام آیتیں آجائیں گی۔ ہر آیت کے متعلق ایک رسالہ مستقل ہوا کرے گا۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ اس آیت تبلیغ کی تفسیر بھی اس میں ہوگی۔ حق تعالیٰ اس ارادہ کو پورا کرے۔

ان کے ہاں کی معتبر[1] اور مشہور تفسیر ہے۔

ایک لطیفہ حائری صاحب نے اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمات[2] اہلسنت سے یہ بھی ثابت ہے کہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر بمقام غدیر خم نازل ہوئی اور باتفاق[3] جمیع امت پیغمبر نے وہیں اسی وقت تبلیغ ولایت حضرت علی کر دی۔ حائری صاحب نے بڑے فخر کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس مبحث یعنی حضرت علی کی خیالی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے لئے ایک رسالہ آپ نے لکھا ہے جس کا نام موعظہ غدیر ہے۔

جواب ان سب خرافات کا نصیحۃ الشیعہ جلد سوم میں اٹھائیس سال ہوئے شائع ہو چکا ہے جس کا جواب الجواب نہ آج تک ہوا نہ آئندہ ہوگا مگر ع بیجا باش ہر چہ خواہی گو

---

[1] یہ دونوں لفظین خالص فریب ہیں تمام اہل علم جانتے ہیں کہ درمنثور نہ معتبر ہے نہ مشہور یہ کتاب محض جمع روایات کے لئے ہے تنقید بالکل نہیں بعض علماء نے لکھا ہے کہ اسی سبب سے اس کا نام درمنثور ہوا نہ درمنظوم۔ اب حائری صاحب اچھی طرح سن لیں مسلمانوں کے یہاں حقیقی طور پر معتبر صرف ایک کتاب ہے جس کا پیارا نام قرآن مجید ہے۔ اس کے سوا کوئی کتاب ایسی نہیں جس کا ہر حرف واجب التسلیم ہو۔ کتب احادیث میں سب سے اعلیٰ پایہ بخاری و مسلم کا ہے مگر علت معنویہ کی جانچ ان میں بھی ہوئی ہے۔ حدیث کی صحت و سقم جانچنے کیلئے بیسیوں فنون ہمارے یہاں مدون ہیں مگر وہ شخص ان باتوں کو کیا سمجھے جس کے مذہب کی بنیاد طلسم ہوشربا کی حکایات پر ہو [2] بالکل غلط اور جھوٹ ہے دیکھو نصیحۃ الشیعہ ۱۲ [3] ہرگز جمیع امت کا اس پر اتفاق نہیں۔ بلکہ جمیع امت کا اتفاق اس کے خلاف پر ہے ولایت علی بمعنی خلافت بلا فصل کی کبھی تبلیغ خدا کے رسول نے نہیں کی یہ افترا ابن سبا کا ہے ۱۲ [4] نصیحۃ الشیعہ جلد سوم میں یہ بحث صفحہ ۔۔ سے شروع ہو کر صفحہ ۸۸ پر ختم ہوئی ہے دونوں باتیں نہایت عمدہ دلائل قطعیہ سے ثابت کی ہیں اول یہ کہ یہ آیت ہرگز غدیر خم کے روز نازل نہیں ہوئی بلکہ غدیر خم کے واقعہ سے بہت پہلے رات کے وقت نازل ہوئی تھی اور مزید لطف یہ کہ شیعوں کی کتب معتبرہ تفسیر قمی و اصول کافی سے بھی ثابت کر دیا ہے کہ یہ آیت غدیر خم سے نو روز پہلے نازل ہو چکی تھی **دوم** یہ کہ حضرت ابن مسعود پر محض افترا ہے کہ انہوں نے آیت میں حضرت علی کا نام پڑھا اور کہا کہ یہ آیت زمانۂ رسول میں اسی طرح پڑھی جاتی تھی یہ روایت بالکل مجروح ہے۔ اس کی پوری سند بھی معلوم نہیں اور جتنی سند کا پتہ چلا ہے اس میں ابوبکر جیاش ایک ضعیف الحافظہ کثیر الغلط وہمی شخص ہے اور دوسرا شخص عاصم ہے اور معلوم نہیں کون عاصم ہے بعض عاصم نام کے راوی کذاب ہیں اور اس نام کے جتنے راوی ہیں حافظہ سب کا خراب ہے غرضیکہ نہایت مدلل طریقہ سے انہوں نے دونوں باتیں ثابت کر دی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ تفسیر میں اس آیت کی بحث میں یہ سب مضامین مفصل بیان ہوں گے۔

یازدہم آیت رجم کی بابت بھی حائری صاحب کا دعویٰ ہے کہ تحریف کر دی گئی اور اسی درمنثور سے دو روایتیں اور ایک روایت اتقان سے نقل کی ہے۔ جواب اس کا مع شئے زائد النجم کے مناظرہ حصہ[1] اول میں شائع ہو چکا ہے۔

دوازدہم حائری صاحب نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ آیت صلوا علیہ وسلموا تسلیماً کے بعد یہ عبارت بھی تھی وعلی[2] الذین یصلون الصفوف الاول اور اس کے ثبوت میں اتقان اور درمنثور سے ایک روایت نقل کی ہے اور اس پر یہ حاشیہ چڑھایا ہے کہ یہ عبارت حضرت عثمان نے نکال ڈالی۔

جواب یہ ہے کہ اول تو اس روایت کی صحت[3] مسلم نہیں۔ بالفرض صحیح ہو تو اس کا نتیجہ صرف اسقدر ہے کہ یہ عبارت منسوخ ہو گئی تھی۔ مگر جس طرح اور بعض منسوخ التلاوت آیتیں یا تفسیری الفاظ یادداشت کے لئے بعض مصاحف میں لکھے ہوئے تھے اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ حضرت عثمان کے وقت میں جب یہ انتظام ہوا کہ مصحف میں خالص قرآن غیر منسوخ التلاوۃ لکھا جائے تو یہ عبارت خارج کر دی گئی۔

سیزدہم حائری صاحب نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے لو ان ابن آدم الخ بھی قرآن سے نکال ڈالا گیا۔ اور ایک روایت اتقان سے نقل کی ہے۔ اس کے بعد حسب عادت بہت تبختر کے ساتھ لکھا ہے کہ سنی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اس بیچارہ کو روایت کرنے اور قائل ہونے میں کچھ امتیاز نہیں اور لطف یہ کہ یہ روایت بھی تحریف کی نہیں۔ بلکہ نسخ کی

---

[1] خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ اس آیت کا منسوخ التلاوۃ و باقی الحکم ہونا فریقین کو مسلم ہے چنانچہ صفحہ ۳۵ میں تفسیر مجمع البیان شیعہ سے نقل ہو چکا ہے اور حضرت عمر اس آیت کی کتابت مصحف کے حاشیہ یا آخر میں محض یادداشت کے لئے کرنا چاہتے تھے نہ قرآن کے اندر جیسا کہ مسند امام احمد کی روایت میں فی ناحیۃ من المصحف کی لفظ ہے۔ اور علامہ اسفرائنی کی کتاب ناسخ و منسوخ میں علی حاشیۃ المصحف کی لفظ ہے بس اتنا ہی مطلب روایت کا ہے۔ تحریف سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ حائری صاحب نے درمنثور کی روایت کے ترجمہ میں یہاں بھی قابل شرم خیانت کی ہے مگر اب کہاں تک طول دیا جائے ۱۲ [2] اس عبارت کو ملا کر آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے مسلمانو انہیں پر صلوۃ وسلام بھیجو جو (جہاد کی یا نماز کی) صف اول میں پہنچتے ہیں ۱۲ [3] صحت کے مسلم نہ ہونے کی وجہ وہی ہے کہ سند غیر مذکور راوی نامعلوم پھر ایک جماعت محدثین ان تمام روایات کی منکر جیسا کہ سابقاً اتقان سے نقل ہو چکا ۱۲۔

ہے جیسا کہ مناظرہ حصہ[1] اول میں اسکو اچھی طرح ثابت کیا جا چکا ہے۔

چہاردہم تفسیر اتقان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھا کہ ان جاھدو کما جاھدتم اول مرّۃ نازل ہوئی تھی مگر اب ہم اس کو نہیں پاتے عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا جو حصہ قرآن کا ساقط کیا گیا اسی کے ساتھ یہ آیت بھی ساقط کر دی گئی۔ ساقط کرنے کا ترجمہ حائری صاحب نے نکال ڈالنا کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی نسخ تلاوت سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ ساقط کیگئی کا لفظ صاف بتا رہا ہے۔ علاوہ اس کے حضرت عمر کا عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھنا بھی روشن دلیل ہے کہ تحریف مراد ہوتی تو حضرت عمر بے خبر کیسے ہوتے حضرت عمر سے پہلے حضرت صدیق ہی کی خلافت تھی اور جو کچھ ہوتا تھا حضرت عمر کے مشورہ سے ہوتا تھا پھر یہ روایت بھی بوجوہ مذکورۂ بالا ناقابل اعتبار ہے۔

پانزدہم اتقان سے ایک روایت نقل کی ہے مسلمہ بن مخلد انصاری نے یہ عبارت پڑھی ان الذین اٰمنوا وھاجروا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم الا ابشروا انتم المفلحون و الذین اٰووھم ونصروھم وجادلوا عنھم القوم الذین غضب اللہ علیھم اولئک لاتعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ اور کہا کہ یہ دو آیتیں قرآن کی تھیں مصحف میں نہیں لکھی گئیں۔

جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی اگر صحیح مان لی جائے کہ تو حائری صاحب کے مفید مطلب نہیں مصحف میں نہ لکھا جانا دلیل تحریف کیسے بن سکتا ہے جب کہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ

[1] خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس روایت میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے تحریف معلوم ہو بلکہ یہ روایت بھی نسخ سے تعلق رکھتی ہے۔ اتقان کی اسی سینتالیس ویں نوع میں جس سے حائری صاحب نے یہ روایت نقل کی ایک دوسری روایت حضرت ابوموسیٰ اشعری سے منقول ہے جس میں صاف یہ لفظ موجود ہے کہ ثم رفعت یعنی پھر آیتیں اٹھالی گئیں مگر حائری صاحب نے ازراہ خیانت اس روایت کا پتہ بھی نہ دیا اور لطف یہ کہ اس روایت کو آپ کے علمائے شیعہ نے بھی نسخ سے متعلق مانا ہے دیکھو ص۵۴ پر تفسیر مجمع البیان شیعہ کی عبارت حائری صاحب کی خیانتیں چوریاں غلط ترجمے بازاری لاف وگزاف جس قدر اس رسالہ میں ہیں زائد از شمار ہیں افسوس ان حالات پر سلطان المحدثین صدر المفسرین وغیرہ کے خطابات۔

منسوخ التلاوۃ آیتیں مصحف میں نہیں لکھی گئیں۔ ہاں اس کے ساتھ حائری صاحب اس کا منسوخ نہ ہونا بھی اگر ثابت[1] کر دیتے تو البتہ ایک بات تھی۔

شانزدہم وہفدہم وہیژدہم و نوزدہم حائری صاحب نے مولوی حامد حسین وغیرہ کی تقلید کر کے قرآن شریف کی چار[2] آیتوں کا قواعد عربیت کے لحاظ سے غلط ہونا بھی بیان فرمایا ہے اور تین روایتیں درمنثور سے ایک تفسیر کبیر سے ایک معالم التنزیل سے نقل کی ہے۔

[1] مگر حائری صاحب تو بیوقوفوں کو دھوکہ دیکر منسوخ نہ ہونا پہلے ثابت کر چکے ہیں جہاں آپ نے نسخ کی تعریف اور اس کی شرائط بیان کئے ہیں۔ جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ۱۲ [2] قرآن شریف کی آیتوں میں نحوی غلطی نکال کر حائری صاحب نے اپنے علم کا راز فاش کر دیا معلوم ہو گیا کہ حائری صاحب نے نحو کی کتابیں بھی نہیں پڑھیں۔ شعراء عرب کا کلام بھی نہیں پڑھا تفسیریں بھی نہیں دیکھیں اور عقل سے بھی ایسے بے بہرہ ہیں کہ اتنا بھی نہ سمجھے کہ بخیال ان کے قرآن کلام خدا نہ سہی صحابہ کا کلام سہی صحابہ بھی تو عرب خالص تھے ان کے کلام میں نحوی غلطی ناممکن بلکہ زیادہ سے نحو کا قاعدہ ان کی کلام کی مخالفت سے غلط ہو سکتا ہے حائری صاحب کے شاگرد مرزا احمد علی نے بھی اپنے رسالۂ انصاف میں قرآن کی آیتوں کو غلط لکھکر یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایسا کلام تو میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ نعوذ باللہ من ہذیانا تہم وکفریاتہم۔ اب سنئے وہ چار آیتیں کونسی ہیں اور ان میں غلطی کیا بیان کی جاتی ہے اور جواب اس کا کیا ہے۔ حائری صاحب نے چونکہ تقلیداً یہ مضمون لکھا ہے لہٰذا وہ خود نہیں سمجھ سکے اور نہ بیان کر سکے کہ غلطی کیا ہے۔ اب میں اس کو صاف کئے دیتا ہوں۔ **پہلی آیت** سورۂ مائدہ میں ہے ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاریٰ غلطی یہ کہی جاتی ہے کہ الصابئون معطوف ہے اِنَّ کے اسم پر اور اِنَّ کے اسم پر نصب ہوتا ہے لہٰذا الصابئین ہونا چاہئے۔ **جواب** یہ ہے کہ الصابئون اِنَّ کے اسم پر معطوف نہیں ہے بلکہ مبتدا ہے خبر اس کی محذوف ہے لہٰذا الصابئون ہی ہونا چاہئے، تفسیر کشاف ج۱ ص۲۶۷ میں ہے والصابئون رفع علی الابتداء وخبرہ محذوف والنیۃ بہ التاخیر عما فی حیز ان من اسمہا و خبرھا کانہ قیل ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ حکمھم کذا والصابئون کذلک و انشد سیبویہ شاھداً لہ۔ والا فاعلموا انا وانتم ؛ بغاۃ ما بقینا فی شقاق۔ ای فاعلموا انا بغاۃ وانتم کذلک۔ کشاف کا پورا صفحہ تقریباً اسی بحث میں ہے۔ **دوسری آیت** سورۂ نساء میں ہے لکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوۃ والمؤتون الزکوۃ۔ غلطی یہ بیان کی جاتی ہے کہ والمقیمین محل رفع میں ہے لہٰذا والمقیمون ہونا چاہئے تھا جواب یہ ہے کہ والمقیمین محل رفع میں نہیں ہے بلکہ بنابر مدح منصوب ہے۔ علامہ زمخشری جو اس

جواب اس کا مناظرہ حصہ دوم میں ایسا دیا جا چکا کہ اعدائے قرآن اب تک عالم خاموشی میں ہیں ہاں حائری صاحب نے اس مقام میں بھی حسب عادت دو کمال اور کئے ہیں۔ ایک یہ کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳) جو اس فن کے امام ہیں لکھتے ہیں والمقیمین نصب علی المدح لبیان فضل الصلوٰۃ و ھو باب واسع وتدکسرہ سیبویہ علی امثلۃ وشواھد ولا یلتفت الی مازعموا من وقوعہ لحنا فی خط المصحف وربما التفت الیہ من لم ینظر فی الکتاب ولم یعرف مذاھب العرب ومالھم فی النصب علی الاختصاص من الافتنان وغبی علیہ ان السابقین الاولین الذین مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کانوا ابعد ھمۃ فی الغیرۃ علی الاسلام ذب المطاعن عنہ ان یترکوا فی کتاب اللہ ثلمۃ لیسد ھامن بعدھم وخرقا یرفوہ من یلحق بھم دیکھو علامہ نے کیسا جاہل وغبی اور بیعقل بنایا ہے ان لوگوں کو جو اس آیت کو بقاعد نحو غلط کہتے ہیں اور قرآن میں غلطی ہونے کو کس طرح ناممکن کہا ہے۔ تیسری آیت سورۃ طٰہ میں ہے ان ھذان لساحران غلطی یہ کہی جاتی ہے کہ ھذان اسم ان کا ہے اس کو نصب ہونا چاہیئے یعنی ھٰذین ہونا چاہیئے۔ حائری صاحب کو یہ خبر نہیں کہ قرآن شریف میں یہ آیت ہے کس طرح۔ ہماری قرأت میں ان نہیں ہے بلکہ ان لیکون نون البتہ ایک دوسری قرأت میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے ان کا اسم جب تثنیہ ہو تو اس کو الف کے ساتھ بھی اعراب دیتے ہیں۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۸ دیکھو کتنے اشعار عرب نقل کئے ہیں۔ فرا کا قول ہے کہ وذلک وان کان قلیلا اقیس، چوتھی آیت سورۂ منافقون میں ہے فاصدق واکن۔ غلطی یہ بتائی جاتی ہے کہ اکن محل نصب میں ہے اکون ہونا چاہیئے تھا۔ جواب یہ ہے کہ معترض نے علم نحو نہیں پڑھا۔ عطف کبھی لفظ پر ہوتا ہے اور کبھی محل پر ہوتا ہے۔ یہاں محل پر عطف ہے اور محل جزم ہے لہٰذا اکن بالکل صحیح ہے تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۵۴ میں ہے والجزم علی موضع الفاء۔ وانشد سیبویہ ابیاتا کثیرۃ فی الحمل علی الموضع منھا ....

فلسنا بالجبال ولا الحدیدا۔ فنصب الحدید عطفا علی المحل اب رہا یہ کہ جو اقوال بعض صحابہ کے ان آیات کے غلط ہونے کے متعلق نقل کئے ہیں وہ اقوال جعلی ہیں۔ بڑے بڑے محدثین و مفسرین نے ان روایات کو جعلی مانا ہے چنانچہ علامہ سیوطی نے بھی ان روایات کے خلاف عقل و نقل ہونے کی تصریح اتقان میں کی ہے۔ مناظرہ حصہ دوم میں ہم نے وہ اقوال نقل کئے ہیں اور تفسیر کبیر کی عبارت آئندہ حاشیہ میں نقل ہوگی ۱۲۔

تفسیر کبیر کی عبارت نقل کرنے میں خیانت کی[1]۔ دوسرے یہ کہ بالکل جھوٹ لکھ دیا کہ امام رازی نے کبیر میں اور امام بغوی نے معالم میں ان آیتوں کا غلط ہونا تسلیم کر لیا[2]۔ اگر حائری صاحب معالم میں یہ مضمون دکھا دیں تو جس قدر انعام مانگیں دیا جائے گا۔ نعوذ باللہ من شرور الانفس

لستم دعائے قنوت کے متعلق تو خاص قسم کی دلیری حائری صاحب نے کی ہے۔ فرماتے ہیں "تفسیر اتقان میں امام سیوطی اور کتاب ناسخ و منسوخ[3] میں حسین بن منادی نے لکھا ہے وما رفع رسمہ من القرآن ولم یرفع من القلوب حفظہ سورتا القنوت فی الوتر وتسمی سورتی الخلع والحفد انتہی یعنی منجملہ ان سورتوں اور آیتوں کے جن کے نقوش قرآن سے اٹھائے گئے ہیں لیکن ان کی یاد دلوں سے نہیں گئی وہ دو سورتیں ہیں جو قنوت وتر میں پڑھے جاتے تھے اور سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد کے نام سے یاد کئے جاتے تھے مگر

---

[1] تفسیر کبیر میں حائری صاحب کی منقولہ روایت کے بعد ہی علی الاتصال اس کا رد بھی موجود ہے حائری صاحب نے روایت تو نقل کر دی مگر اس کا رد نہ نقل کیا یہ تو خیانت ہوئی اور امام رازی کو تسلیم کرنے والا اس روایت کا بنایا یہ جھوٹ ہوا۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس روایت کا غلط ہونا بہت دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ان المسلمین اجمعوا علی ان ما بین الدفتین کلام اللہ تعالیٰ وکلام اللہ تعالیٰ لا یجوز ان یکون لحنا وغلطا فثبت فساد ما نقل عن عثمان وعائشۃ رضی اللہ عنہما ان فیہ لحنا وغلطا وثالثھا قال ابن الانباری ان الصحابۃ ھم الائمۃ والقدوۃ فلو وجدوا فی المصحف لحنا لما فوضوا اصلاحہ الی غیرھم من بعدھم یعنی مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ دو دفتیوں کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں غلطی ناممکن ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے جو روایت منقول ہے وہ غلط ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ابن الانباری نے کہا ہے کہ صحابہ تو عام امت کے پیشوا اور مقتدا ہیں اگر وہ مصحف میں کوئی غلطی دیکھتے تو ہرگز اسکی اصلاح اپنے بعد کسی اور کے سپرد نہ کرتے۔ اس کے بعد امام موصوف نے ائمہ نحو سے ان الفاظ قرآنی کا صحیح ہونا نقل کیا ہے اور شہادت میں اشعار عرب پیش کئے ہیں[2] بلکہ معالم کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ امام بغوی بھی اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتے اول تو روی بصیغہ مجہول کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے اور صیغہ مجہول اکثر تضعیف کے لئے آتا ہے دوم اس روایت کے بعد لکھا ہے وعامۃ الصحابۃ واھل العلم علی انہ صحیح یعنی اکثر صحابہ اور تمام اہل علم کا قول ہے کہ یہ الفاظ صحیح ہیں[3] یہ حائری صاحب کی عربی دانی ہے کہ ناسخ پر الف لام نہیں لائے ۱۲ اللہ اکبر حائری صاحب اس بے خبری پر رد اہلسنت کرنے بیٹھے ہیں حضرت یہ دونوں سورتیں دعائے قنوت اب بھی پڑھے جاتے ہیں ۱۲۔

اس وقت[۱] حضرت عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن میں ان کا نشان تک نہیں پایا جاتا۔ خاص دلیری یہ ہے کہ خود ہی کتاب ناسخ و منسوخ سے نقل کرتے ہیں پھر جو عبارت نقل کرتے ہیں اس میں رفع رسمہ من القرآن موجود ہے پھر ترجمہ میں بھی خود لکھتے ہیں کہ نقوش قرآن سے اٹھا لئے گئے۔ باوجود ان سب باتوں کے جو نسخ تلاوت کی واضح تصریحات ہیں تحریف کہہ رہے ہیں ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

بست و یکم بستان المذاہب مصنفہ مرزا محمد محسن کشمیری سے شیعوں کی تصنیف کی ہوئی سورۂ نورین نقل کی ہے اور بہت خوش ہو کر لکھا ہے کہ یہ مکمل سورۃ قرآن سے نکال دی گئی۔ اس میں کئی جگہ علی علیہ السلام کا نام ہے۔

جواب اس کا انجمن دائرۃ الاصلاح لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا۔ لیکن اتنا میں بھی کہوں گا کہ عداوت قرآن نے حائری صاحب کو ایسا مختل کر دیا ہے کہ وہ طلسم ہوشربا سے استدلال کریں تو کچھ تعجب نہیں۔

نمبر ہفتم کے آخر میں حائری صاحب نے از روئے ترتیب بھی قرآن شریف کے محرف ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور چار پانچ سورتوں کے متعلق تفسیر کبیر و درمنثور سے نقل کیا ہے کہ مکی سورتوں میں کچھ آیتیں مدنی اور مدنی سورتوں میں کچھ آیتیں مکی ہیں اور حسب عادت جبلّی جا بجا ترجمہ میں خیانت اور جاہلانہ تمسخر بھی کیا ہے اور فریب بھی کیا ہے اور لکھا ہے "کہ جس طرح ترتیب وار آیتیں نازل ہوئی تھیں اسی طرح جمع بھی کیا جانا چاہیئے تھا۔ مگر قربان جائیے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان کی اس جدت کے کہ وہ خلافِ تنزیلِ آیات کو ترتیب دیکر قرآن جمع کر گئے" الیٰ آخر ما تفوہ دبکلمات سخیفۃ محرفۃ۔

---

[۱] یہ جملہ حائری صاحب نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے اور بلا امتیاز بڑھایا ہے کیا یہ دغا و فریب نہیں ہے حائری صاحب نے بکثرت یہ کارروائی کی ہے۔

۲۲ رجب کے کونڈوں کی حقیقت طبع ہو چکی ہے
علمائے اہلسنت والجماعت کے متفقہ فتووں کی روشنی میں
قیمت ۷۵ پیسے

الجواب بعون الملک الوہاب

ترتیب قرآن کے مسئلہ کو ذرا مفصل لکھا جاتا ہے کیونکہ جاہلوں کو طرح طرح دھوکے دیکر ان کا ایمان برباد کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے دیکھو خرابی ترتیب تو تمہاری کتابوں سے بھی ثابت ہے۔ سورۂ اقرأ سب سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ آج دیکھو آخری پارہ میں ہے۔ حالانکہ یہ محض فریب ہے خرابی ترتیب کا یہ مطلب نہیں کہ نزول کے خلاف ہو جائے۔ بلکہ خرابی ترتیب یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت یا آپ کی ترتیب و تعلیم کے خلاف[۱] ہو جائے۔

پس واضح ہو کہ قرآن شریف میں ترتیب کے چار مدارج ہیں **اوّل** سورتوں کی ترتیب کہ پہلے سورۃ فاتحہ ہے پھر سورۂ بقرہ، پھر آل عمران الخ **دوم** آیتوں کی ترتیب یعنی سورتوں کے اندر جو آیتیں ہیں ان کی تقدیم و تاخیر مثلاً سورۂ فاتحہ میں پہلے الرحمٰن الرحیم ہے اس کے بعد مالک یوم الدین ہے۔ ممکن ہے اس کے برعکس یوں ہو مالک یوم الدین، الرحمٰن الرحیم۔ **سوم** کلمات کی ترتیب یعنی آیتوں کے اندر جو الفاظ ہیں ان کی تقدیم و تاخیر مثلاً سورۂ فاتحہ میں الحمد للہ ہے یا للہ الحمد **چہارم** حروف کی ترتیب یعنی کلمات کے اندر جو حروف ہیں ان کی تقدیم و تاخیر مثلاً سورہ فاتحہ میں الحمد للہ ہے یا المدح للہ۔ حمد اور مدح میں صرف حروف کی ترتیب کا فرق ہے **شیعہ** قرآن شریف کو چاروں قسم کی خرابی ترتیب سے ملوث کہتے ہیں۔ پہلی تینوں قسم کی خرابی ترتیب کی تصریح ص۳۴ پر فصل الخطاب سے نقل کی جا چکی ہے کہ وھو مخالف لھذا القرآن الموجود من حیث التالیف وترتیب السور والآیات بل الکلمات ایضاً یعنی حضرت علی کا جمع کیا ہوا قرآن سورتوں اور آیتوں بلکہ لفظوں کی تالیف و ترتیب کے لحاظ سے بھی اس قرآن موجودہ کے خلاف ہے۔ چوتھی قسم کی خرابی ترتیب کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔

---

[۱] یہ بات کچھ قرآن شریف کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر کتاب کی خرابی ترتیب کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف کی ترتیب یا مرضی کے خلاف ہو جائے ترتیب تصنیف اور چیز ہے اور ترتیب جمع اور۔ پھر کبھی دونوں ترتیبیں متحد ہو جاتی ہیں کبھی نہیں ۱۲۔

اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن شریف ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے اس کی ترتیب بھی محرف نہیں ہے جو اس کو کسی قسم کی تحریف سے ملوث کہتا ہے وہ خود اپنی زبان اور دل و دماغ کو کفر کی نجاست سے ملوث کرتا ہے۔

آخری تینوں قسم کی ترتیب کے متعلق تو سب کا اجماع[1] ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہیں ایک قول یا ایک روایت بھی اس کے خلاف نہیں۔ قسم اول یعنی سورتوں کی ترتیب کے متعلق البتہ کچھ اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ صحابہ نے دی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ترتیب بھی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے محققین اسی طرف ہیں۔ اگر درحقیقت یہ ترتیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی نہ ہو تب بھی کچھ خرابی لازم نہیں آتی مقصود متکلم نہیں بدلتا کیونکہ ہر سورت جداگانہ مستقل چیز ہے پہلے آل عمران ہوتی تو، اور اب پہلے سورۂ بقرہ ہے تو، پہلے قل اعوذ برب الناس ہوتی تو اور اب پہلے قل اعوذ برب الفلق ہے تو مقصود کلام میں کیا فرق آسکتا ہے۔

مگر تحقیق یہ ہے کہ یہ اختلاف محض نزاع[2] لفظی ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب نہیں دی ان کا مطلب یہ ہے کہ آیتوں کی طرح آپ نے سورتوں کو ترتیب کے ساتھ نہیں لکھوایا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ ترتیب آپ کی دی ہوئی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ ترتیب آپ کی تلاوت

---

[1] علامہ سیوطی اتقان کی آٹھویں نوع میں لکھتے ہیں الاجماع والنصوص المترادفة علی ان ترتیب الآیات توقیفی لاشبهة فی ذلک اما الاجماع فنقله غیر واحد منهم الزرکشی فی البرهان وابوجعفر بن الزبیر فی مناسبة وعبارته ترتیب الآیات فی سورها واقع بتوقیفه صلی اللہ علیه وسلم وامره من غیر خلاف فی ذلک بین المسلمین انتهی وسیأتی من نصوص العلماء ما یدل علیه اس کے بعد ایک ذخیرہ روایات صحیحہ کا اس کی شہادت میں پیش کر کے لکھا ہے فبلغ ذلک مبلغ التواتر اس کے بعد لکھا ہے وقال القاضی ابوبکر ترتیب الآیات امر واجب وحکم لازم فقد کان جبرئیل یقول ضعوا آیة کذا فی موضع کذا وقال ایضاً الذی نذهب الیه ان جمیع القرآن الذی انزل اللہ وامر باثبات رسمه ولم ینسخه ولا رفع تلاوته بعد نزوله هو هذا الذی مابین الدفتین الذی حواه مصحف عثمان وانه لم ینقص عنه شیٔ ولا زید فیه وان ترتیبه ونظمه ثابت علی مانظمه اللہ تعالیٰ ورتبه علیه رسوله من آی السور لم یقدم من ذلک مؤخر ولا اخر منه مقدم وان الامة ضبطت عن النبی صلی اللہ علیه وسلم ترتیب آی کل سورة ومواضعها وعرفت مواقعها کما ضبطت عنه نفس القرآن وذات التلاوة پھر اسی قسم کے (باقی اگلے صفحہ پر)

کے مطابق ہے۔ الحاصل اہل سنت کے نزدیک سورتوں کی ترتیب بھی من جانب اللہ ہے اور عقل سلیم اور واقعات فطریہ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ کلمات اور حروف کی ترتیب تو نزول ہی کے مطابق ہے اور آیتوں اور سورتوں کی ترتیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بوحی الٰہی نزول کے خلاف دی ہے۔ تفسیر اتقان کی اٹھارویں نوع دیکھو جو خاص جمع و ترتیب قرآن کے متعلق ہے تو معلوم ہوا کہ اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے اور اس عقیدہ پر کیسے محکم دلائل قائم ہیں۔

نمبر ہشتم چند باتیں اس موعظہ تحریف میں اور باقی رہ گئی ہیں ان کا بھی مختصر حال بترتیب عرض کیا جاتا ہے

اول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر قرآن جلانے کا الزام۔[3] یہ طعن ایک پرانا فرسودہ طعن ہے جس کے ایسے نفیس اور شافی جوابات دیئے جا چکے ہیں کہ مخالفوں کو ان کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ علامہ ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغہ مطبوعہ ایران میں لکھتے ہیں قد اجاب الناصرون لعثمان عن هذه الاحداث باجوبة متحسنة وهی مذکورة فی المطولات یعنی عثمان کے طرفداروں نے ان اعتراضات کے عمدہ جوابات دیئے ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ نصیحت الشیعہ میں بھی اس طعن کا جواب جلد دوم ص ۶۴ پر موجود ہے۔ النجم میں بھی نہایت مبسوط و مفصل جواب دیا جا چکا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بہت سے اقوال ائمہ کرام و علمائے عظام کے نقل کیے ہیں مثلاً امام مالک و امام بغوی و ابن حصار وغیرہم کے جو قابل دید ہیں ابن حصار کے قول کا آخری جملہ یہ ہے وقد حصل الیقین من النقل المتواتر بهذا الترتیب من تلاوة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ومما اجمع الصحابة علی وضعه هکذا فی المصحف ۱۲ ص ۶۲

[2] اتقان کی اٹھارویں نوع میں ترتیب سور کے متعلق اختلاف نقل کر کے لکھا ہے قال الزرکشی فی البرهان والخلاف بین الفریقین لفظی لان القائل بالثانی یقول انه رمز الیهم ذلک لعلمهم باسباب نزوله ومواقع کلماته ولهذا قال مالک انما الفوا القرآن علی ما کانوا یسمعونه من النبی صلی اللہ علیه وسلم مع قوله بان ترتیب السور باجتهاد منهم فآل الخلاف الی انه هل هو بتوقیف قولی او بمجرد اسناد فعلی بحیث یبقی لهم فیه مجال للنظر ۱۲

[3] حاصل ان جوابات کا یہ ہے کہ اول تو روایت میں جو لفظ ہے محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ یحرق بجائے حطی ہے جس کے معنی جلانے کے ہیں یا یخرق بجائے معجمہ جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں۔ دوسرے جن کتب میں یہ واقعہ مذکور ہے اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ بعض صحابہ نے یادداشت کے لئے تفسیری الفاظ یا منسوخ التلاوة

مگر شیعہ بڑے باحیا ہیں کہ ان عمدہ جوابات کو رد کئے بغیر پھر اسی اعتراض کو زبان پر لاتے ہیں۔

دوم ولید بن عبدالملک کا قرآن شریف پر تیر زنی کرنا تاریخ الخلفاء سے نقل کیا ہے اور پھر خود ہی تاریخ الخلفاء سے یہ عبارت بھی نقل کی ہے وفسق ولم یخف من الاثام اور خود ہی اس کا ترجمہ یہ کیا ہے اس نے فسق کیا اور گناہوں سے نہ ڈرا اور اس کے بعد لکھا ہے کہ قرآن کو تیروں سے غربال کر دینے کے بعد سنیوں کے خلیفہ کا ایمان ویسے کا ویسا ہی رہا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ سیوطی نے یہ واقعہ تیر زنی کا مناقب ولید میں ذکر کیا ہے۔ **جواب** اس کا سوا اس کے کیا دیا جائے کہ اللہ اس شخص کے حال پر رحم کرے۔ سیوطی نہیں بلکہ کسی سنی نے بھی اس واقعہ کو مناقب ولید میں ذکر کیا ہو۔ حائری صاحب دکھلا دیں۔ ایک ہزار روپیہ انعام اسیوقت اس ناچیز سے لے لیں۔ نیز کسی نے یہی لکھا ہو کہ ولید کا ایمان اس واقعہ کے بعد بھی ویسا ہی رہا اس کے دکھلا دینے پر بھی وہی انعام۔ غضب ہے کہ خود ہی فسق ولم یخف من الاثام نقل کریں اور پھر یہ لکھیں

عداوت قرآن کریم نے بالکل مختل الحواس کر دیا۔ باقی رہا یہ کہ پھر ولید کو خلفاء میں کیوں شمار کیا تو یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ خلیفہ ظالم بھی ہوتا ہے عادل بھی۔ شیعہ سنی دونوں کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے۔ پھر خلافت عادلہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ راشدہ جیسے خلفاء اربعہ کی خلافت۔ عادلہ جیسے حضرت معاویہؓ کی خلافت۔ راشدہ کی بھی دو قسمیں ہیں خاصہ جیسے شیخین کی خلافت۔ غیر خاصہ جیسے ختنین کی خلافت۔ **سوم** قرآن شریف کے خون یا پیشاب سے لکھنے کا الزام۔ چند روز سے یہ اعتراض شیعوں نے نکالا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی کی نکسیر جاری ہو جائے اور کسی طرح نہ رکے تو ظاہر ہے کہ وہ مر جائے گا اور سورۂ فاتحہ میں یہ تاثیر ہے کہ نکسیر کے خون سے نکسیر زدہ کی پیشانی پر لکھدی جائے تو فوراً خون بند ہو جاتا ہے۔ ابو بکر اسکاف علمائے حنفیہ میں سے ایک شخص ہیں ان سے ایک شخص نے اس کا مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا انسان کی جان بچانے کے لئے خون کیا پیشاب سے لکھنا بھی جائز ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں سے خود حائری صاحب نے یہ عبارت نقل کی ہے کہ فلا یرقی دمہ اور خود ہی اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "جس کی نکسیر پھوٹے اور خون نہ تھمے" اب بتایئے کیا اس پر کوئی عقلمند اعتراض کر سکتا ہے۔ انسان کی جان بچانا

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۹) آیتیں اپنے مصحف میں لکھ لی تھیں صرف ان کو پھاڑا یا جلا یا گیا کیونکہ وہ مصحف رہ جاتے تو آئندہ نسلوں کے اشتباہ کا اندیشہ تھا پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن نہیں جلایا بلکہ وہ چیز جلائی جو ہمارے ایمان میں خلل انداز ہوتی جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا ۱۲

تو ایسا ضروری فرض ہے کہ اس کے لئے سور کا گوشت کھا لینا بلکہ کلمۂ شرک کا زبان سے کہدینا قرآن کریم میں صراحتاً جائز کیا ہے۔ قولہ تعالیٰ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔[1] آیتہ کا خون سے لکھنا اگر توہین قرآن ہے تو کلمۂ شرک کا کہنا خدا کی توہین ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ نیت توہین کی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ جان بچانے کی نیت دونوں جگہ ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ نکسیر والے معاملہ میں قرآن شریف کی عظمت و قوت تاثیر بھی ملحوظ ہے لہذا اس کا جواز تو بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے۔ ایسی ضرورت کے وقت میں کسی چیز کی اجازت دینا اگر موجب طعن یا اس کے تمسخر کا ذریعہ بن سکتا ہے کہ "خون اور پیشاب جیسی ناپاک چیز سے لکھنے کے جائز ہونے کا فتویٰ جو مذہب دے رہا ہو تو یقیناً یہ طعن و تمسخر قرآن کریم کے ساتھ ہوگا کہ کیوں سور کا گوشت کھانے یا کلمۂ شرک بکنے کی اجازت دی لاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ یہ فتویٰ تمام اہل سنت کیا معنی۔ مذہب حنفیہ کا بھی نہیں ہے نہ امام اعظم کا قول ہے نہ ان کے شاگردوں کا۔ نہ تخریجات فقہاء میں سے ہے صرف ابو بکر اسکاف کی ایک رائے ہے۔ ابو بکر اسکاف علماء میں سے ایک عالم ہیں ان کی رائے کو مذہب کہنا سخت فریب ہے۔

حائری صاحب ہر فن مولا ہیں۔ تفسیر و حدیث و عربیت میں تو آپ کا کمال ظاہر ہو چکا اب فقہ میں بھی آپ نے دخل دیا۔ اور فقہ بھی کون امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ جو ام الفقہ ہے۔[2]

لقد قال ابن ادریس مقالا   صحیح النقل فی حکم لطیفہ

بان الناس فی الفقہ عیال   علی فقہ الامام ابی حنیفہ

حضرت آپ کو خبر نہیں فقہ حنفی اور مذہب حنفیہ ان مسائل کو کہتے ہیں جو ظاہر الروایۃ میں مذکور ہوں یعنی امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد کی ان چھ کتب میں جامع صغیر۔ جامع کبیر

[1] ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ جس شخص کا دل ایمان پر قائم ہو وہ بحالت اکراہ و جبر کلمۂ کفر و شرک زبان سے کہہ سکتا ہے شیعوں نے اس آیت سے تقیہ ثابت کرنا چاہا ہے حالانکہ شیعوں کا تقیہ اس آیت سے ثابت نہیں ہو سکتا چنانچہ خاتمہ کتاب ہذا میں معلوم ہوگا۔

[2] یہ اشعار درمختار میں حضرت عبداللہ بن مبارک امام المحدثین سے منقول ہیں۔ ترجمہ بتحقیق ابن ادریس یعنی امام شافعی نے فرمایا جس کی نقل ان سے صحیح ہے اور لطیف حکمت کی بات ہے کہ سب لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کی فقہ کے تربیت یافتہ ہیں ۱۲

سیر صغیر[۳]، سیر کبیر[۴]، مبسوط[۵]، زیادات[۶] خود امام محمد کی ان چھ کتب میں مسائل بھی مذہب حنفی نہیں کہے جاتے بلکہ ان کو نوادر کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں کیونکہ ان کتب کی روایات امام محمد سے متواتر نہیں ہیں اصل مذہب کے بعد تخریجات مشائخ کا رتبہ ہے کسی ایک عالم کی رائے نہ کبھی مذہب میں شمار ہوئی نہ ہوسکتی ہے گو وہ رائے کیسی ہی بے عیب کیسی ہی مدلل اور واجب القبول کیوں نہ ہو۔

چہارم شیعہ چونکہ تحریف قرآن کے معتقد ہیں اور حائری صاحب جانتے ہیں کہ ان کے اس کہدینے سے کہ شیعہ تحریف کے قائل نہیں سوا اس کے جھوٹ بولنے کا جو کچھ ثواب عظیم ان کے مذہب میں ہے وہ ان کے نامۂ اعمال میں لکھ لیا جائے اور کچھ نتیجہ نہیں ہوسکتا لہذا خدا نے قرآن شریف میں جو فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون[۱] اس آیت کا مطلب بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی پھر سبحان اللہ کیسا عمدہ مطلب بیان کیا ہے کہ ابن سبا یا زرارہ صاحب ہوتے تو قدر کرتے۔

صفحہ ۴۵ لغایت ۴۸ تک اس مطلب کو آپ نے لکھا ہے۔ دو باتیں زیب رقم کی ہیں۔

ایک یہ کہ ذکر سے مراد ذات مبارک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے خدا نے آپ کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے نہ کہ قرآن کی حفاظت کا۔ ذکر سے رسول کے مراد ہونے پر آپ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ[۲] حالانکہ اس آیت میں بھی ذکر سے مراد قرآن شریف ہے اور رسولاً بغیر حرف عطف بقاعدۂ تعداد آیا ہے اہل عرب بولتے ہیں اِسْتَوَيْتُ الْيَوْمَ دَارًا بَابًا طَاجًا رِدْيَةً دیکھو مختصر معانی۔ غرضیکہ ذکر سے مراد قطعاً قرآن مجید ہے اور تنزیل یا انزال کتاب ہی کے لئے ہوسکتا ہے نبی و رسول کے لیے ارسال اور بعث کی لفظ ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر ذکر سے مراد قرآن ہو تو بھی اس قرآن کی حفاظت مراد نہیں بلکہ اس قرآن کی حفاظت مراد ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔ حائری صاحب سے کہنا چاہیئے کہ حضرت نَزَّلْنَا کے بعد حفاظت کا وعدہ ہے جو صاف دلیل اس کی ہے کہ قرآن منزل کی حفاظت کا وعدہ ہے پھر لوح محفوظ کی حفاظت کے وعدے سے فائدہ کیا۔ لوح محفوظ میں تحریف ہوسکنے کا شبہ کس کو ہوسکتا ہے۔

[۱] ترجمہ بہ تحقیق ہم نے نازل کیا ہے اس نصیحت یعنی قرآن کو اور ہم یقیناً اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔ [۲] ترجمہ بہ تحقیق نازل کیا ہے اللہ نے تمہاری طرف ذکر اور ایک رسول جو تلاوت کرتا ہے تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں جو واضح ہیں ۱۲۔

پھر لوح محفوظ میں تو توراۃ وانجیل بھی محفوظ ہے۔ قرآن کی تخصیص کیا۔ حائری صاحب نے یہاں اپنے امام غائب کے قرآن کا ذکر نہ کیا۔ دوسرے شیعہ تو یہی کہتے ہیں کہ خدا نے وعدہ اسی غار والے قرآن کی حفاظت کا کیا ہے۔ شیعوں کے امام المناظرین مولوی حامد حسین استقصاء الافحام جلد اول ص۲۴ میں لکھتے ہیں "دراصل قرآن کما انزل نزد حافظان شریعت موجود است"

ایڈیٹران الشمس نے بھی آیت مذکورہ کا یہی مطلب بیان کرکے وعدۂ حفاظت قرآن سے انکار کیا تھا اور غالباً حائری صاحب نے انہیں سے یہ مضمون لیا ہے۔ اس کا جواب النجم کے مناظرہ حصہ دوم میں نہایت بسط وتفصیل سے دیا گیا جس کا جواب الجواب حیا داروں نے کچھ نہ دیا اور بے حیاؤں کو منہ دکھانے میں کچھ باک نہیں۔ اس جواب میں تفاسیر اہلسنت[۱] وشیعہ دونوں سے ثابت کردیا گیا کہ ذکر سے مراد اس آیت میں قرآن ہے اور اسی قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہر قسم کی تحریف سے اس آیت میں کیا گیا ہے۔ خاصکر شیعوں کی تفسیر مجمع البیان اور عبارت مناظرہ حصہ دوم صفحہ ۴۹ میں قابل ملاحظہ ہے۔ یہ تفسیر مجمع البیان وہ ہے جس سے حائری صاحب نے اسی رسالہ میں استناد کیا ہے وہذہ عبارتہ ثم[۲] زاد سبحانہ فی البیان فقال انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون عن الزیادۃ والنقصان والتحریف والتغییر۔ عن قتادۃ وابن عباس ومثلہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وقیل معناہ نتکفل بحفظہ الی اٰخر الدھر فتنقلہ الامۃ فتحفظہ عصراً بعد عصر الی یوم القیامۃ الحجۃ بہ علی الجماعۃ من کل من لزمتہ دعوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ

حائری صاحب خیانت اور فقدان دیانت اور علوم عربیہ وفنون الٰہیہ سے اجنبیت کاملہ کے علاوہ آپکی نظر خود اپنی کتب پر بھی نہیں ہے آپ کو تصنیف وتالیف کی اجازت کس نے دی۔ یہ کئی سطروں کے خطاب کس نے دیئے اس شخص کا نام تو بتایئے! اور اس سے زیادہ کیا کہا جائے کہ

[۱] تمام مفسرین نے اس آیت کو بھی معجزات قرآن میں شمار کیا ہے۔ مناظرہ حصہ دوم میں بکثرت تفاسیر اہلسنت کی عبارات نقل کی گئی ہیں ۱۲ [۲] ترجمہ پھر اللہ نے اور زیادہ وضاحت کرکے فرمایا کہ ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم کمی بیشی تحریف تبدیل سے حفاظت کریں گے۔ قتادہ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ یہی مضمون اس آیت میں ہے لا یاتیہ الباطل الخ اور کہا گیا ہے کہ حفاظت قرآن کے معنی یہ ہیں کہ قیامت تک اس کو محفوظ رکھیں گے اُمت نسلاً بعد نسل اسکو نقل کریگی اسکو حفظ کریگی تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجت قیامت تک قائم رہے ۱۲۔

آپ نے شیعوں کے منصب اجتہاد کو ذلیل کر دیا ؎ درکفر ہم ثابت نہ زنار را رسوا مکن۔

پنجم آخر میں حائری صاحب نے انہیں چار علمائے شیعہ کے اقوال پیش کئے ہیں جن کی ہم بابت بحث اول میں لکھ چکے ہیں کہ وہ ازراہ تقیہ منکر تحریف ہو گئے ہیں اور ان چار اشخاص کے اقوال چھ کتابوں سے نقل کئے ہیں جن میں چھٹی کتاب خود آپ کی تصنیف ہے کیوں نہ ہو آپ بھی تو مصنف ہیں۔ ان چار اشخاص کے اقوال پر جو اعتراضات خود علمائے شیعہ نے کئے ہیں ان کا کچھ جواب نہیں۔ زائد از دو ہزار روایات تحریف کا کچھ جواب نہیں اور کیا جواب دے سکتے ہیں جبکہ انکے علما لکھ چکے کہ ان روایات کے بے اعتبار قرار دینے سے تمام فن حدیث ہمارا خاک میں مل جائے گا مسئلہ امامت بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ پھر ان زائد از دو ہزار روایات ائمہ معصومین کے مقابلہ میں کوئی ایک حدیث کسی امام کی حائری صاحب پیش کر دیتے۔ یہ بھی نہ کیا نہ اب کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ سب لکھنا ان کا ابلہ فریبی کے سوا اور کسی لقب کا مستحق نہیں۔

ششم حائری صاحب اسی سلسلہ میں اپنے رسالے کے صفحہ ۶۶ پر آپنے یہ بھی لکھا ہے کہ شیعہ مطلق تحریف کے قائل نہیں ہیں جن دو ایک شیعہ علماء نے تحریف قرآن کا ذکر کیا بھی ہے اولاً تو وہ نقل روایت ہے نہ اظہار عقیدہ" پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ عموماً اخباری مذہب کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور جس طرح اخباریوں اور اصولیوں میں مسئلہ تقلید کے متعلق اختلاف ہے اسی طرح تحریف قرآن کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ اخباری تحریف کے قائل ہیں۔ اصولی قائل نہیں۔ انتہیٰ ملخصاً۔ سب سے پہلے تو قابل داد یہ بات ہے کہ کس بیباکی کے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے کہ شیعہ مطلق تحریف کے قائل نہیں پھر تناقض بھی قابل تماشا ہے کہ آگے چل کر اول تو صرف نقل روایت کا اقرار کیا۔ پھر اعتقاد کا بھی اقرار کر لیا کہ اخباری شیعہ قائل تحریف ہیں۔

کذب و تناقض کی شکایت تو کسی شیعہ سے کرنا بے جا ہے۔ بقول قائل رحمۃ اللہ تعالیٰ ؎

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا　　تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

البتہ حائری صاحب سے اس کا جواب لینا چاہیئے کہ قرآن پر ایمان رکھنا تمہارے یہاں ضرورت دین سے ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اخباریوں کو کافر کہو اور ان کو اپنے مذہب سے خارج کرو ان کی کتابوں کو بنیاد مذہب نہ بناؤ۔ دیکھیں تمہارے مذہب میں رہ کیا جاتا ہے اور اگر ایمان بالقرآن

ضروریات دین سے نہیں ہے تو تم نے شیعوں کا قرآن پر ایمان نہ ہونے اقرار کر لیا۔

حائری صاحب نے جاہلوں اور بے وقوفوں کو اخباری اصولی کا فرق ذکر کر کے خوب سمجھایا سننے والوں کو کیا خبر کہ اخباری اصولی دونوں شیعہ ہیں دونوں میں کچھ جزئی اختلافات ہیں نہ اصولی جیسے بلا تشبیہ ہمارے یہاں کے محدثین و فقہاء بالکل ایسا ہی ہے۔ محدثین کو شیعہ اخباری کہتے ہیں اور فقہاء کو اصولی۔

حائری صاحب یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں شیعوں کا قائل تحریف ہونا کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا۔ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ایمان بالقرآن اسوقت حاصل ہوگا جب اہل سنت کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانو قرآن شریف کے ناقلین اولین یعنی صحابہ کرام کو دین دار دین کا جاں نثار راست گفتار مانو۔ تحریف قرآن کی تمام روایات کو اور جس مذہب نے ان روایات کو تصنیف کیا اس کو خیرباد کہو اور قائلین تحریف کو کافر اکفر دشمن دین الٰہی جانو!

حائری صاحب جھوٹ بول کر اگر حق پر پردہ پڑ سکتا ہوتا تو یقیناً اب تک ابلیس اور ذریات ابلیس نے خدائے واحد کی پرستش دنیا سے موقوف کرا دی ہوتی۔

ہفتم ختم رسالہ پر حائری صاحب نے "آریہ دوستوں سے خطاب" کا عنوان بھی قائم کیا ہے۔ بیشک آریوں سے آپ کی دوستی ہونا بھی چاہیئے الکفر ملۃ واحدۃ اہل اسلام سے دشمنی اور کفار سے دوستی آپ لوگوں کا قدیم شیوہ ہے، مبارک رہے۔

ہشتم حائری صاحب نے مصحف فاطمہ و کتاب علی کی بحث پر بھی خامہ فرسائی کی ہے جس کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ آپ ایک لفظ بھی صحیح نہیں کہنا چاہتے۔ کھلا ہوا فریب تو یہ ہے کہ آپ کتاب علی کو قرآن علی کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ کتاب علی ایک دوسری چیز ہے۔ دوسرا صریح فریب یہ ہے کہ مصحف فاطمہ سے قرآن مراد لیتے ہیں حالانکہ مصحف فاطمہ بھی قرآن سے الگ ایک چیز ہے جس کی بابت آپ کے امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ وہ قرآن سے تگنا ہے اور اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔ دیکھو اصول کافی۔

نہم حدیث ثقلین کی بحث بھی محض بے تعلق آپ نے چھیڑ دی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ تفسیر آیات سے فارغ ہو کر جب النجم میں سلسلہ شرح احادیث شروع ہوگا تو سب سے پہلے حدیث ثقلین پر مستقل رسال

لکھ کر تمام دنیا کو دکھلا دیا جائیگا کہ شیعوں نے کس قدر مغالطہ اس حدیث میں دیا ہے اور یہ کہ شیعہ جس طرح اہل بیت رسول و آل رسول سے ناواقف اور منحرف ہیں اسی طرح ثقلین کو بھی نہیں جانتے

دہم حائری صاحب کو رسالہ موعظہ تحریف لکھتے وقت خود بھی یہ کھٹکا تھا کہ لوگ میری چوریاں اور خیانتیں پکڑیں گے مثل مشہور ہے کہ چور کی داڑھی میں تنکا چنانچہ رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۵۱ پر لکھتے ہیں " یہ میری گذارش ضرور یاد رکھیں کہ میری اس تقریر کے بعد اہل سنت میں نہایت عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگا ۔ غیر معمولی نقل وحرکت بھی پیدا ہوگی عوام کو دھوکہ دینے کی غرض سے یہ کیا جائے گا کہ یہ سنیوں کی کتابیں نہیں ہیں سیاق وسباق چھوڑ کر درمیان کی عبارت پڑھ کر سنادی گئی ہے ۔ ان آیتوں میں تنسیخ وارد ہوئی ہے غرض کہ جو جو کارروائیاں آپ نے کی ہیں سب کا ڈر آپ کو لگا ہوا تھا ۔ مگر شاید یہ خیال بھی تھا کہ ان جاہلانہ خرافات کو دیکھ کر اہل علم مجھے لائق خطاب نہ سمجھیں گے اور میرے رسالہ کا جواب نہ لکھا جائے گا اور میری کارروائیوں پر پردہ پڑا رہے گا ۔

شیعوں کے بہکانے کیلئے آپ نے اپنے امام جعفر صادق کی طرح یہ پیشین گوئی بھی کردی کہ اہلسنت میں انقلاب عظیم اور غیر معمولی نقل وحرکت ہوگی ۔ حالانکہ کچھ بھی نہ ہوا ۔ آپ کے بڑے بڑوں نے جب قرآن کریم پر حملے کئے تو کیا ہوا جو آپکے حملوں کی کچھ پرواہ کی جاتی ۔ قرآن کریم کی پائیگاہ بہت بلند ہے ۔ ایسے بے مغز شور وشر کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ۔ ذلك الكتاب لا ريب فيه ۔

یہ ناچیز بھی آپ کے رسالہ کا جواب لکھ کر نادم ہوا ۔ پہلے سے آپ کی علمی حالت معلوم نہ تھی ورنہ یہ جرأت نہ کی جاتی ۔ هذا اخر الكلام والحمد لله رب العلمين ط

تمت

الحمد للہ کہ رسالہ تنبیہ الحائرین تمام ہوگیا پہلے ایڈیشن میں اس کا تکملہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا گیا تھا مگر بعد میں آسانی کے لئے اسی رسالہ کے صفحات شامل کرکے آئندہ اوراق کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے ۔

تاریخ طبع اول ۱۳۴۵ھ تاریخ طبع ثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء واللہ ولی التوفیق
تاریخ طبع ثالث ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء

(کتبہٗ احقر عبد الرحمن بن عبد الکریم غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ چونگی نمبر ۱ ملتان شہر)

واضح ہو

کہ خداوند عزیز ذوانتقام نے صحابہ کرام کے دشمنوں سے عجب انتقام لیا کہ ان کو انسان کے مقابلہ سے ہٹا کر اپنی کتاب حکیم کے مقابلہ میں لاکر ڈال دیا ۔ اس حقیقت پر کہ مذہب شیعہ کی بنیاد قرآن شریف کی عداوت پر ہے ایک مدت تک پردہ پڑا رہا اکثر لوگ یہی سمجھتے رہے کہ شیعہ بھی کلمہ گو ہیں مسلمان ہیں ۔ ان کے ساتھ اسلامی برتاؤ ہونا چاہیئے ۔ بعض اہل تحقیق نے ان کو خارج از اسلام سمجھا مگر اس کی وجوہ جو انہوں نے بیان کیں وہ نظری ثابت ہوئیں بالآخر بعض اذکیائے امت اپنی فراست ایمانی سے اس حقیقت تک پہنچ گئے ۔ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ نور توفیق نے مجھے اس رمز سے آگاہ کیا مگر چونکہ حضرت ممدوح نے اس حقیقت کو بہت زیادہ وضاحت سے نہ بیان فرمایا تھا اس وجہ سے اکثر لوگوں کے ذہن پھر بھی اس کے ادراک سے محروم رہے شاید کہ مشیت الٰہی نے یہ خدمت اس حقیر کے لئے مقدر کی تھی اگرچہ یہ ناکارہ اس قابل نہ تھا کہ انتقام خداوندی کا آلہ جارحہ بنے مگر عنایت اور بے استحقاق بخشش ؎

اگر بادشہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

چنانچہ اب یہ حقیقت بالکل بے پردہ ہوگئی کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے ۔ رسالہ ہذا بھی اسی حقیقت کے دیکھنے کا ایک چھوٹا سا آئینہ ہے ۔

لہذا

شیعوں کو چاہیئے کہ ایمان داری کے ساتھ ضد اور تعصب سے علیحدہ ہو کر اپنے مجتہدین کی کورانہ تقلید چھوڑ کر اس حقیقت کو جانچیں ۔ اس کے بعد اگر قرآن کریم ان کو زیادہ پیارا ہو تو مذہب شیعہ کو خیرباد کہیں اور اگر زرارہ وابوبصیر وغیرہ کی روایتیں ان کو زیادہ عزیز ہوں تو ان کو اختیار ہے اور سنیوں کو لازم ہے کہ جب کوئی شیعہ ان سے مذہبی چھیڑ چھاڑ کرے تو اس کو پہلا جواب وہ یہی دیں کہ تم کو اسلامی فروعی مباحث میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں جب تمہارا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے فقط والسلام

سراپا عجز وقصور محمد عبد الشکور مدیر النجم لکھنؤ

رسالہ موسومہ

رسومِ محرّم و تعزیہ داری

مُصنّفہٗ

مؤرخِ اسلام علاّمہ محمود احمد صاحب عبّاسی

طبع ہو چکا ہے

محدود تعداد میں ہے۔ جلد طلب فرماویں۔

قیمت :۔ ـــــــ ایک روپیہ ۲۵ پیسے

تکملۂ تنبیہُ الحائرین

موسوم بہ

تفضیحِ الحائرین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمد الشاکرین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاولین والآخرین سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ الطاہرین و علیٰ من اتبعہم الی یوم الدین۔

امابعد قبلۂ شیعہ جناب حائری صاحب کے رسالہ موعظۂ تحریف قرآن کا جواب موسوم بہ تنبیہ الحائرین تقریباً ایک سال ہوئے بدفعات شائع ہو چکا حائری صاحب کو اپنے اس رسالہ پر بڑا ناز تھا۔ بڑی دھوم مچا رکھی تھی کہ اس کا جواب سنیوں کی طرف سے ہو ہی نہیں سکتا۔ رسالہ میں جا بجا اس قدر مستعدی کا اظہار کیا ہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ حائری صاحب قلم ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں جواب نکلتے ہی فوراً جواب الجواب لکھ ڈالیں گے مگر سب نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سب زبانی لفاظی فنا ہو گئی۔ ایک سال میں بھی جواب نہ ہوا اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ ہو گا بلکہ اگر کچھ بھی حیا ہو گی تو جسقدر چوریاں اور خیانتیں غلط حوالے غلط ترجمے حائری صاحب کے دکھلائے گئے ہیں ان کے بعد اب وہ تصنیف و تالیف کی جرأت نہ کریں گے اور بالکل روپوش ہو جائیں گے۔ تنبیہ الحائرین میں ضمناً کچھ مسائل مذہب کا تذکرہ اس سلسلہ میں آگیا تھا کہ حائری صاحب نے اپنے مذہب کے مطابق نقل ہونے کا بے سر و پا دعویٰ کیا تھا اس موقع پر چالیس مسائل مذہب شیعہ کے نمونے کے طور پر لکھے گئے تھے۔ مگر کتب شیعہ کا حوالہ نہیں دیا گیا تھا نہ عبارتیں نقل کی گئی تھیں تاکہ طول نہ ہو لہٰذا اب اس تکملہ میں ان مسائل کے لئے کتب شیعہ کا حوالہ اور ان کی کتب کی اصلی عبارتیں پیش کی جاتی ہیں حق تعا

اپنے فضل و کرم سے اس کو ذریعہ ہدایت بنائے خدا کرے کہ شیعہ اس رسالے کو دیکھ کر اپنے مذہب کی اصلی حقیقت سے واقف ہو جائیں اور اس بات کو سمجھ لیں کہ ایسے بے بنیاد مذہب کا نتیجہ سوا دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کے کچھ نہیں ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔

پہلا مسئلہ

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کو بدا ہوتا ہے۔ یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے۔ اس کو سب باتوں کا علم نہیں اسی وجہ سے اسکی اکثر پیشین گوئیاں غلط ہو جاتی ہیں اور اس کو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے۔

یہ عقیدہ مذہب شیعہ میں اس قدر ضروری ہے کہ ائمہ معصومین کا ارشاد ہے کہ جب تک اس عقیدہ کا اقرار نہیں لے لیا گیا کسی نبی کو نبوت نہیں دی گئی اور خدا کی عبادت اس عقیدہ کی برابر کسی عقیدہ میں نہیں ہے۔

اصول کافی صفحہ ۸۴ پر ایک مستقل باب بدا کا ہے اس باب کی چند حدیثیں ملاحظہ ہوں

عن زرارہ بن اعین عن احدھما قال ما عبد اللہ لشئ مثل البدأ	زرارہ بن اعین سے روایت ہے انہوں نے امام باقر یا صادق سے روایت کی ہے کہ اللہ کی بندگی بدا کے برابر کسی چیز میں نہیں ہے۔
عن مالک الجھنی قال سمعت ابا عبداللہ یقول لو علم الناس ما فی القول بالبدا من الاجر ما افتروا عن الکلام منہ۔	مالک جہنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اگر لوگ جان لیں کہ بدا کے قائل ہونے میں کس قدر ثواب ہے تو کبھی اس کے قائل ہونے سے باز نہ رہیں۔
عن مرازم بن حکیم قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول ما تنبأ نبی قط حتی یقر للہ بخمس خصال البدأ والمشیئۃ والسجود والعبودیۃ والطاعۃ	مرازم بن حکیم سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے امام جعفر صادق سے سنا وہ فرماتے تھے کہ کوئی نبی کبھی نبی نہیں بنایا گیا یہاں تک کہ وہ پانچ چیزوں کا اقرار نہ کرلے بدا کا اور مشیت کا اور سجدہ کا اور عبودیت اور طاعت کا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عقیدہ بدا کیسا ضروری چیز ہے اب رہی یہ بات کہ بدا کیا چیز ہے اس کے لئے لغت عرب کو دیکھنا چاہئے۔ اس کے بعد کچھ واقعات بدا کے کتب شیعہ پیش کروں گا

پھر علمائے شیعہ کا اقرار کہ بیشک بدا کے معنی یہی ہیں کہ خدا جاہل ہے۔

لغت عرب

بدا عربی زبان کا لفظ ہے۔ تمام لغت کی کتابوں میں لکھا ہے۔ بدالہ ای ظھر لہ مالم یظھر یعنی بدا کے معنی ہیں نامعلوم چیز کا معلوم ہو جانا۔ یہ لفظ اسی معنی میں قرآن شریف میں بکثرت مستعمل ہے۔

رسالہ ازالۃ الغرور امروہہ کے مصنف کو دیکھئے عقیدہ بدا کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں دو لفظیں ہیں۔ بدا بالالف اور بدا بہمزہ۔ شیعہ بدا بالالف کے قائل ہیں اور جو چیز قابل اعتراض ہے وہ بدا بہمزہ ہے حالانکہ یہ محض جہل ہے۔ بدأ بہمزہ کے معنی شروع ہونا اس میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کی لغت دانی اور اس پر یہ لن ترانی لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

واقعات

بدا کے واقعات کتب شیعہ میں بہت ہیں مگر ہم یہاں صرف دو واقعوں کا ذکر کافی سمجھتے ہیں۔ اول یہ کہ امام جعفر صادق نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد میرے بیٹے اسمٰعیل کو امامت کے لئے نامزد کیا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ امام کی علامات جو کتب شیعہ میں لکھی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امام ران سے پیدا ہوتا ہے اور اسکی پیشانی پر آیہ تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لکھی ہوتی ہے۔ نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بارہ لفافہ سربمہر دے گئے تھے جو خدا کی طرف سے اترے تھے جبرئیل لائے تھے پس ضروری ہے کہ اسمٰعیل بھی ران سے پیدا ہوئے ہوں گے ان کی پیشانی پر آیت بھی لکھی ہو گی ایک لفافہ بھی ان کے نام ہوگا۔ مگر افسوس کہ خدا کو یہ معلوم نہ تھا کہ اسمعیل میں یہ قابلیت نہیں ہے چنانچہ پھر خدا کو اعلان کرنا پڑا کہ اسمٰعیل امام نہ ہوں گے بلکہ موسیٰ کاظم امام ہوں گے۔ علامہ مجلسی بحار الانوار میں روایت فرماتے ہیں اور اس روایت کو محقق طوسی بھی نقد المحصل میں لکھتے ہیں کہ

عن جعفر الصادق انہ جعل اسمعیل القائم مقامہ بعدہ فظھر من اسمعیل ما لم یرتضہ منہ فجعل القائم مقامہ موسیٰ فسئل عن ذلک فقال بدا للہ فی اسمعیل	امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے اسمٰعیل کو اپنا قائم مقام اپنے بعد کے لئے مقرر کیا مگر اسمٰعیل سے کوئی بات ایسی ظاہر ہوئی جس کو انہوں نے پسند نہ کیا لہذا انہوں نے موسیٰ کو اپنا قائم مقام بنایا اسکی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ کو اسمٰعیل کے بارہ میں بدا ہو گیا۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں جس کو شیخ صدوق نے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے کہ

ما بدأ اللہ فی شیئ کما بدا لہ فی اسمعیل ابنی۔

اللہ کو ایسا بدا کبھی نہیں ہوا جیسا بدا میرے بیٹے اسمٰعیل کے بارہ میں ہوا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ امام علی نقی نے خبر دی کہ میرے بعد میرے بیٹے محمد امام ہوں گے مگر خدا کو یہ معلوم نہ تھا کہ محمد اپنے والد کے سامنے مرجائیں گے جب یہ واقعہ پیش آیا تو خدا کو اپنی رائے بدلنا پڑی اور خلاف قاعدہ مقررہ کہ بڑے بیٹے کو امامت ملتی ہے حسن عسکری کو امام بنایا، اصول کافی ص۲۰۸ میں ہے۔

عن ابی الہاشم الجعفری قال کنت عند ابی الحسن علیہ السلام بعد ما مضی ابنہ ابو جعفر وانی لافکر فی نفسی ارید ان اقول کانھما اعنی ابا جعفر و ابا محمد فی ھذا الوقت کابی الحسن موسیٰ واسمعیل وان قصتہ کقصتھما اذ کان ابو محمد المرجا بعد ابی جعفر فاقبل علی ابو الحسن علیہ السلام قبل ان انطق فقال نعم یا ابا ھاشم بدأ اللہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر مالم تکن تعرف لہ کما بدا لہ فی موسیٰ بعد مضی اسمعیل ما کشف بہ عن حالہ وھو کما حدثتک نفسک وان کرہ المبطلون وابو محمد ابنی الخلف بعدی عندہ علم ما یحتاج الیہ ومعہ آلۃ الامامۃ

ابو الہاشم جعفری سے روایت ہے وہ کہتے تھے میں ابو الحسن (یعنی امام نقی) علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب کہ ان کے بیٹے ابو جعفر یعنی محمد کی وفات ہوئی ہیں اپنے دل میں سوچ رہا تھا اور یہ کہنا چاہتا تھا کہ محمد اور حسن عسکری کا اس وقت وہی حال ہوا جو امام موسیٰ کاظم اور اسمٰعیل فرزندان امام جعفر صادق کا ہوا تھا۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دونوں کے واقعہ کے مثل ہے کیونکہ ابو محمد (یعنی حسن عسکری) کی امامت بعد ابو جعفر (یعنی محمد) کے مرنے کے ہوئی تو امام نقی میری طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں (روشن ضمیری دیکھیے) فرمایا اے ابوہاشم اللہ کو ابو جعفر کے مرجانے کے بعد ابو محمد کے بارہ میں بدا ہوا جو بات معلوم نہ تھی وہ معلوم ہوگئی جیسا کہ اللہ کو اسمٰعیل کے بعد موسیٰ کے بارہ میں بدا ہوا تھا جس نے اصل حقیقت ظاہر کردی اور یہ بات ویسی ہی ہے جیسی تم نے خیال کی اگرچہ بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں اور ابو محمد (یعنی حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے اس کے پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے اور اس کے پاس آلہ امامت بھی ہے۔

اقرار

اگرچہ ایسی صاف بات کے لئے اقرار کی ضرورت نہ تھی مگر خدا کی قدرت ہے کہ علمائے شیعہ نے اگرچہ اہلسنت کے مقابلہ میں تو ہمیشہ تاویلات سے کام لیا لیکن آپس کی تحریروں میں انہوں نے صاف اقرار کرلیا ہے کہ بدا سے خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ شیعوں کے مجتہد اعظم مولوی دلدار علی اساس الاصول مطبوعہ لکھنؤ کے ص۲۱۹ پر لکھتے ہیں اعلم ان البدا لا ینبغی ان یقول بہ احد لانہ یلزم منہ ان یتصف الباری تعالیٰ بالجہل کما لایخفیٰ۔ ترجمہ جاننا چاہیے کہ بدا اس قابل نہیں کہ کوئی اس کا قائل ہو کیونکہ اس سے باری تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔

اس کے ساتھ اساس الاصول میں اس بات کا بھی اقرار موجود ہے کہ شیعوں میں سوا محقق طوسی کے اور کوئی بدا کا منکر نہیں ہوا۔

اب ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ شیعوں کو کیا ضرورت اس عقیدہ کے تصنیف کی پیش آئی اصل واقعہ یہ ہے کہ جب اسلام کے چالاک دشمنوں نے مذہب شیعہ کو تصنیف کیا تو وہ خود بھی جانتے تھے کہ کوئی انسان اس مذہب کو قبول نہیں کرسکتا لہذا انہوں نے طرح طرح کی تدبیریں اس مذہب کے رواج دینے کے لئے اختیار کیں ازانجملہ یہ کہ فسق و فجور کے راستے خوب وسیع کردیئے۔ متعہ لواطت شراب خوری کا بازار گرم کیا چنانچہ اس قسم کی روایتیں بکثرت آج بھی کتب شیعہ میں موجود ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ انہوں نے دنیاوی طمع کا راستہ بھی خوب کشادہ کیا۔ سیکڑوں روایتیں اس مضمون کی ائمہ کے نام سے تصنیف کردیں کہ فلاں سنہ میں جو بہت ہی قریب ہے دنیا میں انقلاب عظیم ہوجائیگا اور بڑی سلطنت و حکومت جاہ و حشمت شیعوں کو حاصل ہوگی پھر جب وہ سنہ آتا اور ان پیشگوئیوں کا ظہور نہ ہوتا تو کہہ دیتے کہ خدا کو بدا ہوگیا۔ ایک روایت اس قسم کی حسب ذیل ہے۔ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص۲۳۲ میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ۔

ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد کان وقت ھذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین وماءۃ فحدثناکم فاذا عتم الحدیث فکشفتم قناع السر ولم یجعل

بہ تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کام (یعنی امام مہدی کے ظہور) کا وقت سن ستر ہجری مقرر کیا تھا مگر جب حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہوگئے تو اللہ کا غصہ زمین والوں پر سخت ہوگیا لہذا اللہ نے اس کام کو ۱۴۰ھ تک پیچھے ہٹا دیا ہم نے تم سے بیان کردیا تم نے راز کو فاش کردیا اور بات مشہور کردی اب اللہ نے کوئی وقت اس کے بعد ہم کو نہیں بتایا

اللہ وتنا بعد ذلك عندنا قال حمزة فحدثت بذلك بابی عبداللہ علیہم السلام فقال قد کان ذٰلك

ابوحمزہ راوی) کہتا ہے میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی انہوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہوا

یہ تماشا بھی قابل دید ہے کہ جب اہلسنت کی طرف سے اعتراض ہوا تو علمائے شیعہ کو جواب دینے کی فکر ہوئی اور اس پریشانی میں انہوں نے ایسی ایسی ناگفتہ بہ باتیں کہہ ڈالیں جو عقیدۂ بدا سے بھی بڑھ گئیں۔ مولوی حامد حسین نے استقصاء الافحام جلد اول صفحہ ۱۲۸ سے لیکر صفحہ ۱۵۸ تک پورے تیس ۳۰ صفحے اسی بحث کے نام سے سیاہ کر ڈالے مگر کوئی بات بنائے نہ بن پڑی۔ بڑی کوشش انہوں نے اس بات کی کی ہے کہ بدا کے معنی میں تاویل کریں چنانچہ کھینچ تان کر انہوں نے بدا کے دو معنی بیان کئے ہیں جو محو و اثبات یا نسخ کے ہیں لیکن خود ہی خیال پیدا ہوا کہ یہ تاویل چل نہیں سکتی لہذا علامہ مجلسی سے ایک تاویل نقل کر کے اس پر بہت ناز کیا ہے۔ یہ عبارت استقصا مجلد اول کے صفحہ ۳۰ پر ملاحظہ ہو

ومنھا ان یکون ھذہ الاخبار تسلیة لقوم من المومنین المنتظرین لفرج اولیاء اللہ وغلبة اھل الحق واھلہ کما روی فی فرج اھل البیت علیہم السلام وغلبتھم لانھم علیہم السلام لو کانوا اخبروا الشیعة فی اول ابتلاءھم باستیلاء المخالفین و شدھم محنتھم انہ لیس فرجھم الا بعد الف سنة او الفی سنة لیئسوا ولرجعوا عن الدین ولکنھم اخبروا شیعتھم بتعجیل الفرج۔

اور منجملہ ان تاویلات کے ایک یہ ہے کہ یہ پیشین گوئیاں ان مومنین کی تسلی کیلئے تھیں جو دوستان خدا کی آسائش اور اہل حق کے غلبہ کے منتظر تھے جیسا کہ اہل بیت علیہم السلام کی آسائش اور ان کے غلبہ کے متعلق روایت کیا گیا ہے اگر ائمہ علیہم السلام شیعوں کو شروع ہی میں بتا دیتے کہ مخالفین کا غلبہ ابھی رہے گا اور شیعوں کو مصیبت سخت ہو گی اور انکو آسائش نہ ملے گی مگر ایکہزار سال یا دو ہزار سال کے بعد تو وہ مایوس ہو جاتے اور دین سے پھر جاتے لہذا انہوں نے اپنے شیعوں کو خبر دی کہ آسائش کا زمانہ جلد آنے والا ہے۔

یہ تاویل بڑی مستند تاویل ہے۔ اصحاب ائمہ سے منقول ہے چنانچہ اصول کافی صفحہ ۲۳۲ میں ہے

عن الحسن بن علی بن یقطین عن اخیہ الحسین عن ابیہ بن یقطین قال قال ابوالحسن الشیعة تربی بالامانی منذ مائتی سنة قال قال یقطین لابنہ علی

ابن یقطین ما بالنا قیل لنا فکان وقیل لکم فلم یکن قال فقال لہ علی ان الذی قیل لنا ولکم کان من مخرج واحد غیر ان امرکم حضر فاعطیتم محضہ فکان کما قیل لکم وان امرنا لم یحضر فعللنا بالامانی فلو قیل لنا ان ھذا الامر لایکون الا الی مائتی سنة او ثلاث مائة سنة لقست القلوب ولرجع عامة الناس عن الاسلام ولکن قالوا ما اسرعہ وما اقربہ تألفاً لقلوب الناس۔

حسن بن علی بن یقطین نے اپنے بھائی حسین سے انہوں نے اپنے والد علی بن یقطین سے روایت کی ہے کہ ابوالحسن نے کہا شیعہ دو سو برس سے امید دلا دلا کر رکھے جاتے تھے یقطین (سنی) نے اپنے بیٹے علی بن یقطین (شیعہ) سے کہا یہ کیا بات ہے جو وعدہ ہم سے کیا گیا وہ پورا ہو گیا اور جو تم سے کیا گیا وہ پورا نہ ہوا علی نے اپنے باپ سے کہا کہ جو تم سے کہا گیا اور جو ہم سے کہا گیا سب ایک ہی مقام سے نکلا مگر تمہارے وعدہ کا وقت آ گیا لہذا تم سے خالص بات کہی گئی وہ پوری ہو گئی اور ہمارے وعدہ کا وقت نہیں آیا تھا لہذا ہم امید دلا دلا کر بہلائے گئے۔ اگر ہم سے کہدیا جاتا کہ یہ کام نہ ہو گا دو سو برس یا تین سو برس تک تو دل سخت ہو جاتے اور اکثر لوگ دین اسلام سے پھر جاتے اسوجہ سے ائمہ نے کہا کہ یہ کام بہت جلد ہو گا بہت قریب ہو گا لوگوں کی تالیف قلب کے لئے۔

یہ تاویل اگرچہ ان روایات میں نہیں چل سکتی جن میں بہ تعیین وقت پیشین گوئی کی گئی ہے گول گول الفاظ نہیں ہیں کہ یہ کام جلد ہو گا قریب ہو گا۔ نیز ان روایات میں بھی چل نہیں سکتی جنمیں کسی خاص شخص کی امامت کی پیشین گوئی کی گئی ہے اور وہ شخص امام نہیں ہوا یا قبل از وقت مر گیا لیکن علمائے شیعہ کی خاطر سے ہم اس تاویل کو قبول کر لیں تو ماحصل اس کا یہ ہے کہ اماموں کی پیشین گوئیاں جو غلط نکل گئیں اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ خدا کو آئندہ کا حال معلوم نہ تھا بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ پیشین گوئیاں شیعوں کی تسلی کیلئے بیان کی گئیں۔ شیعوں کے بہلانے کے لئے ایسی باتیں کہی گئیں اگر شیعوں کو تسلی نہ دی جاتی اور وہ بہلائے نہ جاتے تو مرتد ہو جاتے۔

نتیجہ اس تاویل کا یہ ہے کہ ہمارے خیال کی تصدیق ہوتی ہے کہ عقیدہ بدا کی تصنیف محض ترویج مذہب شیعہ کے لئے ہوئی ہے۔

مگر یہاں ایک سوال بڑا لاینحل یہ پیدا ہوتا ہے کہ جھوٹی پیشین گوئیاں کر کے لوگوں کو فریب دینا اور بہلانا کس کا فعل تھا۔ آیا ائمہ اپنی طرف سے ایسا کرتے تھے یا یہ کرتوت خدا کے ہیں۔ غالباً ائمہ کی آبرو کا بچانا شیعوں کے نزدیک زیادہ اہم ہو اور وہ خدا ہی کی طرف اس حرکت کو منسوب کریں گے تو ہم کہیں گے کہ جہل سے خدا کو بچا لیا تو فریب ہی کے الزام میں مبتلا کر دیا

بارش سے بچنے کے لئے صحن سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے کھڑے ہوگئے۔

یہ بات بھی نتیجہ خیز تھی کہ جو شیعہ اصحاب ائمہ تھے وہ ایسے ضعیف الاعتقاد تھے کہ ان کو مذہب پر قائم رکھنے کیلئے خدا کو یا اماموں کو جھوٹی پیشین گوئیاں بیان کرنا پڑتی تھیں۔ طرح طرح سے ان کو بہلانا پڑتا تھا ایسا نہ کیا جاتا تو وہ مرتد ہو جاتے۔ جب اس زمانے کے شیعوں کا یہ حال تھا تو آجکل کے شیعوں کا کیا حال ہوگا اور ان کے بہلانے کے لئے مجتہدوں کو کیا کچھ نہ تدبیریں کرنی پڑتی ہوں گی۔

شیعوں کے اصحاب ائمہ کا تو یہ حال تھا مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے **صحابہ کرام رض** کو دیکھو ایسے قوی الایمان کیسے پختہ اعتقاد کے تھے کہ ان کو دین پر قائم رکھنے کے لئے نہ خدا کو جھوٹ بولنا پڑا نہ رسول کو۔ ان پر مصائب کے آلام کے پہاڑ ٹوٹے گئے۔ بلاؤں کی بارش برسائی گئی۔ مگر ان کے قدم کو جنبش نہ ہوئی۔

انصاف سے دیکھو یہی ایک "مسئلہ بدا" پورے مذہب کی حقیقت ظاہر کرنے کیلئے کافی ہے جس مذہب میں خدا کو جاہل یا فریبی مانا گیا ہو اس مذہب کا کیا کہنا۔

دوسرا مسئلہ ۲ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کو جب غصہ آتا ہے تو غصہ میں اس کو دوست دشمن کا امتیاز نہیں رہتا۔ حتی کہ اس غصہ میں بجائے دشمنوں کے دوستوں کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔ بھلا خیال تو کیجئے کیا خدا کی یہی شان ہونی چاہیئے؟ اور کیا ایسا خدا ماننے کے قابل ہو سکتا ہے؟ سنداس عقیدہ کی پہلے مسئلہ میں اصول کافی ص ۱۳۲ سے نقل ہو چکی کہ امام حسین کی شہادت سے جو خدا کو غصہ آیا تو امام مہدی کا ظہور اس نے ٹال دیا حالانکہ امام مہدی کے ظہور نہ ہونے سے شیعوں کا نقصان ہوا۔ قاتلان امام حسین کا کیا بگڑا بلکہ ان کا تو اور فائدہ ہوا۔ یا یہ کہا جائے کہ قاتلان امام حسین شیعہ تھے اسی وجہ سے خدا نے ان کو نقصان پہنچایا اور یہ واقعی بات بھی ہے

تیسرا مسئلہ ۳ شیعوں کا اعتقاد ہے کہ خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے ڈرتا تھا اس لئے بہت سے کام ان سے چھپا کر کرتا تھا۔ بظاہر انہوں نے اپنے نزدیک تو صحابہ کرام کے ظالم ہونے کو ثابت کیا ہے مگر فی الحقیقت خدا کی عاجزی اور مغلوبیت جو اس سے ثابت ہوئی اس کا انہوں نے خیال نہ کیا۔ کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام

نے فرمایا کہ خدا نے اپنے نبی کا نام یٰسین رکھا ہے اور سلام علیٰ آل یٰسین اس لئے فرمایا کہ اگر صاف صاف سلام علیٰ آل محمد فرماتا تو خدا کو معلوم تھا کہ صحابہ اس کو قرآن میں نہ رہنے دیں گے نکال دیں گے۔ آخری فقرہ عبارت کا یہ ہے کہ لعلمہ بانہم یقطعون قولہ سلام علیٰ آل محمد کما اسقطوا غیرہ

چوتھا مسئلہ ۴ شیعوں کے نزدیک خدا بندوں کی عقل کا محکوم ہے اور اس پر واجب ہے کہ عدل کرے اور جو کام بندوں کے لئے زیادہ مفید ہو وہی کام کرتا ہے یہ عقیدہ شیعوں کا اس قدر مشہور اور ان کے عقائد کی ہر کتاب میں مذکور ہے کہ کسی خاص کتاب کے حوالہ کی ضرورت نہیں

لطافت اس عقیدہ کی ظاہر ہے اس سے زیادہ اب اور کیا ہوگا کہ خدا بجائے حاکم کے محکوم بنا دیا گیا۔ پھر جب شیعوں کا تجویز کیا ہوا انتظام عالم میں نہیں پایا جاتا اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے اس وقت خدا پر ترک واجب کا جرم قائم ہوتا ہے چنانچہ آجکل بھی صدیوں سے خدا ترک واجب کا مرتکب ہے اس نے کوئی امام معصوم دنیا میں قائم نہیں کیا۔ ایک صاحب ہیں بھی تو ان پر خوف اس قدر طاری کر رکھا ہے کہ وہ غار میں چھپے ہوئے ہیں باہر نکلنے کا نام نہیں لیتے لیکن معلوم نہیں خدا کیلئے ترک واجب کی سزا کیا ہے اور اس سزا کا دینے والا کون ہے۔

پانچواں مسئلہ ۵ شیعہ قائل ہیں کہ خدا تمام چیزوں کا خالق نہیں۔ یہ بھی شیعوں کا مشہور عقیدہ اور ان کی کتب عقائد میں مذکور ہے وہ کہتے ہیں کہ خیر و شر دونوں کا خالق خدا نہیں ہے کیونکہ شر کا پیدا کرنا برا ہے اور برا کام خدا نہیں کرتا بلکہ شر کے خالق خود بندے ہیں اس بنا پر بے گنتی بے شمار خالق ہوگئے۔ اہلسنت کہتے ہیں کہ خیر و شر دونوں کا خالق خدا ہے اور شر کا پیدا کرنا برا نہیں ہے البتہ شر کی صفت اپنے میں پیدا کرنا برا ہے اور اس سے خدا بری ہے۔

چھٹا مسئلہ ۶ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ذات اقدس میں اصول کفر موجود ہوتے ہیں۔ اصول کافی کے باب فی اصول الکفر وارکانہ میں ابو بصیر سے روایت ہے کہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اصول کفر کے تین ہیں۔ حرص۔ تکبر۔ حسد۔ حرص تو آدم میں تھا جب ان کو درخت کے کھانے سے منع کیا تو حرص نے ان کو آمادہ کیا کہ انہوں نے اس درخت میں سے کھا لیا اور تکبر ابلیس میں تھا کہ	قال ابو عبد اللہ علیہ السلام اصول الکفر ثلثۃ الحرص والاستکبار والحسد فاما الحرص فان ادم حین نہی من الشجرۃ حملہ الحرص علی ان اکل منہا و اما

الاستکبار فابلیس حیث امر بالسجود لآدم فابی و امّا الحسد فابنا آدم حیث قتل احد ھما صاحبہ۔

جب اس کو آدم کے سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور حسد آدم کے دونوں بیٹوں میں تھا۔ اسی وجہ سے ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا۔

دیکھو کس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کا ہم پلہ قرار دیا ہے ایک اصول کفر ابلیس میں ہے تو ایک آدم علیہ السلام میں بھی ہے بلکہ شیعہ صاحبوں نے تو حضرت آدم کو ابلیس سے بھی بدتر قرار دیا ہے کیونکہ ابلیس میں صرف ایک اصول کفر ثابت کیا ہے یعنی تکبّر اور آدم میں دو اصول کفر ثابت کئے ہیں۔ حرص اور حسد۔ حرص کا بیان تو اس روایت میں ہو چکا حسد کا بیان دوسری روایتوں میں ہے چنانچہ حیات القلوب جلد اول صفحہ ۵۰ میں ہے کہ خدا نے آدم کو ائمہ اہل بیت کو حسد کرنے سے منع فرمایا اور کہا کہ خبردار میرے نوروں کی طرف حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا ورنہ تم کو اپنے قرب سے جدا کر دونگا اور بہت ذلیل کروں گا مگر آدم نے ان پر حسد کیا اور اسی کی سزا میں جنت سے نکالے گئے اخیر ٹکڑا حیات القلوب کا یہ ہے

پس نظر کردند بسوی ایشاں بدیدہ حسد پس بایں سبب خدا ایشاں را بخود گذاشت و یاری و توفیق خود را از ایشاں بر داشت

پس آدم و حوا نے ائمہ کی طرف حسد کی آنکھ سے دیکھا اس سبب سے خدا نے ان کو ان کے نفس کے حوالے کر دیا۔ اور اپنی مدد اور توفیق ان سے روک لی۔

یہ ہے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی قدر استغفر اللہ۔

ساتواں مسئلہ

نبیوں کے متعلق شیعوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان سے بعض خطائیں ایسی سرزد ہوتی ہیں کہ اس کی سزا میں ان سے نور نبوت چھین لیا جاتا ہے چنانچہ حیات القلوب جلد اول میں ہے۔

و بچندیں سند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام منقول ست کہ چوں یوسف علیہ السلام باستقبال حضرت یعقوب علیہ السلام بیروں آمد یکدیگر را ملاقات کردند یعقوب پیادہ شد و یوسف را شوکت بادشاہی مانع شد و پیادہ نشد ہنوز از معانقہ فارغ نشدہ بودند کہ جبرئیل بر حضرت یوسف نازل شد و خطاب مقرون بعتاب از جانب رب الارباب آورد کہ اے یوسف خداوند عالمیان میفرماید کہ ملک بادشاہی ترا مانع شد کہ پیادہ شوی برائے بندۂ شائستہ صدیق من دست خود را بکشا چوں دست کشود از کف دستش و بر وایتی دگر میان انگشتانش نورے بیروں رفت یوسف گفت ایں چہ نور بود جبرئیل گفت نور پیغمبری بود از صلب تو بہم نخواہد رسید بعقوبت آنچہ کردی نسبت بہ یعقوب کہ برائے او پیادہ نشدی۔

بہت سی معتبر سندوں کے ساتھ امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیشوائی کے لئے باہر آئے اور ایک دوسرے سے ملے یعقوب پیادہ ہو گئے مگر یوسف کو دبدبۂ بادشاہی نے پیادہ ہونے سے روکا جب معانقہ سے فارغ ہوئے تو جبرئیل حضرت یوسف پر نازل ہوئے اور خدا کی طرف سے غصہ کا خطاب للئے کہ اے یوسف خداوند عالم فرماتا ہے کہ بادشاہت نے تجھ کو روکا تو میرے بندۂ شائستہ صدیق کے لئے پیادہ نہ ہوا، ہاتھ تو کھول جیسے ہی انہوں نے ہاتھ کھولا تو ان کی ہتھیلی سے اور ایک روایت میں ہے کہ انگلیوں کے درمیان سے ایک نور نکلا یوسف نے کہا یہ کیا نور تھا جبرئیل نے کہا یہ پیغمبری کا نور تھا اب تمہاری اولاد میں کوئی پیغمبر نہ ہوگا اس کام کی سزا میں جو تم نے یعقوب کے ساتھ کیا۔

آٹھواں مسئلہ

نبیوں کے متعلق شیعوں کا اعتقاد یہ بھی ہے کہ وہ مخلوق سے بہت ڈرتے ہیں اور ایسا اوقات مارے ڈر کے تبلیغ احکام الٰہی نہیں کرتے چنانچہ خدا کی طرف سے حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ حضرت علی کی خلافت کا اعلان کر دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہکر ٹال دیا کہ میری قوم ابھی نومسلم ہے اگر میں اپنے بھائی کے متعلق ایسا حکم دوں تو لوگ بھڑک اٹھیں گے پھر دوبارہ خدا کو عتاب کرنا پڑا کہ اے رسول اگر ایسا نہ کرو گے تو فرائض رسالت سے سبکدوش نہ ہوگے اس پر بھی رسول نے ٹالا آخر خدا کو وعدۂ حفاظت کرنا پڑا۔ اس وعدہ کے بعد بھی رسول نے صاف صاف تبلیغ نہ کی گول گول الفاظ کہدیئے انتہا یہ کہ بہت سی آیات قرآنیہ رسول نے مارے ڈر کے چھپا ڈالیں جن کا آج تک کسی کو علم نہ ہوا نہ اب ہوسکتا ہے (دیکھو عماد الاسلام مصنفہ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم شیعہ)

نواں مسئلہ

نبیوں کے متعلق شیعوں کا ایک نفیس عقیدہ یہ بھی ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے انعام کو ردّ کر دیتے تھے۔ خدا بار باران کو انعام بھیجتا اور وہ اس کے لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ آخر خدا کو کچھ ڈر لالچ دینا پڑتا تھا اس وقت وہ اس انعام کو قبول کرتے تھے غرضکہ خدا کی کچھ قدر منزلت اُن کے دل میں نہ تھی۔ اصول کافی صفحہ ۲۹۴ میں ہے۔

عن رجل من اصحابنا عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان جبرئیل نزل علی محمّد

ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ یا محمد ان اللہ یبشرك بمولود یولد من فاطمۃ تقتلہ امتك من بعدك فقال وعلی ربی السلام لاحاجۃ لی فی مولود یولد من فاطمۃ تقتلہ امتی من بعدی فعرج جبریل الی السماء ثم ھبط فقال یا محمد ان ربك یقرئك السلام ویبشرك بانہ جاعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فقال انی قد رضیت ثم ارسل الی فاطمۃ ان اللہ یبشرنی بمولود یولد لك تقتلہ امتی من بعدی فارسلت الیہ ان لاحاجۃ لی فی مولود تقتلہ امتك من بعدك فارسل الیھا ان اللہ عزوجل قد جعل فی ذریتہ الامامۃ والولایۃ والوصیۃ فارسلت الیہ انی قد رضیت

پر نازل ہوئے اور ان سے کہا کہ اے محمد اللہ آپ کو ایک بچہ کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ سے پیدا ہوگا۔ آپ کی امت آپ کے بعد اس کو شہید کریگی تو حضرت نے فرمایا کہ اے جبریل میرے رب پر سلام ہو مجھے اس بچہ کی کچھ حاجت نہیں جو فاطمہ سے پیدا ہوگا اسکو میری امت میرے بعد قتل کریگی۔ پھر جبریل چڑھے پھر اُترے اور انہوں نے ویسا ہی کہا۔ آپ نے فرمایا اے جبریل میرے رب پر سلام ہو مجھے حاجت اس بچہ کی نہیں جس کو میری امت میرے بعد قتل کریگی جبریل پھر آسمان پر چڑھے پھر اترے اور انہوں نے کہا کہ اے محمد آپ کا پروردگار آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ کو بشارت دیتاہے کہ وہ اس بچہ کی ذریت میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کرے گا تو حضرت نے فرمایا کہ میں راضی ہوں۔ پھر آپ نے فاطمہ کو خبر بھیجی کہ اللہ مجھے بشارت دیتا ہے ایک بچہ کی جو تم سے پیدا ہوگا میری امت میرے بعد اس کو قتل کریگی فاطمہ نے بھی کہلا بھیجا کہ مجھے کچھ حاجت اس بچہ کی نہیں جس کو آپ کی امت آپ کے بعد قتل کریگی تو حضرت نے کہلوا بھیجا کہ اللہ عزوجل نے اس کی ذریت میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کی ہے۔ تب فاطمہ نے کہلا بھیجا کہ میں راضی ہو گئی۔

دیکھو کس طرح رسول نے خدا کی بشارت کو بار بار رد کر دیا اور شہادت فی سبیل اللہ کو حقیر سمجھا اور حضرت فاطمہ نے بھی سنت رسول کی پیروی میں خدا کی بشارت کو رد کر دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خدا امامت کا لالچ نہ دیتا تو کبھی رسول خدا کے انعام کو قبول نہ کرتے۔

دسواں مسئلہ

شیعوں کا یہ اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی تعلیم کی اُجرت مخلوق سے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے قرآن شریف میں حکم دیا ہے کہ اپنی تعلیم کی اجرت لوگوں سے مانگ لیجئے۔ نعوذ باللہ۔ انبیاء علیہم السلام کی کس قدر توہین اس عقیدہ میں ہے۔ آج ان کے ادنیٰ غلامانِ غلام ایسے موجود ہیں جو عمر بھر کوئی کام ایسا نہیں کرتے جس کی اجرت مخلوق سے مانگیں جو کام کرتے ہیں خالصاً لوجہ اللہ کرتے ہیں۔

یہ عقیدہ شیعوں کا بہت مشہور ہے اور آیت کریمہ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى کی تفسیر میں مفسرین شیعہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی کہدیجئے کہ میں تم سے اور اجرت نہیں مانگتا صرف یہ اُجرت مانگتا ہوں کہ میرے قرابت والوں سے محبت کرو اور قرابت والوں سے مراد علی فاطمہ حسنین ہیں اور محبت کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد ان کو مثل میرے امام مانو۔

اہل سنت کہتے ہیں یہ مطلب آیت کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بیسیوں آیتیں قرآن شریف میں ہیں جن میں دوسرے پیغمبروں کی بابت ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتے۔ ہماری اجرت تو خدا کے ذمہ ہے اور بہت سی آیتیں ہیں جن میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ کہدیجئے میں اس تعلیم پر کوئی اجرت نہیں طلب کرتا یہ تو صرف ہدایت خلق کا کام ہے۔ لہذا آیت مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ اے نبی کہدیجئے کہ میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ صرف یہ کہتا ہوں کہ میں تمہارا قرابت دار ہوں۔ قرابت کا خیال کرکے مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔

اس مبحث میں ایڈیٹر اصلاح سے تحریری مباحثہ ہوا۔ بالآخر ایک خاص رسالہ موسوم بہ تفسیر آیت مودت القربیٰ اس ناچیز نے تالیف کیا جس کے بعد ایڈیٹر صاحب اصلاح ایسے خاموش ہوئے کہ صدائے برنخاست۔

گیارہواں مسئلہ

ہبۂ فدک کے متعلق ہے بہت مشہور مسئلہ ہے لہذا حوالۂ کتاب کی حاجت نہیں ہے۔ ہر شیعہ ہر موقع پر مطاعن صحابہ میں ہبۂ فدک کا ذکر کرتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فدک حضرت فاطمہ کو دے گئے تھے حضرت ابوبکر نے چھین لیا۔ مگر یہ عقل کے دشمن اتنا نہیں سوچتے کہ رسول پر کس قدر سخت الزام خود غرضی اور دنیا طلبی کا عائد ہوتا ہے نعوذ باللہ منہ

بارہواں مسئلہ ۱۲

عقیدۂ تحریف کے متعلق ہے جس کی بابت تنبیہ الحائرین کے بعد اب کچھ لکھنے کی حاجت نہیں ۔ پانچوں قسم کی تحریف کی روایتیں علماء شیعہ کا اقرار سب کچھ اس میں نقل ہو چکا ۔

تیرہواں ۱۳ ، چودھواں ۱۴ ، پندرہواں ۱۵ مسئلہ

ازواج مطہرات کے متعلق ہے کہ شیعوں نے خلاف عقل و نقل کس قدر ناپاک عقیدہ ان کے متعلق قائم کر رکھا ہے اس کے متعلق بھی اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں جس کا جی چاہے ہمارا رسالہ تفسیر آیت تطہیر دیکھے ۔

سولھواں مسئلہ ۱۶

صحابہ کرام کے متعلق ہے ۔ اس کیلئے کسی حوالے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ واقعات ہیں جن کا کوئی منکر نہیں ہے اور صحابہ کرام کے متعلق جیسا نجس عقیدہ شیعوں کا ہے وہ بھی ظاہر ہے ۔

سترہواں مسئلہ ۱۷

شیعوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان کے مجوزہ بارہ امام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اور ہم رتبہ ہیں اور اسی طرح معصوم و مفترض الطاعۃ ہیں ۔ دیکھو اصول کافی کتاب الحجۃ صاف الفاظ یہ ہیں کہ " ائمہ کو وہی بزرگی حاصل ہے جو محمد علیہ السلام کو حاصل ہے " اسی حدیث کو صاحب حملہ حیدری نے نظم کیا ہے کہ ؎

ہمہ صاحب حکم بر کائنات ہمہ چوں محمد منزہ صفات

اٹھارواں مسئلہ

اماموں کی بابت شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ران سے پیدا ہوتے ہیں پیدا ہوتے ہی تمام آسمانی کتب کی تلاوت کر ڈالتے ہیں اور ان کی پیشانی پر یہ آیہ تمت کلمت ربک صدقا و عدلا لکھی ہوتی ہے ۔ سایہ ان کا نہیں ہوتا ۔ ناف بریدہ ختنہ شدہ پیدا ہوتے ہیں اور بجائے قابلہ کے امام سابق کام کرتے ہیں ۔ دیکھو اصول کافی و تصنیفات علامہ باقر مجلسی ۔

انیسواں مسئلہ ۱۹

امام مہدی کے غائب ہونے کے متعلق ہے یہ عقیدہ بھی شیعوں کا اس قدر مشہور ہے کہ کسی خاص کتاب کے حوالہ دینے کی بالکل ضرورت نہیں ۔

بیسواں مسئلہ ۲۰

اماموں کی بابت شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے پاس تمام انبیاء کے معجزات ہوتے ہیں عصائے موسیٰ ۔ انگشتری سلیمان اسم اعظم اور تبرکات

وغیرہ وغیرہ اور ان کو اپنے مرنے کا وقت بھی معلوم ہوتا ہے اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے دیکھو اصول کافی کتاب الحجۃ بکثرت احادیث ان مضامین کی ہیں ۔ حضرت علی میں علاوہ ان اوصاف کے قوت جسمانی بھی ایسی تھی کہ جبریل جیسے شدید القوی فرشتے کے جنگ خیبر میں پر کاٹ ڈالے ۔ دیکھو حیات القلوب و حملۂ حیدری ۔ باایں ہمہ ائمہ نے کبھی ان معجزات سے کام نہ لیا ۔ فدک چھن گیا ۔ حضرت فاطمہ پر مار پیٹ ہوئی ۔ حمل گرا دیا گیا ۔ حضرت علی سے جبراً بیعت لی گئی ۔

اس مسئلہ کو اور نیز اس کے بعد چوبیسویں مسئلہ تک ہم نہایت مفصل اپنی دوسری تصنیفات میں بیان کر چکے ہیں کتب شیعہ کی عبارتیں بھی نقل کر چکے ہیں اس لئے یہاں طول دینا فضول معلوم ہوتا ہے ۔ دیکھو مناظرۂ مکیریان ۔

پچیسواں مسئلہ ۲۶

شیعہ اپنے خانہ ساز ائمہ کے اصحاب کی بڑی عزت کرتے ہیں ان میں باہم نزاعات ہوئیں اور باوجود امام کے زندہ ہونے کے وہ نزاعات رفع نہ ہوئیں ترک کلام و سلام کی نوبت آئی مگر شیعہ ان میں سے کسی کو خاطی نہیں کہتے سب کو اچھا سمجھتے ہیں اور مانتے ہیں بخلاف اس کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی کچھ بھی عزت نہیں ان میں اگر کوئی نزاع ہوا اور وہ بھی بعد رسول کے تو کہتے ہیں ایک فریق کو برا کہنا ضروری ہے ۔ اپنے ائمہ کے اصحاب کی تو یہاں تک پاسداری ہے کہ ان فاسق ، فاجر ، شرابی لوگ بھی ہیں ان کو بھی مانتے ہیں اور کہتے ہیں خدا کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ فلاں امام کے طفیل میں ان کے یہ گناہ معاف ہو جائیں ۔ یہیں سے سمجھ لینا چاہئے کہ شیعوں کو کوئی تعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے اگر کچھ بھی تعلق ہوتا تو ان کے اصحاب کی کم از کم اتنی عزت تو کرتے جتنی اپنے ائمہ کے اصحاب کی کرتے ہیں

چھبیسواں مسئلہ ۲۶

شیعہ جن حضرات کو امام معصوم کہتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ ہم ان کے پیرو ہیں ان کے اصحاب کی یہ حالت تھی کہ ان میں نہ امانت تھی نہ سچائی نہ وفاداری یہ سب صفتیں اہلسنت میں تھیں ۔ اصول کافی ص ۲۳۷ میں عبداللہ بن یعفور سے روایت ہے ۔

قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام انی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لایتولونکم ویتولون فلانا و فلانا لھم امانۃ وصدق	میں نے امام جعفر صادق سے کہا کہ میں لوگوں سے ملتا ہوں تو بہت تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ آپ لوگوں کی ولایت کے قائل نہیں فلاں اور فلاں کو مانتے ہیں

ووفاء واقوام یتولونکم لیس لھم تلك الامانۃ ولا الوفاء ولا الصدق قال فاستوی ابوعبد اللہ علیہ السلام جالسا فاقبل علی کالغضبان ثم قال لا دین لمن دان اللہ بولایۃ امام لیس من اللہ ولا عتب علی من دان بولایۃ امام من اللہ ۔

ان میں امانت ہے سچائی ہے، وفا ہے اور جو لوگ آپ کو مانتے ہیں ان میں نہ امانت ہے نہ سچائی اور نہ وفا یہ سن کر امام جعفر صادق سیدھے بیٹھ گئے اور میری طرف غصہ سے متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جس شخص نے ایسے امام کو مانا جو خدا کی طرف سے نہیں اس کا دین ہی نہیں اور جس نے ایسے امام کو مانا جو خدا کی طرف سے ہے اس پر کچھ عتاب نہیں۔

ف جب ائمہ کے زمانے میں شیعہ سچائی اور امانت اور وفاداری سے خالی تھے تو خیال کرو کہ آجکل شیعوں کی کیا حالت ہوگی۔

ائمہ کے اصحاب ائمہ پر افترا کیا کرتے تھے اور ائمہ ان کی تکذیب کرتے تھے اس مضمون کی صدہا روایتیں کتب شیعہ میں موجود ہیں۔ نمونے کے طور پر ایک روایت سنیئے۔ رجال کشی میں ہے ص۱۳۳ مطبوعہ کربلا

عن زیاد بن ابی الحلال قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان زرارۃ روی عنك فی الاستطاعۃ شیئاً فقبلنا منہ وصدقناہ وقد احببت ان اعرضہ علیك فقال ھاتہ فقلت یزعم انہ سألك عن قول اللہ عزوجل وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا فقلت من ملك زادا وراحلۃ فھو مستطیع للحج وان لم یحج فقلت نعم فقال لیس ھکذا سألنی ولا ھکذا قلت، کذب علی واللہ کذب علی واللہ لعن اللہ زرارۃ لعن اللہ زرارۃ انما قال لی من کان لہ زاد وراحلۃ فھو مستطیع للحج قلت قد وجب علیہ قال

زیاد بن حلال کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ زرارہ نے آپ سے استطاعت کے بارہ میں ایک روایت نقل کی ہم نے اس کو قبول کیا اور اسکی تصدیق کی اور اب میں چاہتا ہوں کہ وہ حدیث آپکو سناؤں امام نے کہا سناؤ۔ میں نے کہا زرارہ کا بیان ہے کہ انہوں نے آپ سے اللہ عزوجل کے قول وللہ علی الناس حج البیت کا مطلب پوچھا آپ نے فرمایا جو شخص زادراہ اور سواری کا مالک ہو وہ حج کی استطاعت رکھتا ہے چاہے حج نہ کرے تو آپ نے کہا ہاں امام نے فرمایا نہ زرارہ نے مجھ سے اسطرح پوچھا نہ اس طرح میں نے جواب دیا وہ میرے اوپر جھوٹ جوڑتا ہے اللہ کی قسم وہ میرے اوپر جھوٹ جوڑتا ہے۔ خدا لعنت کرے زرارہ پر اس نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ جو شخص

فمستطیع ھو فقلت لا حتی یؤذن لہ قلت فاخبر زرارۃ بذلك قال نعم قال زیاد فقدمت الکوفۃ فلقیت زرارۃ فاخبرتہ بما قال ابوعبد اللہ وسکت عن لعنتہ قال اما انہ قد اعطانی الاستطاعۃ من حیث لا یعلم وصاحبکم ھذا لیس لہ بصر بکلام الرجال ۔

زادراہ اور سواری کا مالک ہے وہ مستطیع ہے میں نے کہا اس پر حج واجب ہو تو مستطیع ہے اس نے کہا نہیں یہاں تک اسے اجازت دی جائے۔ میں نے کہا کیا میں زرارہ کو اس کی خبر دوں۔ امام نے فرمایا ہاں چنانچہ میں کوفہ گیا اور زرارہ کو ملا امام صادق کا مقولہ اس سے بیان کیا مگر لعنت کا مضمون نہ بیان کیا تو زرارہ نے کہا وہ مجھے استطاعت کا فتوی دے چکے اور انکو خبر نہیں اور تمہارے ان امام کو لوگوں کی بات سمجھنے کی تمیز نہیں ہے

ف یہ وہی زرارہ صاحب ہیں جن پر امام جعفر صادق نے لعنت کی اور دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے بھی امام جعفر صادق پر لعنت بھیجی۔ امام نے یہ بھی فرمایا کہ وہ میرے اوپر افترا کرتا ہے۔ زرارہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ مذہب شیعہ کے رکن اعظم اور راوی معتمد ہیں۔ خاص کتاب کافی کی ایک ثلث احادیث انھیں کی روایت سے ہیں۔

یہ بھی علمار شیعہ کو اقرار ہے کہ اصحاب ائمہ نے ائمہ سے نہ اصول دین کو یقین کے ساتھ حاصل کیا تھا نہ فروع دین کو۔ ائمہ ان سے تقیہ کرتے رہے اور اپنا اصلی مذہب ان سے چھپایا کئے اس مضمون کی روایات بھی کتب شیعہ میں بہت ہیں۔ نمونے کے طور پر دو ایک روایتیں سن لیجئے علامہ شیخ مرتضیٰ فرائد الاصول مطبوعہ ایران کے ص۸۶ میں لکھتے ہیں۔

ثم ان ما ذکرہ من تمکن اصحاب الائمۃ من اخذ الاصول والفروع بطریق الیقین دعوی ممنوعۃ واضحۃ للمنع واقل ما یشھد علیھا ما علم بالعین والاثر من اختلاف اصحابھم صلوات اللہ علیھم فی الاصول والفروع ولذا شکی غیر واحد من اصحاب الائمۃ الیھم اختلاف اصحابہ فاجابوھم تارۃ بانھم قد القوا الاختلاف بینھم

پھر جو یہ بیان کیا ہے کہ اصحاب ائمہ نے اصول و فروع دین کو یقین کے ساتھ حاصل کیا۔ یہ دعوی ناقابل تسلیم ہے اور اس کا ناقابل تسلیم ہونا ظاہر ہے اور کم سے کم اس کی شہادت یہ ہے جو چیز آنکھ سے دیکھی گئی اور نقل سے معلوم ہوئی کہ ائمہ صلوات اللہ علیہم کے اصحاب اصول و فروع میں باہم مختلف تھے اور اسی وجہ سے بہت سے اصحاب ائمہ نے ائمہ سے شکایت کی کہ آپکے اصحاب میں اس قدر اختلاف کیوں ہے تو ائمہ نے کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف ہم نے خود ڈالا ہے

حقنا لدمائهم کما فی روایة حریز وزرارة والی ایوب الجزار واخری اجابوهم بان ذالک من جهة الکذابین کما فی روایة الفیض بن المختار۔

ان لوگوں کی جان بچانے کے لئے چنانچہ حریز و زرارہ اور ابو ایوب جزار کی روایت میں یہی منقول ہے اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف جھوٹ بولنے والوں کے سبب سے پیدا ہو گیا ہے جیسے کہ فیض بن مختار کی روایت میں منقول ہے۔

مولوی دلدار علی صاحب اساس الاصول مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۴ میں لکھتے ہیں۔

لا نسلم انهم کانوا مکلفین بتحصیل القطع والیقین کما یظهر من تتبع اصحاب الائمة بل انهم کانوا مامورین باخذ الاحکام من الثقاة ومن غیرهم ایضا مع قیام قرینة تفید الظن کما عرفت مرارا بالحاء مختلفة کیف ولو لم یکن الامر کذلک لزم ان یکون اصحاب ابی جعفر الصادق الذین اخذ یونس کتبهم وسمع احادیثهم هالکین مستوجبین النار وهکذا حال جمیع اصحاب الائمة فانهم کانوا مختلفین فی کثیر من المسائل الجزئیة والفرعیة کما یظهر ایضا من کتاب العدة وغیره وقد عرفته

ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ اصحاب ائمہ پر یقین کا حاصل کرنا ضروری تھا چنانچہ اصحاب ائمہ کی روش سے یہ بات ظاہر ہے بلکہ ان کو حکم تھا کہ احکام دین کو ثقہ غیر ثقہ سب سے لیں بشرطیکہ قرینہ سے گمان غالب حاصل ہو جائے جیسا کہ تم کو مختلف طریقوں سے معلوم ہو چکا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو لازم آئے گا کہ امام باقر صادق کے اصحاب جن سے یونس نے کتابیں لیں اور ان کی احادیث سنیں ہلاک ہونے والے اور دوزخی ہوں اور یہی حال تمام اصحاب ائمہ کا ہے کیونکہ وہ لوگ مسائل جزئیہ فرعیہ میں مختلف تھے جیسا کہ کتاب العدۃ وغیرہ سے ظاہر ہے اور تم اس کو معلوم کر چکے ہو

اب ایک روایت اس مضمون کی دیکھ لیجئے کہ ائمہ اپنے مخلص شیعوں سے بھی تقیہ کرتے تھے حتی کہ ابو بصیر جیسے مسلم الکل سے بھی۔ کتاب استبصار کے باب الصلوۃ میں ہے۔

عن ابی بصیر قال قلت لابی عبد اللہ متی صلی رکعتی الفجر قال لی بعد طلوع الفجر قلت له ان ابا جعفر علیہ السلام امرنی ان اصلیها قبل طلوع الفجر فقال یا ابا محمد

ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ سنت فجر کس وقت پڑھوں تو انہوں نے کہا کہ بعد طلوع فجر کے میں نے کہا کہ امام باقر علیہ السلام نے تو مجھے حکم دیا تھا کہ قبل طلوع فجر کے پڑھا کرو

ان الشیعة اتوا ابی مسترشدین فافتاهم بمر الحق واتونی شکاکا فافتیتهم بالتقیة

تو امام صادق نے کہا کہ اے ابو محمد شیعہ میرے والد کے پاس ہدایت حاصل کرنے کو آتے تھے لہذا میرے والد نے ان کو صحیح صحیح مسئلہ بتا دیا اور میرے پاس شک کرتے ہوئے آئے لہذا میں نے ان کو تقیہ سے فتویٰ دیا۔

ف ابو بصیر کی حرکت دیکھنے کے قابل ہے جب امام باقر علیہ السلام اس مسئلہ کو بتا چکے تھے تو اب اس کو امام جعفر صادق سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے غالباً ان کا امتحان لینا منظور تھا۔ کیونکہ جناب حائری صاحب انہیں حالات پر اور انہیں روایات کی بنیاد پر آپ اپنے کو متبع ائمہ کہتے ہیں۔

ستائیسواں ۲۷ مسئلہ

حضرات شیعہ اولاد رسول میں گنتی کے چند اشخاص کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ باقی سیکڑوں ہزاروں اشخاص کو برا کہنا ان سے عداوت رکھنا ان پر تبرا بھیجنا ضروری جانتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم محبِّ آل رسول ہیں۔ شواہد اس مضمون کے کتب شیعہ میں بہت ہیں۔ کتاب احتجاج مطبوعہ ایران میں بڑے فخر کے ساتھ لکھا ہے کہ اولاد رسول میں سے جو لوگ مسئلہ امامت میں ہمارے مخالف ہیں ہم ان کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے ان سے عداوت رکھتے ہیں ان پر تبرّا بھیجتے ہیں۔ اصل عبارت کتاب احتجاج کی مناظرہ مکیریاں میں منقول ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

اٹھائیسواں ۲۸ مسئلہ

جھوٹ بولنا جو تمام مذاہب میں بدترین گناہ ہے تمام دنیا کے عقلاً نے اس کو سخت ترین عیب مانا ہے۔ مذہب شیعہ نے اس کو اعلیٰ ترین عبادت قرار دیا ہے۔ دین کے دس حصے بتلائے ہیں ان میں سے نو حصے جھوٹ بولنے میں ہیں جو جھوٹ نہ بولے اس کو بے دین و بے ایمان کہتے ہیں۔ جھوٹ بولنا خدا کا دین بتایا گیا ہے۔ انبیاء و ائمہ کا دین کہا گیا ہے۔ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۴۸۱ میں ہے

عن ابن ابی عمیر الاعجمی قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا ابا عمر ان تسعة اعشار الدین فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له

ابن عمیر عجمی سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ تقیہ میں ہے اور جو تقیہ نہ کرے

والتقیۃ فی کل شیئ الا فی النبیذ و المسح علی الخفین۔

وہ بے دین ہے اور تقیہ ہر چیز میں ہے سوا نبیذ اور موزوں پر مسح کرنے کے۔

ایضاً اصول کافی ص٤٨٢ میں ہے۔

قال ابو جعفر علیہ السلام التقیۃ من دینی ودین ابائی ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ میرا دین ہے اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے۔

اگر حائری صاحب فرمائیں کہ ان احادیث میں تو تقیہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے نہ جھوٹ بولنے کی تو میں عرض کروں گا کہ تقیہ کے معنی جھوٹ بولنے ہی کے ہیں۔ علماء شیعہ نے بہت کچھ ہاتھ پیر مارے لیکن تقیہ کے معنی امام معصوم کے قول سے ثابت ہیں۔ اسمیں کوئی تاویل چل نہیں سکتی۔ اصول کافی ص٤٨٣ میں ہے۔

عن ابی بصیر قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام التقیۃ من دین اللہ قلت من دین اللہ قال ای واللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف ایتھا العیر انکم لسارقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئا ولقد قال ابراھیم انی سقیم واللہ ما کان سقیما۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ اللہ کے دین میں سے ہے میں نے (تعجب سے) کہا اللہ کے دین میں سے ہے؟ امام نے فرمایا ہاں خدا کی قسم اللہ کے دین میں سے ہے اور بہ تحقیق یوسف (پیغمبر)[1] نے کہا تھا اے قافلہ والو تم چور ہو حالانکہ اللہ کی قسم انہوں نے کچھ نہ چرایا تھا اور ابراہیم (پیغمبر) نے کہا تھا میں بیمار ہوں حالانکہ وہ اللہ کی قسم بیمار نہ تھے۔

اس حدیث میں تقیہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی کہ وہ خدا کا دین اور پیغمبروں کا شیوہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تقیہ نام جھوٹ بولنے کا ہے کیونکہ ایک شخص نے چوری نہیں

[1] حضرت یوسف علیہ السلام پر افترا ہے انہوں نے ہرگز قافلہ والوں کو چور نہیں کہا تھا۔ قرآن شریف میں ہے۔ واذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسارقون یعنی ایک اعلان دینے والے نے یہ اعلان دیا کہ اے قافلہ والو تم چور ہو اور اس اعلان دینے والے نے بھی اپنے خیال کے مطابق سچا اعلان دیا تھا۔ رہا حضرت ابراہیم کا واقعہ انہوں نے بیشک اپنے کو بیمار کہا تھا اور درحقیقت ان کو اُس وقت رنج و غم کی بیماری تھی۔

کی تھی اس کو امام نے چور کہا امام اس کو تقیہ کہتے ہیں اور ایک شخص بیمار نہ تھا اس نے اپنے کو بیمار کہا امام اس کو تقیہ کہتے ہیں اور اسی کو جھوٹ بھی کہتے ہیں۔

ف تقیہ کی پہلی حدیث میں نبیذ پینے اور موزوں پر مسح کرنے میں تقیہ کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ عجیب لطیفہ ہے۔ خدا جانے ان دونوں کاموں میں کیا بات ہے تقیہ کر کے خدا کے ساتھ شرک کرنا اور دنیا بھر کے گناہوں کا ارتکاب جائز ہو مگر یہ دونوں کام جائز نہ ہوں عقل حیران ہے مگر استبصار کے مصنف کہتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں ان دونوں کاموں میں بھی تقیہ کرنے کی اجازت ہے اور ہمارا عمل اسی کے مطابق ہے اور اسی حدیث کا مطلب انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ان دونوں کاموں میں تقیہ اس وقت جائز ہے جب جان کا یا مال کا خوف شدید ہو معمولی تکلیف کے لئے جائز نہیں۔ عبارت استبصار کی حسب ذیل ہے۔

والثالث ان یکون اراد لا اتقی فیه احداً اذا لم یبلغ الخوف علی النفس او المال وان لحقه ادنی مشقة احتمله وانما یجوز التقیه فی ذلک عند الخوف الشدید علی النفس او المال

اور تیسری بات یہ ہے کہ امام نے یہ مراد لیا ہوگا کہ میں ان کاموں میں کسی سے تقیہ نہیں کرتا جب تک جان یا مال کا خوف نہ ہو معمولی تکلیف کو برداشت کر لیتا ہوں اور ان کاموں میں تقیہ اسی وقت جائز ہے جب کہ خوف شدید جان یا مال کا ہو۔

استبصار کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ تقیہ ہمارے یہاں خوف جان یا مال کے وقت کیا جاتا ہے بالکل غلط ہے خوف جان یا مال کی قید صرف مذکورہ بالا کاموں میں ہے ان کے سوا اور امور میں بغیر خوف جان و مال کے بھی تقیہ جائز ہے۔

ف بعض شیعہ تقیہ کی بحث میں گھبرا کر یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ تقیہ اہل سنت کے یہاں بھی ہے حالانکہ یہ محض فریب اور دھوکہ دینے کی بات ہے اہل سنت کے یہاں ہرگز تقیہ نہیں ہے امور ذیل کے سمجھنے کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے۔ **اول** اہل سنت کے یہاں تقیہ کرنا کوئی ثواب کا کام نہیں کوئی ضروری کام نہیں نہ اس میں کوئی فضیلت ہے جیسا کہ شیعوں کے یہاں ہے **دوم** اہل سنت کے یہاں خوف شدید کے وقت میں بحالت اضطرار و اکراہ تقیہ کی اجازت ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ بحالت اضطرار سور کا گوشت کھا لینا قرآن شریف میں جائز کیا گیا ہے۔ اس اجازت کی بنا پر کون کہہ سکتا ہے کہ سور کا گوشت مسلمانوں کے یہاں جائز ہے

سوم اہلسنت کے یہاں حالت اضطرار میں بھی تقیہ جائز ہے واجب نہیں اگر کوئی شخص تقیہ نہ کرے جان دیدے تو ثواب پائے گا۔ چہارم اہلسنت کے یہاں انبیا علیہم السلام بلکہ جمیع پیشوایان دین کے لئے تقیہ جائز نہیں صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے جن کے تقیہ کرنے سے دین و مذہب پر کوئی اثر نہ پڑے۔ ان کھلے کھلے فرقوں کے بعد یہ کہنا کہ اہل سنت کے یہاں بھی تقیہ ہے سوائے بے حیائی کے اور کس چیز کی دلیل ہو سکتا ہے۔

انتیسواں مسئلہ ۲۹

مذہب شیعہ میں اپنا دین چھپانے کی بڑی تاکید ہے اور دین کے ظاہر کرنے کی سخت ممانعت ہے اصول کافی ص ۴۸۵ میں ہے۔

عن سلیمان بن خالد قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ۔

سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تحقیق تم لوگ ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے گا اللہ اس کو عزت دیگا اور جو اس کو ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

فی الحقیقت شیعوں کا مذہب چھپانے ہی کے قابل ہے انہوں نے بڑی عقلمندی کی کہ زمانہ سلف میں اپنا مذہب ظاہر نہ کیا ورنہ اس کا باقی رہنا دشوار تھا اب شیعوں کی کتابیں چھپ گئیں اس لئے بہت سی باتیں ان کے مذہب کی معلوم ہو گئیں لیکن علمائے شیعہ اب بھی اپنے عوام سے اپنے مذہب کے اسرار پوشیدہ رکھتے ہیں۔

تیسواں مسئلہ ۳۰

شیعوں کے مذہب شریف میں زنا کو ایک عجیب تدبیر سے جائز کیا گیا ہے اول تو متعہ ہی کیا کم تھا اور متعہ میں بھی طرح طرح کی جدتیں مثلاً متعہ دوری وغیرہ لیکن براہ راست زنا کو بھی جائز کر لیا گیا۔ عورت و مرد تنہا راضی ہو جائیں کوئی گواہ بھی نہ ہو حضرات شیعہ کے مذہب میں یہ بھی نکاح ہے۔ فروع کافی جلد دوم ص ۱۹۸ میں ہے

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال جاء امرأۃٌ الی عمر فقالت انی زنیت فطھرنی فامر بھا ان ترجم فاخبر بذالک امیر المومنین صلوات اللہ علیہ فقال کیف

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر کے پاس آئی اور اس نے کہا میں نے زنا کی ہے مجھے پاک کر دیجئے حضرت عمر نے اسکے سنگسار کرنے کا حکم دیا اس کی اطلاع امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کو کی گئی تو انہوں نے اس عورت سے

زنیتِ قالت مررتُ بالبادیۃ فاصابنی عطشٌ شدید فاستقیت اعرابیًا فابیٰ ان یسقینی الّا ان اُمکّنہ من نفسی فلما اجھدنی العطش و خفت علی نفسی سقانی فامکنتہ من نفسی فقال امیر المومنین علیہ السلام ھذا تزویج و رب الکعبۃ۔

(کتاب النکاح)

پوچھا کہ تو نے کس طرح زنا کی تھی اس عورت نے کہا میں جنگل گئی تھی وہاں مجھ کو سخت پیاس معلوم ہوئی ایک اعرابی سے میں نے پانی مانگا اس نے مجھے پانی پلانے سے انکار کیا مگر اس شرط پر کہ میں اس کو اپنے اوپر قابو دوں جب مجھ کو پیاس نے مجھ کو بہت مجبور کیا اور مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہوا تو میں راضی ہو گئی اس نے مجھے پانی پلا دیا اور میں نے اس کو اپنے اوپر قابو دیدیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو قسم رب کعبہ کی نکاح ہے۔

دیکھئے اس روایت کے مطابق زنا کا وجود دنیا سے اٹھ گیا بازاروں میں جس زنا کا ارتکاب ہوتا ہے اس میں عورت و مرد باہم راضی ہو ہی جاتے ہیں یہاں اگر پانی پلایا گیا تو وہاں اس سے بڑھ کر روپیہ دیا جاتا ہے۔ گواہ کی صیغہ نکاح کی شرط نہ یہاں ہے نہ وہاں۔ شاباش۔

منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو ؛ مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو۔

اکتیسواں مسئلہ ۳۱

متعہ مذہب شیعہ میں نہ صرف حلال بلکہ اتنی بڑی عبادت ہے کہ نماز روزہ کی بھی اس کے سامنے کچھ ہستی نہیں۔ تفسیر منہج الصادقین میں ہے کہ متعی مرد اور عورت جو حرکات کرتے ہیں ہر حرکت پر ان کو ثواب ملتا ہے۔ غسل کرتے تو غسال کے ہر قطرہ سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں اور بے تعداد فرشتے قیامت تک تسبیح و تقدیس میں مشغول رہیں گے اور ان کی تمام عبادات کا ثواب متعہ کرنے والوں کو ملے گا۔ ایک مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسین کا دو مرتبہ میں امام حسن کا تین مرتبہ میں حضرت علی کا چار مرتبہ میں رسول خدا کا رتبہ ملتا ہے۔ جو متعہ نہ کرے گا وہ قیامت کے دن نکٹا اٹھے گا۔

حضرات شیعہ نے متعہ میں ایک لطیف صورت اور پیدا کی ہے اور اس کا نام متعہ دوریہ رکھا ہے جس کے ذکر سے بھی شرم معلوم ہوتی ہے بادل نخواستہ بقدر ضرورت ذکر کیا جاتا ہے۔ صورت اس کی یہ ہے کہ دس بیس آدمی مل کر کسی ایک عورت سے متعہ کریں اور یکے بعد دیگرے اس

اس سے ہم بستر ہوں۔ نعوذ باللہ منہ۔ اب چند روز سے شیعہ اس متعہ کا انکار کرنے لگے ہیں مگر اپنی کتابوں کو کیا کریں گے۔ قاضی نور اللہ شوستری سے کچھ نہ بن پڑا تو اپنی کتاب مصائب النواصب میں یہ قید لگا دی کہ ہمارے ہاں متعہ دوریہ اس عورت سے جائز ہے جس کا حیض بند ہو چکا ہو۔ عبارت ان کی یہ ہے۔

واما تا سعا فلان ما نسبه الی اصحابنا من انهم جوزوا ان یتمتع الرجال المتعددون لیلة واحدة من امرأة سواء کانت من ذوات الاقراء ام لا فمما خان فی بعض قیوده وذلك لان الاصحاب قد خصوا ذلك بالآئسة لا بما یعم بالآئسة وغیرها من ذوات الاقراء۔

مصنف نواقض الروافض نے جو ہمارے اصحاب امامیہ کی طرف منسوب کیا ہے وہ اس بات کو جائز کہتے ہیں کہ متعدد مرد ایک رات میں ایک عورت سے متعہ کریں خواہ اس عورت کو حیض آتا ہو یا نہیں اس میں ازراہ خیانت بعض قیدیں چھوڑ دی ہیں کیونکہ ہمارے اصحاب امامیہ نے متعہ دوریہ کو اس عورت کے ساتھ خاص کیا ہے جس کو حیض نہ آتا ہو نہ یہ کہ جس کے ساتھ چاہے کرے۔ حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو

قاضی نور اللہ شوستری نے یہ جو تاویل کی ہے اگر مان بھی لی جائے تو بھی جس قدر بیحیائی اس فعل میں ہے ظاہر ہے جس مذہب میں ایسے بیحیائی کے افعال جائز ہوں اس مذہب کے عمدہ ہونے میں کیا شک ہے۔

النجم دور جدید کے نمبر چہارم میں متعہ کی بحث لکھی جا چکی ہے جس میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ متعہ مذہب اسلام میں کبھی حلال نہ تھا۔ قرآن شریف کی متعدد آیتیں مکی بھی اور مدنی بھی حرمت متعہ کی تعلیم دیتی ہیں۔ اس مضمون کو دیکھ کر بعض انصاف پسند شیعوں نے بھی اقرار کر لیا کہ بلاشبہ متعہ اسلام میں کبھی حلال نہ تھا چنانچہ حکیم سید شبیر حسن صاحب مولوی فاضل کا اقرار النجم میں چھپ چکا ہے۔

بتیسواں ۳۲ مسئلہ تبرا بازی کے متعلق ہے اس کے لئے کسی خاص کتاب کے حوالے کی ضرورت نہیں مذہب شیعہ کا رکن اعظم یہی ہے کہ صحابہ کرام کو گالیاں دی جائیں اس گالی دینے کی بدولت ذلت ہوتی ہے خونریزی ہوتی ہے دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کے ماتحت سزائیں ملتی ہیں مگر پھر باز نہیں آتے۔

تینتیسواں ۳۳ مسئلہ غیر مسلم عورتوں کو ننگا دیکھنا مذہب شیعہ میں جائز ہے فروع کافی جلد دوم ص ۶۱ میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال النظر الی عورة من لیس بمسلم مثل نظرك الی عورة الحمار۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان نہ ہو اس کی شرمگاہ کا دیکھنا ایسا ہے جیسا گدھے کی شرمگاہ کو دیکھنا۔

چونتیسواں ۳۴ مسئلہ مذہب شیعہ میں ستر عورت صرف بدن کا رنگ ہے خود ائمہ معصومین اپنے عضو مخصوص پر چونہ لگا کر لوگوں کے سامنے ننگے ہو جایا کرتے تھے۔ فروع کافی جلد دوم ص ۶۱ میں ہے۔

ان اباجعفر علیہ السلام کان یقول من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یدخل الحمام الا بمیزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما ان اطبقت النورة علی بدنه القی المیزر فقال له مولی له بابی انت وامی انك لتوصینا بالمیزر وقد القیته عن نفسك فقال اما علمت ان النورة قد اطبقت العورة۔

امام باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ حمام میں بغیر پائجامہ کے نہ داخل ہو پھر امام ممدوح ایک دن حمام میں گئے اور چونہ لگایا جب چونہ لگ گیا تو پائجامہ اتار کر پھینک دیا ان کے ایک غلام نے ان سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ ہم کو پائجامہ پہننے کی تاکید کرتے ہیں مگر خود آپ نے اتار ڈالا تو امام نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ چونہ نے ستر کو چھپا لیا۔

پینتیسواں ۳۵ مسئلہ عورتوں کے ساتھ خلاف وضع فطرت حرکت کا جواز مذہب شیعہ میں متفق علیہ کافی استبصار تہذیب سب میں اس کی روایات موجود ہیں بلکہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ امام سے پوچھا گیا کہ آپ بھی اپنی بی بی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں امام نے اس کے جواب میں انکار کیا ہے۔

لطف یہ ہے کہ اس مسئلہ کا جواز قرآن شریف سے ثابت کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم ترجمہ کیا جاتا ہے کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو آؤ۔ حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے یوں ہونا چاہئے کہ جس طرح

چاہوآ دَکھینی کا مضمون خود اس کو بتلا رہا ہے۔ کیونکہ کھینی کا مقام صرف ایک ہی ہے بعض علماء شیعہ نے اہل سنت کی کتابوں سے بھی اس فعل قبیح کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ دیکھو قبقاب لآل الکذاب۔

چھتیسواں مسئلہ ۳۶

بے وضوا ور بلا غسل سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ شیعوں کے یہاں درست ہے ان کی کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے لہذا طول دینے کی حاجت نہیں طہارت کے مسائل مذہب شیعہ میں بہت نفیس نفیس ہیں۔ یہ باب کی بڑی قدر ہے مگر اب اس وقت طول دینے کو دل نہیں چاہتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ دیکھا جائے گا۔

سینتیسواں مسئلہ ۳۷

مذہب شیعہ میں دغا و فریب ایسی عمدہ چیز ہے کہ آئمہ اکثر اپنے مخالفوں کی نماز جنازہ میں شرکت کرتے اور بجائے دعا کے نماز میں بددعا دیتے تھے اور اپنے متبعین کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے کہ تم بھی ایسا کیا کرو۔ لوگ سمجھتے تھے کہ امام نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں اور وہاں معاملہ برعکس ہے۔ فروع کافی جلد اول صفحہ ۹۹ میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلاً من المنافقین مات فخرج الحسین بن علی صلوات اللہ علیہ یمشی فلقیہ مولاہ فقال لہ الحسین علیہ السلام این تذھب یافلان قال فقال لہ مولاہ افرّ من جنازۃ ھذا المنافق ان اصلی علیھا فقال لہ الحسین علیہ السلام انظر ان تقوم علی یمینی فما سمعتنی اقول فقل مثلہ فلما ان کبر علیہ ولیہ قال الحسین علیہ السلام اللہ اکبر اللھم

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ایک شخص منافقوں میں سے مرگیا امام حسین صلوات اللہ علیہ اسکے جنازہ کے ہمراہ چلے راستہ میں غلام ان کا ان کو ملا اس سے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تو کہاں جاتا ہے اس نے کہا میں اس منافق کے جنازہ سے بھاگتا ہوں نہیں چاہتا کہ اس پر نماز پڑھوں حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا دیکھو میرے داہنی جانب کھڑا ہو اور جو کچھ مجھے کہتے ہوئے سننا وہی تو بھی کہنا۔ پھر جب اس منافق کے ولی نے تکبیر کہی تو حسین علیہ السلام نے بھی تکبیر کہکر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ اپنے فلانے بندے پر لعنت کر ہزار لعنتیں جو ساتھ

العن فلانا عبدك الف لعنۃ مؤتلفۃ غیر مختلفۃ اللھم اخز عبدك فی عبادك وبلادك واصلہ حر نارك واذقہ اشد عذابك فانہ كان یتولی اعدائك ویعادی اولیائك ویبغض اھل بیت نبیك۔

ہوں مختلف نہ ہوں یا اللہ اپنے اس بندے کو دوسرے بندوں میں اور شہروں میں رسوا کر اور اپنے آگ کی گرمی میں اس کو ڈال اور سخت عذاب اس پر کر کیونکہ وہ تیرے دشمنوں سے دوستی رکھتا تھا اور تیرے دوستوں سے دشمنی رکھتا تھا اور تیرے نبی کے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔

ف دیکھئے یہ امام معصوم ہیں جو اس طرح لوگوں کو فریب دے رہے ہیں اگر اس منافق کی نماز جنازہ جائز نہ تھی تو امام کو علیحدہ رہنا چاہئے تھا خوامخواہ نماز جنازہ میں شریک ہو کر بد دعا کس قدر مذموم خصلت ہے غلام بیچارہ جا رہا تھا اس کو زبردستی امام نے شریک کرکے اپنے ساتھ فریب دہی کا مرتکب بنایا۔ کتب شیعہ میں اس قسم کے افعال اور ائمہ سے بھی منقول ہیں۔ استغفر اللہ منہ

اڑتیسواں مسئلہ ۳۸

مذہب شیعہ میں ائمہ کی زیارت کی بھی نماز پڑھی جاتی ہے اور اس میں ان کی قبروں کی طرف منہ کیا جاتا ہے قبلہ رو ہونے کی شرط نہیں یہ مسئلہ بھی ان کی کتب حدیث و فقہ میں مذکور ہے۔ اور غالباً شیعہ اس کو عیب بھی نہیں سمجھتے کیونکہ کعبہ مکرمہ سے ان کو چنداں تعلق نہیں دین اسلام کی تمام چیزوں سے ان کی بے تعلقی ظاہر ہے صرف زبان سے تعلق کا اظہار محض اس لئے کرتے ہیں کہ ناواقف لوگ ان کو اسلامی فرقوں میں شمار کریں اور مسلمانوں کے بہکانے کا موقع ملے

انتالیسواں مسئلہ ۳۹

مذہب شیعہ میں نجاست میں پڑی ہوئی روٹی کی اس درجہ قدر ہے کہ اس کو ائمہ معصومین کی غذا بتایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص اس روٹی کو کھائے گا جنتی ہوگا من لا یحضرہ الفقیہ باب المکان للحدث میں ہے۔

دخل ابوجعفر الباقر الخلاء فوجد لقمۃ نبذ فی القذر فاخذھا وغسلھا ودفعھا الی مملوك معہ وقال یکون معك لاکلھا اذا خرجت فلما خرج قال للمملوك این اللقمۃ قال اکلتھا یا ابن رسول اللہ فقال انھا ما استقرت

امام باقر علیہ السلام ایک روز پاخانہ گئے تو انہوں نے ایک لقمہ نجاست میں گرا ہوا پایا پس اس کو اٹھا لیا اور دھویا اور ایک غلام کو جو ان کے ہمراہ تھا دیا اور فرمایا کہ اس کو اپنے پاس رکھ جب میں نکلوں گا تو اس کو کھاؤنگا چنانچہ جب نکلے تو اس غلام سے پوچھا کہ وہ لقمہ کہاں ہے غلام نے کہا اے فرزند رسول اللہ میں نے اس کو کھا لیا

فی جوف احد الا وجبت لہ الجنۃ فاذھب فانت حر فانی اکرہ ان استخدم من اھل الجنۃ

امام نے فرمایا وہ لقمہ جس کے پیٹ میں جائے گا اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی تو جا تو آزاد ہے کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی جنتی سے خدمت لوں۔

چالیسواں مسئلہ

شیعوں نے جو حدیثیں ائمہ کی طرف منسوب کرکے روایت کی ہیں ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس میں اماموں کے مختلف اقوال نہ ہوں اس اختلاف نے مجتہدین شیعہ کو سخت پریشان کر رکھا ہے بیچارے اکثر تو یہ کرتے ہیں کہ مختلف حدیثوں میں ایک کو امام کا اصلی مذہب کہہ دیتے ہیں اور دوسری حدیثوں کو تقیہ کہکر اُڑا دیتے ہیں مگر کہیں یہ بات بھی نہیں بنتی اس وقت سخت حیران ہوتے ہیں۔ مولوی دلدار علی صاحب نے اساس الاصول میں مجبور ہو کر یہ بھی لکھدیا کہ اگر ہمارے اختلاف کو دیکھو تو حنفی شافعی کے اختلاف سے بدرجہا زائد ہے۔ مولوی دلدار علی نے یہاں تک اقرار کرلیا کہ ہمارے ائمہ کا اختلاف عقدہ لاینحل ہے اور ہر جگہ اس بات کو معلوم کرلینا کہ یہ اختلاف کیوں ہے انسانی طاقت سے باہر ہے۔ بہت سے شیعہ اس اختلاف کو دیکھ کر مذہب شیعہ سے پھر گئے۔ اساس الاصول ط۵ میں ہے۔

الاحادیث المأثورۃ عن الائمۃ مختلفۃ جدًا لایکاد یوجد حدیث الاوفی مقابلہ ما ینافیہ ولا یتفق خبر الاوبازائہ ما یضاد حتی صار ذالک سببًا لرجوع بعض الناقصین عن اعتقاد الحق کما صرح بہ شیخ الطائفۃ فی اوائل التھذیب والاستبصار ومناشئ ھذہ الاختلافات کثیرۃ جدا من التقیۃ والوضع السامع والنسخ والتخصیص والتقیید وغیر ھذہ المذکورات من الامور الکثیرۃ کما وقع التصریح علی اکثرھا فی الاخبار المأثورۃ عنھم لمنبا زالمناشی بعضھا عن بعض فی باب کل حدیثین مختلفین بحیث یحصل العلم والیقین بتعین المنشاء عسیر جدًا وفوق الطاقۃ کمالا یخفٰی۔

جو حدیثیں ائمہ سے منقول ہیں ان میں بہت اختلاف ہے کوئی حدیث ایسی نہیں مل سکتی جس کے مقابلہ میں دوسری حدیث نہ ہو اور کوئی خبر ایسی نہیں ہے جس کے مقابلہ میں دوسری ضد موجود نہ ہو یہانتک کہ اس اختلاف کے سبب سے بعض ناقص لوگ اعتقاد حق یعنی مذہب شیعہ سے پھر گئے جیسا کہ شیخ الطائفہ نے تہذیب و استبصار کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے اور اس اختلاف کے اسباب بہت ہیں۔ مثلاً تقیہ اور جعلی حدیثیں کا بنایا جانا اور سننے والے سے اشتباہ کا ہو جانا اور منسوخ ہو جانا یا خاص اور مقید کا ہو جانا اور علاوہ ان مذکورہ باتوں کے بہت سی باتیں ہیں چنانچہ اکثر باتوں کی تصریح ان روایات میں ہے جو ائمہ سے منقول ہیں اور ہر دو مختلف حدیثوں میں یہ پتہ لگانا کہ کس سبب سے اختلاف ہوا اس طور پر کہ تعیین سبب کا علم و یقین ہو جائے نہایت دشوار بلکہ طاقت انسانی سے بالاتر ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

جناب حائری صاحب! اپنی احادیث کے اس عظیم و شدید اختلافات کو دیکھئے اور اس پر غور کیجئے کہ ان مختلف حدیثوں میں آپ کے اسلاف نے جس کو چاہا امام کا اصلی مذہب کہدیا جس کو چاہا تقیہ وغیرہ کہکر اڑا دیا کیونکہ بقول مولوی دلدار علی صاحب کے ہر جگہ سبب اختلاف کا معلوم کرنا طاقت انسانی سے بالاتر ہے کیا باوجود اس کے بھی آپ اپنے کو پیرو ائمہ کہہ سکتے ہیں۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔

جن مسائل کا ذکر تنبیہ الحائرین کے دیباچہ میں تھا ان کا بیان ختم ہوچکا اور کتب شیعہ کا حوالہ بقدر ضرورت دیا جاچکا۔ اب چند امور اور جن کا وعدہ اسی تکملہ پر محول تھا ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

حضرت عثمان رض پر قرآن شریف جلانے کا اتہام

یہ ایک پرانا فرسودہ طعن ہے جس کا معقول جواب اہل سنت کی طرف سے بارہا دیا گیا اور اس جواب کا کوئی رد حضرات شیعہ کی طرف سے نہیں ہو سکا مگر بمقتضائے حیا حضرات شیعہ اس جواب سے آنکھ بند کرکے پھر جہاں موقع پاتے ہیں اس طعن کو ذکر کردیتے ہیں حائری صاحب نے بھی جاہلوں اور بے وقوفوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس طعن کو بیان کیا ہے اور چھ کتابوں کے نام بھی لکھ دیئے ہیں کہ ان میں یہ طعن مذکور ہے اور لکھا ہے کہ ان کتابوں کی عبارتیں رسالہ موعظہ حسنہ[1] میں نقل کر چکا ہوں۔ حائری صاحب تفسیر اتقان وغیرہ دیکھیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے اپنے اپنے مصحف میں اپنی یادداشت کے لئے

[1] رسالہ موعظہ حسنہ میں جو عبارتیں نقل کی ہیں ان میں ایک عبارت تحفہ نذریہ کی ہے وہو ہذا "آں مصاحف محرفہ راکہ مردم لبفہم تفسیر آں را محرف ساختہ بودند ہماں مصاحف ما بہ اختلاف وجدال مسلمانان بود از مردم گرفتہ وبتفحص بسیار یکے ازاں ہا

تفسیری الفاظ اور منسوخ التلاوۃ آیتیں قرآن شریف کی آیتوں کے ساتھ ملا کر لکھ لی تھیں اس وقت تو ان لوگوں کو کسی قسم کے اشتباہ کا اندیشہ نہ تھا لیکن اگر وہ مصاحف رہ جاتے تو آئندہ نسلوں کو بہت اشتباہ ہوتا ۔ یہ پتہ نہ چلتا کہ لفظ قرآنی کون ہے اور تفسیری لفظ کون ہے منسوخ التلاوۃ کون کون آیات ہیں اور غیر منسوخ کون کون ۔ لہذا حضرت عثمان نے بمشورہ جمہور صحابہ ان مصاحف کو معدوم کر دیا اور ان کے معدوم کرنے کی سب سے بہتر صورت یہی تھی کہ ان کو جلا دیا جائے ۔ سنن ابی داؤد میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ ۔

لا تقولوا فی عثمان الاخیرًا فانہ ما فعل فی المصاحف الاعن ملأ منا ۔	حضرت عثمان کے حق میں سوا کلمہ خیر کے کچھ نہ کہو کیونکہ انہوں نے مصاحف کے بارہ میں جو کچھ کیا وہ ہم سب کے مشورہ سے کیا

پھر یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ جب تفسیری الفاظ بھی قرآن کے ساتھ مخلوط تھے تو آیا اس مجموعہ کو قرآن کہا جا سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں ۔

اگر حائری صاحب کسی روایت سے یہ ثابت کر دیں کہ حضرت عثمان نے جن مصاحف کو جلوایا تھا ان میں خالص قرآن تھا اور منسوخ التلاوت آیتیں اس میں نہ تھیں تو جو انعام وہ اپنے منہ سے مانگیں ان کو دیا جائے گا ۔

جناب حائری صاحب کو خبر نہیں کہ احراق قرآن کے طعن کا ایسا نفیس جواب اہل سنت نے دیا ہے کہ علمائے شیعہ کو مجبور ہو کر اس کی تعریف کرنی پڑی ۔ علامہ ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغہ میں مطاعن حضرت عثمان کا ذکر کر کے لکھتے ہیں ۔

وقد اجاب الناصرون لعثمان عن هذه الاحداث باجوبة مستحسنة وهی مذکورة فی المطولات	حضرت عثمان کے طرفداروں نے ان اعتراضات کے عمدہ عمدہ جوابات دیئے جو بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں ۔

حضرت عثمان نے ان مصاحف کو معدوم کر کے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ورنہ آج قرآن شریف کی حالت بھی توریت و انجیل کی سی ہوتی ۔ مگر جن کو قرآن شریف سے تعلق نہیں وہ اس احسان کی کیا قدر کر سکتے ہیں ۔

نزد مردم نگذاشتہ و ہمہ ہا را بسوخت " اس عبارت کو دیکھ کر خواجہ حافظ کا شعر یاد آگیا سہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت عثمان نے قرآن نہیں جلائے تھے بلکہ مخلوط و محرف چیز جلائی تھی ۱۲ ۔

مصحف فاطمہؓ و کتاب علیؓ وغیرہ

جناب حائری صاحب نے اپنے رسالہ کے آخر میں ایک دھوکہ یہ بھی دیا ہے کہ مصحف علیؓ و مصحف فاطمہؓ کو ایک چیز ظاہر کیا ہے اور پھر یہ بھی لکھا کہ مصحف علی کوئی اور چیز نہیں اسی قرآن کا نام ہے ۔

حائری صاحب کو معلوم رہے کہ ناواقفوں کو تو جس طرح چاہیئے دھوکہ دیکر ثواب حاصل کر لیجئے مگر جن لوگوں نے آپکی کتابیں دیکھی ہیں وہ آپ کی جرأت پر آفرین کہتے ہیں ۔

حضرت مصحف علی اور چیز ہے اور کتاب علی اور چیز ہے چونکہ میں ان امور کو نہایت تفصیل کے ساتھ النجم میں لکھ چکا ہوں اس لئے یہاں مختصراً لکھتا ہوں ۔ حضرات شیعہ نے قرآن سے منحرف کرنے کے لئے دینی مسائل کے کئی ایک فرضی ماخذ بنائے اور ائمہ سے ان کی روایتیں نقل کیں جن کے نام حسب ذیل ہیں ۔ مصحف فاطمہ جس کی بابت امام صادق کا قول ہے تمہارے قرآن سے تگنا ہے اور واللہ اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف نہیں ۔ اصول کافی ص ۱۴۶ ، دوسرے جفر جس کی بابت امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ وہ ایک چمڑے کا تھیلا ہے جس میں تمام انبیاء اور اوصیاء اور علمائے بنی اسرائیل کے علم بھرے ہوئے ہیں ۔ اصول کافی ص ۱۴۶ دوسرے کتاب علی جس کی بابت زرارہ صاحب کا بیان ہے کہ مجھے امام جعفر صادق نے وہ کتاب دکھائی اونٹ کی ران کے برابر موٹی تھی اور اس میں تمام مسلمانوں کے خلاف مسائل لکھے ہوئے تھے ۔ (فروع کافی جلد سوم ص ۵۲) چوتھے مصحف علی جس کی بابت ہم تنبیہ الحائرین میں کتب شیعہ کی عبارتیں نقل کر چکے ہیں وہ ہمارے قرآن سے بالکل مختلف تھا ۔ کمی بیشی تغیر و تبدل غرض ہر لحاظ سے اس اور ہمارے قرآن میں بڑا فرق تھا ۔ حائری صاحب کا کتاب القوانین الاصول سے یہ نقل کرنا کہ صرف احادیث قدسیہ کا اختلاف تھا قابل اعتبار نہیں کیونکہ قوانین الاصول میں صدوق کا قول ہے اور صدوق منجملہ ان چار اشخاص کے ہے جو تحریف قرآن کے منکر ہیں اور اس کے لئے اپنی روایات کے خلاف باتیں بناتے ہیں جیسا کہ تنبیہ الحائرین میں لکھا جا چکا ۔ ھذا اخر الکلام بالاختصار الاتمام والحمد للہ تعالیٰ

تمت

سید الیکٹرک پریس ملتان

فہرست مضامین تنبیہ الحائرین بحمایۃ الکتاب المبین

مضامین	صفحہ
افتتاحیہ	
مقدمہ رسالہ تحریف کی تمہید کا جواب	۲
بحث اول اس بیان میں کہ شیعوں کا ایمان شریف پر نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے	۸
قرآن شریف کے کم کیے جانے کی روایتیں	۲۱
قرآن شریف میں بڑھائے جانے کی روایتیں۔	۲۳
قرآن شریف کے حروف و الفاظ بدلے جانے کی روایتیں۔	۲۹
علمائے شیعہ کے تینوں اقرار	۳۱
بحث دوم اس بیان میں کہ اہلسنت کے یہاں نہ تحریف کی کوئی روایت ہے نہ انکا کوئی متنفس کبھی تحریف کا قائل ہوا۔	۳۴
	۵۲

مضامین	صفحہ
آغاز مقصد	
حائری صاحب کی پیش کردہ روایات کی حقیقت	۵۳
حائری صاحب کی پیش کردہ روایات کے جوابات۔	۵۸
تکملہ تنبیہ الحائرین موسوم بہ تفضیح الحائرین	۶۳
چالیس مسائل مذہب شیعہ	۱۱۹
حضرت عثمان رض پر قرآن شریف کے جلانے کا اتہام	۱۲۰
مصحف فاطمہ رض و کتاب علی رض وغیرہ	۱۴۷
عرض حال	۱۴۹

منظور ہے گذارش احوال واقعی

تنبیہ الحائرین کے ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ فاروق اعظم رض چک ۵ ڈاکخانہ خاص براستہ کسووال ضلع ساہیوال

(۲) مکتبہ منہاج السنۃ اندرون دہلی گیٹ ملتان شہر

(۳) کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

(۴) مکتبہ افکار نو لوہاری گیٹ ملتان شہر

(۵) مکتبہ اعلیٰ محلہ سادات بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم ہاتھ میں لئے تیار بیٹھے ہیں کہ موعظہ تحریف قرآن

الجواب لکھ ڈالیں۔

ع این خانہ تمام آفتاب است

برقی پریس لکھنؤ ماہ صفر ۱۳۵۱ھ

رسالہ موسومہ

"حجۃ الاسلام"

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح بانی دارالعلوم دیوبند

کی

مشہور تقریر جس میں آپ نے عقلی دلائل سے اسلام کی
حقانیت ثابت کی۔

جوکہ عرصہ دراز سے نایاب تھی

عنقریب منظر عام پر آرہی ہے

علماء کرام و مدارس عربیہ و سکول و کالج کے طلباء کیلئے نادر تحفہ

الناشر

مکتبہ منہاج السنۃ۔ کپڑی تیلیاں اندرون دہلی گیٹ ملتان شہر

خوشخبری

تنبیہ الکاذبین بجواب تنبیہ النّاصبین

مؤلفہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمہ اللہ

جسمیں،

رافضی مولوی اعجاز حسن بدایونی کے رسالہ تنبیہ النّاصبین کا زلزلہ افگن جواب لکھ کر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ اس رسالہ مردودہ کو تنبیہ الحائرین کا جواب کہنا خالص جھوٹ ہے۔

عنقریب منظر عام پر آرہی ہے!

النّاشر

مکتبہ فاروق اعظم ضلع ساہیوال

قیمت [illegible]-00